بسم اللہ الرحمن الرحیم

ملفوظاتِ بہجت

ترجمہ:

علامہ سید افتخار حسین نقوی النجفی

پیشکش: منتہائے نور مرکز تحقیقات، اسلام آباد

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	:	ملفوظاتِ بہجت
مصنف	:	آیت ا......محمد تقی بہجت (مرحوم)
مترجم	:	علامہ سید افتخار حسین نقوی
کمپوزنگ	:	شاہد علی جعفری
سال اشاعت	:	2018ء
تعداد	:	1000
قیمت	:	600
ناشر	:	قرآن سنٹر، اردو بازار لاہور

سٹاکسٹ:

دانیال پلازہ، چٹھہ بختاور، پارک روڈ اسلام آباد

منتہائے نور مرکز تحقیقات، پاکستان

رابطہ: +92-333-1910220

فہرست

بندگی کی بنیاد	21
بندے اور اللہ کے درمیان تعلق کا ایک اور معنی	21
محبوب ترین بندہ	21
محبت کے وسیلہ سے خود بینی (خود پسندی) کی نفی	22
ہم کس طرح کے عاشق ہوں؟	22
رُوحِ عبادات	23
کافروں کیلئے بھی نفع بخشش ہے	24
یہی دوستیاں اور دشمنیاں باقی رہ جائیں گی	25
عبادت کی شرائط	26
طلائی ایوان پر لکھی ہوئی حدیث	26
ایک بال برابر محبت	27
سچی محبت	28
اہل البیتؑ سے محبت کو ہم مفت اپنے ہاتھ سے نہ دیں	28
الٰہی ذمہ داری، الٰہی فریضہ	30
نعمت ولایت	30
اہل البیتؑ کی میراث	31

سلمان بننے کا راستہ	32
حضرت سلمانؓ کی بلندی	32
زہیر بن قین شہداء کے کاروان میں	33
شیعہ اور سنی میں اتفاقی امر	33
عشق کا ترجمان	35
امام حسین علیہ السلام کا اعزاز	35
سیدہ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کیلئے ایک مولود کی بشارت	36
عجائب سے	36
فتح وکامرانی کا دن	37
سیب کی خوشبو	38
عزاداری کا لباس	38
حرم امام حسین علیہ السلام میں سحر کے وقت خوشبو	39
ایک عاشق کا تذکرہ	39
عابس کی بہادری	40
امام حسین علیہ السلام پر گریہ	40
خودکشی اور شہادت	41
حق کی خاطر موت	42
امام حسین علیہ السلام کا اپنے انصار سے امتحان	42
شب عاشور کا خطاب	43
عصمت کی اقسام	44

مومن کی نگاہ	45
امر اور ذمہ داری کا دارو مدار	46
اصحاب کی عصمت	47
خدا ہی جانتا ہے کہ وہ کیا کچھ دیکھ رہے تھے	47
موت سے۔۔۔بلند مقامات کے حامل افراد	48
واپسی کا اقدام	48
عمر بن سعد دُنیا کا پجاری	48
حضرت ابوالفضل کی عظمت	49
ہمیں موت سے نہ ڈرائیں	50
امام سجادؑ امام حسینؑ کی نصرت کے لئے آمادہ	50
جنات کی آمد	50
جنگ سے فرار کا حکم	51
امام حسن مجتبیٰؑ کا وقتِ آخر بھائی امام حسینؑ سے مکالمہ	52
فقہی قانون وضابطہ	52
تمہارے گھوڑے کی ضرورت نہیں	53
عبیداللہ بن حر جعفی کے پاس امام حسینؑ کا جانا اور مدد طلب کرنا	54
سیدالشہداءؑ کے اصحاب نے یزیدی کافروں کو بہت نقصان پہنچایا	54
سب کے سب اپنی جانوں سے گزر چکے تھے	55
شہد سے بھی زیادہ شیریں	56
عظیم ترغنیمت	57

شب عاشوراء میں اصحاب کے حالات	57
خطبہ ھمام میں متقین کی صفات	58
حضرت امام مہدی (عج) کی غیبت اور آپؑ کا ظہور	58
کربلاء کی ابتداء غدیر سے ہے	59
غیب سے آگہی بارے	59
اللہ کی توصیف وحقیقت کا ابن عباس سے سوال اور امام حسینؑ کی مظلومیت	60
حضرت امام حسینؑ اپنے شہر میں بھی غریب تھے	60
حضرت امام حسینؑ عاشق اللہ (موت کا عشق)	61
سیدالشہداءؑ کا اقدام صحیح تھا	62
حضرت مسلم بن عقیلؑ کو جنگ کی اجازت نہ تھی	63
حضرت مسلم بن عقیلؑ دارالامارہ پر کنٹرول نہیں کرتے	63
مسلم بن عقیل کو کوفہ کی جانب روانگی کے وقت	63
کوفہ میں ہانی بن عروہ کی گرفتاری	64
واپسی کا راستہ نہ تھا	66
امام حسینؑ کیلئے واپسی کا راستہ نہ تھا	67
حر کے لشکر سے ملاقات	68
عمر بن سعد کا جھوٹ	69
یزید کا واضح حکم نامہ	69
ابن زیاد کا خط بارے ردعمل	70
مکہ میں عبداللہ بن زبیر سے امام حسین علیہ السلام کی گفتگو	70

امام حسینؑ کی تحریک کا آغاز اور بیعت سے انکار	71
جنگ صفین میں امیر المومنینؑ کی معاویہ کو پیشکش	72
عبداللہ بن عمر سے گفتگو	72
علیؑ اور معاویہ	73
بیعت سے آزاد کر دینے کا اعلان	73
حضرت امیر المومنینؑ کی کریمی	74
عمرو بن سعد کی خباثت وکمینگی	74
عمرو بن عاص کا بیان	75
کربلا میں پانی کی بندش	75
ابن زیاد کا عمر بن سعد کے لئے حکم نامہ	75
نیک اور بد سب یزید کے مخالف ہو گئے	76
جنگ کا آغاز	76
ذلت وعزت کا معاملہ	76
یزید کا جھوٹ......قتل حسینؑ کا سب سے بڑا مجرم خود یزید ہی تھا	76
امام حسینؑ نے آغاز نہیں کیا	77
بن زیاد کا عمر بن سعد کو خط	78
نعمان بن بشیر کا بیان	78
یزید کے درباری مقتل نویسوں کی بات	78
عمر بن سعد نے ابن زیاد کو جھوٹ لکھا	79
حاکم کی مطلق اطاعت	80

سکینہ بنت الحسین علیہا السلام کا بیان	81
امان نہ دینے والے دشمن، بے وفائی کرنے والے دوست	82
جنگ عظیم میں روسی بادشاہت کا واقعہ	82
حضرت مسلمؑ کیلئے سید الشہداءؑ کا پیغام	83
عاشوراء کی نماز ظہر......کربلاء کی جنگ دفاعی جنگ تھی	84
ظہرین کے بعد جنگ	85
نماز کے وقت کی خبر دی گئی	85
حضرت علی اکبرؑ میدان جنگ میں	86
علیؑ سے دشمنی کیوں......؟	86
امام حسینؑ کا قوم سے سوال	87
بیت المال کی صفائی	87
امام حسینؑ کا قوم سے سوال	88
امیر المومنینؑ اپنے اصحاب کے ہمراہ	88
جنات کی جانب سے امام حسینؑ کی خدمت میں درخواست	89
امام حسینؑ کا جنات کو جواب	89
جنات کی افواج	89
امام حسینؑ کی جنات کیلئے دعا	89
جنات کا تسلیم ہونا	90
طاقت، سعادت اور بدبختی کا معیار	90
زعفر جن کے بارے میں	90

سنگ ستم	91
شمر کا امام حسینؑ سے سوال	91
آزاد بنو!	92
ابوسفیان کے شیعہ	92
گھوڑوں کے سموں تلے جسد مبارک	92
عمر بن سعد وفادار سپاہی	93
سید الشہداءؑ کے سر مبارک کا تکلم کرنا	93
حارث بن وکیدہ کا بیان	94
امیر ہوں، اگرچہ اسیر ہوں	94
سادات کے بچوں کا صدقہ نہ لینا	95
یزید ملعون کی مجلس میں	96
بی بی زینب سلام اللہ علیہا کا یزید ملعون کو جواب	97
سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کی شجاعت و دلیری	97
شاہانہ بخشش	98
امام سجادؑ کی سخاوت	98
حضرت سجادؑ کی تسبیح	99
کوکب شرم وحیا سکینہؑ بنت امیر المومنینؑ	99
رے شہر کی گورنری	100
امام حسین علیہ السلام کا فرمان سچا ہوا	101
حضرت علی اکبرؑ کا تین خاندانوں سے تعلق	101

قاتلوں کا انجام	102
مختار سے دشمنی	103
عمر بن سعد کے قتل کا حکم	103
میثم تمار کے ساتھ مختار جیل خانہ میں	104
مختار پر جھوٹا الزام	104
مختارؒ کی شان و عظمت	105
وہ لوگ اہل البیتؑ کو دیکھ نہ سکتے تھے	106
محمد بن علیؑ المعروف ابن حنفیہ کے فرزند ابو ہاشم عبداللہ	106
اگر بنی اُمیہ کیلئے مددگار نہ ہوتے......؟	107
ریاست کا جنون	108
مصریوں کی دربار خلافت میں شکایت	109
امام حسین علیہ السلام کے وفادار ساتھی	110
معاویہ کے اعترافات	112
معاویہ اور یزید میں فرق	113
یزید کے لئے بیعت لینا	113
امام حسنؑ شام میں	114
فاسق کا دوسرا فاسق جانشین	115
یزید کے بارے میں مورخین کا بیان	115
مؤرخین کے ہاں فضیلت کا بیان	115

یزید شراب خور، کافر کا خلیفہ بنایا جانا	116
نیک اور بد کے بارے میں غزالی کا بیان	116
یزید کی تعریف کرنے والے	117
یزید کی موت	118
یزید کی بیوی کا بیان	118
امیر المومنین علیہ السلام کا معاویہ کیلئے خط	119
مروان بن حکم ایک نامبارک فرزند	119
مروان کا امام حسینؑ کو قتل کرنے کا منصوبہ	120
امام حسینؑ ولید کے ہاں	121
ولید اور مروان کا اکٹھا ہونا	121
ابن زیاد کے لئے یزید کا حکم	122
مسلم بن عقیلؑ اور ہانی بن عروہؒ کی شہادت کے بعد	122
امام حسینؑ کی شہادت کے بعد کعبہ سے جنگ	123
کعبہ پر عبداللہ بن زبیر کا قبضہ	123
زبیر کی اہلبیتؑ سے دشمنی	124
خدا سے بڑا مقدس	125
مختار کا شہید ہونا	126
امام حسینؑ کی بنی امیہ سے تعلق داری!	127
ابن حنبل	127
یزید کے جرائم	128

امام احمد بن حنبل کا یزید کے بارے میں نظریہ	128
حرمت حرم الٰہی کا پاس نہ کیا گیا	129
ولید کیلئے یزید کا فرمان	130
محمد بن حنفیہ شام میں	130
حضرت علیؑ سے ولد الزنا محبت نہیں کرسکتا	131
ولید گردن کش جبار تھا	132
حضرت زید بن علی علیہما السلام پر ظلم	133
زیدؒ راہ خدا میں موت کے عاشق تھے	134
یحییٰ بن زید کا قیام	134
امام زمان (عج) کے حضور حالات کا شکوہ	135
امام حسینؑ کی عزاداری	136
قدیم زمانہ کا نجف	136
کربلاء کی تباہی	137
تاریخ کا تکرار	138
کیا ہم عبرت حاصل نہ کریں؟......!	138
حسینی یا یزیدی	139
دین خدا کی نصرت	139
سعادت مند دُنیا	142
حسینؑ کے بغیر ہم کہیں کے نہیں	142
فتح و کامرانی کا تنہا وسیلہ	143

توابین کا گروہ	143
توبہ کا بھی ایک راستہ	144
جہاد کیلئے وقت کے امام سے اجازت	144
امام حسینؑ کے قاتلوں کا انجام	145
اپنی عمر کے خرمن کو آگ لگانا	145
امام حسینؑ کے قاتل دُنیا کے پجاری	146
امام حسینؑ کا فوج اشقیاء سے سوال	146
میدان کربلاء میں یادِ خدا	147
ہشام ملعون کا حضرت زید سے مکالمہ	148
تقویٰ کی نصیحت	149
شہید کامیاب ہے	149
کیا وہ جہنم سے آئے تھے اور ہم جنت سے آئے ہیں	150
اپنی اصلاح	151
آئمہ کے نام سے اپنے مطلب کا حصول	152
معاویہ بن یزید کا اعتراف	153
امتحان میں کامیاب ہونے والے افراد	154
یزید کا بیٹا	155
ہماری موت بھی قریب ہے	155
اندر کا یزید	156
ذرا اپنا جائزہ لیں......!	157

کیا ہم یزیدیوں کی بیعت نہ کریں گے؟	158
کہاں پر پناہ لیں؟	158
خدا نہ کرے کہ ہمارے لئے ایسی حالت پیدا ہو جائے	159
مردہ دل سے زندہ دل ہونا	159
جو ہمارا عمل ہے اسی کا اثر بھی ہمارا مقدر ہے	161
ہم خود کو مریض نہیں سمجھتے	161
امام حسین علیہ السلام کے فضائل سننے کا سوال	162
امامؑ کا قتل ہو جانا اور عید کا انتظار	162
ہزار سالہ مصیبت	163
رحمت واسعہ کے مظہر	164
رحمت الٰہی کا پھیلاؤ	165
خاک کربلاء میں دردوں کی شفاء	167
بت پرست ہندو کی داستان	168
زیارت عاشورا کی برکات	170
سید عبدالغفار کی حاجات	171
شیر پر سوار زائر	173
حضرت ابوالفضل العباسؑ سے ناراض مت ہو......!	173
ہم انکی زیارت کے محتاج ہیں	174
دیدار کی تڑپ	175
اہم آدابِ زیارت	177

خدا کا سلام	178
جذب کی کیفیت	179
ہر چار سال میں ایک مرتبہ زیارت کا حکم	180
مام حسینؑ کی زیارت کے بارے میں تاکید	180
ایسا مستحب جو واجب کے مشابہ ہے	181
امام حسین علیہ السلام کے زائرین عرفات کے زائرین پر مقدم	183
نیمۂ شعبان کی زیارت	183
حضرت امام حسینؑ کی زیارت کیلئے حضرت موسیٰؑ کی آمد	186
جب تک میرے اوپر سب کچھ حلال نہ کرو، زیارت پر نہ جاؤں گا	188
میرزا آقا جواد آقا ملکی تبریزی کی وصیت	189
امام حسینؑ کی قبر کے پاس سے مراد	189
قبر حسینؑ کے پاس ہونے کا معنی	190
قابل توجہ امر......!	191
حائر حسینیؑ	192
استخارہ الھام کے مشابہ	194
خیمہ گاہ کی صفائی	195
کعبہ اور کربلاء کی بات	195
سنگ نشانی	197
ضریح کا بوسہ لینا	197
حوزہ نجف اور زیارات کے ایام	198

زیارت کیلئے تعطیل	198
زیارت عاشورا پڑھنا سیرت علماء سے ہے	198
ملا فتح علی سلطان آبادی کا دستور العمل	199
حضرت زینبؑ کی زیارت	200
علماء کے مقابر کی زیارت	201
اس سے بالاتر مستحب نہیں ہے	203
سید الشہداءؑ پر گریہ کرنا	203
دردانی (قیمتی موتی)	204
صراط مستقیم پر	204
علماء کیلئے مجالسِ عزاداری	205
دوسروں کے آرام میں خلل ڈالنا	206
دین اور مذہب کی ترویج کے مظاہر	207
باب رحمت	207
علماء دین سے عزادار تر	208
مداحوں (ذاکرین) سے گفتگو	208
مداحی اور ذاکری پر اعتراض	211
حرم امامؑ میں اذن دخول کی علامت	212
دُعا کی قبولیت کے بارے میں	213
ہم سب جوابدہ اور ذمہ دار ہیں	214
علماء سے خالی جگہ	214

تبلیغ کے اثرات اور کرامات	216
پیغمبر کا پیغمبر	217
ایک عالم کی تبلیغ کیلئے منصوبہ بندی	218
تبلیغ میں احتیاط	219
تمام خطابات روایات پر مشتمل ایک یادگار واقعہ	220
خطابت کیلئے مناسب کتاب	221
مبلغین کیلئے نصیحت	222
ہر شے سے بہتر	223
ایک سبق آموز واقعہ	224
اہل سنت کی کتاب اور مذہب کی تبلیغ	224
یزید کی خواہش اور ابن زیاد کا جواب	225
اہل سنت کی کتابوں میں شیعوں کے حق میں دلائل	225
مطالب نقل کرنے میں احتیاط کریں	226
گذشتہ دور کے علماء اور ہمارے درمیان فرق	226
کل سے آج کی رونق کمتر ہے	228
عالم، عامل اور معلم	228
کل کی ناشکری، آج کی گرفتاری	229
محروم مناطق میں تبلیغ کی ضرورت	230
بین الملی تبلیغ	230
خدا کے لئے تبلیغ چھوڑ دینا	231

تمہارے اوپر ساری توجہات ہیں	232
یقینیات پر اکتفاء کریں	233
علیؑ مولا کے فضائل کے بارے میں	234
سوالات وجوابات	236

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بندگی کی بنیاد

بندگی اور عبودیت کی بنیاد اور اساس محبت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

’’اللہ تعالیٰ مؤمنوں سے محبت کرتا ہے اور مومنین اللہ سے محبت کرتے ہیں‘‘۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

’’جو ایمان لائے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ محبت کرنے والے ہیں (کافروں سے زیادہ وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں)‘‘۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

’’رسول اللہؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کہا گیا کہ تم ان سے یہ کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو تم میری پیروی کرو جب تم میری پیروی کرو گے تو پھر اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا‘‘۔

بندے اور اللہ کے درمیان تعلق کا ایک اور معنی

جبکہ اہل سنت کے بعض گروہ اس بات کے انکاری ہیں کہ اللہ اور بندے کے درمیان محبت کا تعلق ہے بلکہ بندے کی اللہ سے محبت کا معنی اللہ کے اوامر کی اطاعت کرنا ہے اور اللہ کی بندہ سے محبت اس کے اعمال کا اللہ کی طرف سے بدلہ اور ثواب دینا ہے۔

محبوب ترین بندہ

روایات میں آیا ہے کہ اللہ کے نزدیک بندگان سے محبوب ترین بندہ وہ ہے کہ اللہ جس کی مدد کرتا ہے اس امر پر کہ وہ اپنے نفس پر غالب آجائے، اس کے لئے زیر پوشش

اندوہ غم کو قرار دیتا ہے اور خوف وخشیت کو اس کے لئے روپوش قرار دے دیتا ہے۔

محبت کے وسیلہ سے خود بینی (خود پسندی) کی نفی

’’اے اللہ!...... میرے دل کو اپنی محبت کا گرویدہ قرار دیدے‘‘۔ خود بینی اور خود پسندی سے باہر آنا یہ ہے کہ انسان پروانہ بنے اور نور سے وصل ہو جائے۔ نور سے لگ کر نور ہو جائے۔ خدا سے درخواست کریں کہ ہم اپنے ذاتی جذبات اور احساسات سے فارغ ہو جائیں، خالی ہو جائیں، اپنے سے بے خود ہو جائیں تا کہ خود کو کچھ نہ سمجھیں اور اس ذات (اللہ عزوجل) کی عظمت میں گم ہو جائیں۔

ہم کس طرح کے عاشق ہوں؟

جو کوئی کسی جمیلہ (خوبصورت عورت) کا عاشق ہے اور اس سے رابطہ کرنا چاہتا ہے۔ باتقویٰ انسان شریعت کے راستہ سے اور غیر متقی ہر طریقہ سے جو بھی ہو اور جیسا ہو، اس کی ہمیشہ توجہ اسی عورت کی طرف ہوتی ہے اسے اس کا گھر ہی ہر وقت نظر آتا ہے اور وہ اسی کی گلی میں گم رہتا ہے اس سے توجہ ہٹانے کے لئے کوئی مانع یا رکاوٹ جو اسے اس حالت سے روک دے وہ شئے اسے اپنی طرف متوجہ کرلے، جو کسی کا پروانہ ہو جاتا ہے تو اسے تعلیم دینے کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ کس طرح نور کی جانب جائے اور اس کے ساتھ کس انداز کی محبت کرے۔ پروانہ خود بخود نور کی طرف جاتا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ محبت کمالات کے منبع وسرچشمہ کے ساتھ ہو اور اس عالم سے اس کا تعلق قائم ہو جائے جیسے ہمیشگی ہے اور اسی سے اس کا رابطہ بڑھتا رہے۔

رُوحِ عبادات

رُوحِ عبادات اللہ کی ولایت ہے اور ولی اللہ کی ولایت اللہ ہی کی ولایت سے عبارت ہے۔ ہمارا تو بارہ اماموں سے، انبیاء اور ان کے اوصیاء سے کوئی واسطہ نہیں ہے مگر یہ اللہ کا ان سے کام ہے، اللہ نے انہیں ذمہ داریاں دے رکھی ہیں، اللہ سے دوستی ان حضرات سے دوستی میں پوشیدہ ہے، اللہ کا امر اسی وقت انجام پائے گا جب ان کی بتائی ہوئی باتوں اور ان کی ہدایات پر عمل کریں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اطاعت کو واجب قرار دیا ہے بلکہ اگر کوئی انسان کسی سے اس وجہ سے دشمنی کرتا ہے کہ وہ ایمان رکھتا ہے تو گویا اس نے تمام انبیاء اور اوصیاء سے دشمنی کی ہے۔ اس کے برعکس اللہ کی جانب سے عفو اور بخشش میں ایمان کی قید ظاہری طور پر مدنظر نہیں ہے بلکہ اس کے لئے محبت ہی کافی ہے کیونکہ روایات میں آیا ہے ''میں نے محبت رکھنے والوں کو مزید مانگا تو میرے لئے محبین کو بڑھا دیا، پھر میں نے اور مانگا تو میرے لئے میرے محبوں میں ان سے محبت کرنے والوں کو شامل کر دیا (ہر دفعہ مطالبہ پر اللہ تعالیٰ نے آپ سے محبت کرنے والے ہی آپ کو عطاء کئے)''۔

پس محبت کرنے والوں کے دوست داروں کا اضافہ کر دیا اگر **محب المحبین** (محبت کرنے والوں سے محبت کرنے والے) اس وجہ سے شامل ہیں کہ وہ محبین (محبت کرنے والوں سے) محبت کرنے والے ہیں نہ کہ خود محبین سے ہیں بلکہ بالواسطہ محبین ہیں۔ فرض کریں کہ اس محبت کرنے والے نے میرے ساتھ احسان کیا ہے اس لحاظ سے میں اس سے محبت کرتا ہوں اس اعتبار سے کہ وہ شخص درحقیقت اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والا تھا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت واسعہ اور آپ کا لطف عام تو اُن اصل انبیاء کے لئے ہے لہٰذا وہ اس کیلئے

بھی ہے جو اس اصل سے متصل ہے یہ **محب المحبین** (محبت کرنے والوں سے محبت کرنے والے) کا سلسلہ اسی طرح جاری و ساری ہے۔ آپ اہل بیت محمد علیہم السلام کا دوست دار بنیں، ان سے محبت کریں اگرچہ تم گناہگار اور فاسق بھی کیوں نہ ہو اور ان سے بھی محبت کرو جو اہل البیت علیہم السلام سے محبت کرنے والے ہیں اگرچہ وہ افراد جو اہل البیت علیہم السلام سے محبت کرتے ہیں وہ فاسق ہی کیوں نہ ہوں (تم ان سے اس لئے محبت کرو کہ وہ اہل البیت علیہم السلام سے محبت کرنے والے ہیں۔ اس طرح اللہ کی رحمت واسعہ اور لطف عام جو اللہ کی بخشش وعفو وغفران سے عبارت ہے وہ تمہیں بھی شامل ہو جائے گا۔

(دعوات راوندی، ص ۲۸، بحار الانوار، ج ۶۶ ص ۲۵۳)

کافروں کیلئے بھی نفع بخشش ہے

اہل البیت علیہم السلام سے محبت سب کیلئے مفید و نافع ہے، حتیٰ کہ کافر کو بھی فائدہ دیتی ہے۔ حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے طلائی ایوان کے اوپر یہ لکھا ہوا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر سارے انسان علی علیہ السلام کی محبت پر اکٹھے ہو جاتے تو اللہ تعالیٰ ہرگز جہنم کو خلق نہ فرماتا۔

ایک اور روایت میں ہے امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

''میں نے اللہ سے درخواست کی کہ وہ میرے لئے کچھ اور عزت و کرامت اور اپنے لطف خاص کو بڑھا دے تو اللہ تعالیٰ نے علیؑ سے محبت کرنے والوں سے جو لوگ محبت کرنے والے ہوں گے ان کو بھی شامل کر دیا''۔

(بشارۃ المصطفیٰ، ص ۵۷، کشف الغمہ، ج ۱، ارشاد القلوب، ج ۲، ص ۲۳۴، عوالی

اللئالی، ج ۴،ص ۸۶، بحارالانوار، ج ۳۹،ص ۲۴۸ و ۳۰۵)

یہ یقینی ہے کہ ایک کافر جو علیؑ سے محبت کرتا ہے اور ایک کافر جو علیؑ سے محبت نہیں کرتا، اگرچہ کافر جہنم میں ہوگا اور اس میں ہمیشہ رہے گا لیکن ان دونوں کے عذاب میں فرق ہوگا۔ یہ سوال بھی کہ کہ ایسے کافر کیلئے عذاب کی فصلیت اور عملیت ثابت ہے؟ جو کافر حضرت علی علیہ السلام سے محبت نہیں کرتا اس نے ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے لیکن جو کافر علی علیہ السلام سے محبت کرتا ہوگا تو اس کا عذاب اس سے کمتر ہوگا جس میں وہ خفیف نہ ہوگا۔ (تفسیر فرات کوفی، ص ۴۱۱، عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲،ص ۷۴، امالی طوسی، ج ۱،ص ۲۹۳، ارشاد القلوب، ج ۲،ص ۲۵۸، بحارالانوار، ج ۷،ص ۳۳۳؛ ج ۲۷،ص ۷۹؛ ج ۳۵،ص ۵۲؛ ج ۴۰،ص ۷۸)

یہی دوستیاں اور دشمنیاں باقی رہ جائیں گی

انسان کے پاس اس دنیا میں دوستی اور دشمنی کے سواء اور کچھ بھی نہیں ہے، کوئی بھی انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ دوست بنانے اور کسی کو دشمن رکھنے سے عاجز ہو۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ وہ عینک لگائے اور دقت کرے اور دیکھے سوچے اور غور کرے کہ وہ کسی کے بارے میں کونسی اور کیسی عقیدت رکھے، کونسی عادت اپنائے، اس کا اخلاق کیسا ہو، کس عقیدہ کو اپنائے۔ اسے دیکھنا ہے کہ وہ کس سے دشمنی کرے، کونسا کام نہ کرے اور کس سے دشمنی رکھے۔ یہی دوستیاں اور دشمنیاں انسان کے لئے باقی رہ جائیں گی وگرنہ ہر عمل کیلئے بہت ساری شرائط ہیں معلوم نہیں کہ وہ عمل کے میدان میں اس عمل کی شرائط پر پورا اُترے گا یا نہیں۔

آقائے مرزا قمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ہم جو نمازیں پڑھتے ہیں اگر ان پر اللہ تعالیٰ ہمیں سزا نہ دے تو ہمیں بہت زیادہ شاکر ہونا چاہیے''۔

عبادت کی شرائط

عبادات کی بہت زیادہ شرائط ہیں، معلوم نہیں کہ ہم ان عبادات کی شرائط پر پورا اُتریں گے یا نہیں لیکن دوستی اور دشمنی کی کوئی شرط نہیں ہے۔ اللہ سے دوستی اور اللہ کے دوست سے دوستی معمولی سے طریقہ سے بھی حاصل ہوسکتی ہے، دوستی کا عمل آسان عمل ہے۔

یہ روایت جو کہ امیر المومنین علیہ السلام کے طلائی ایوان کے اوپر لکھا ہے، یہ ینابیع المودۃ کی روایت ہے، ہوسکتا ہے کہ یہ روایت ایسے ہی ہو، قدیم زمانہ سے یہ روایت اس جگہ پر درج ہے۔

طلائی ایوان پر لکھی ہوئی حدیث

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اگر سارے انسان علی ابن ابی طالب علیہم السلام کی محبت پر اکٹھے ہو جاتے تو اللہ تعالیٰ آتش جہنم کو خلق ہی نہ کرتا۔''

لیکن ہم اہل البیت علیہم السلام کے قدردان نہیں ہیں ہم ناقدرے ہیں یہ اس طرح ہے کہ ایک گھر میں خزانہ پڑا ہے لیکن ایسا لگتا ہے کہ ان کے پاس خزانہ موجود ہی نہیں ہے وہ اس خزانہ سے بالکل غافل ہیں بلکہ ہمارا عمل اور ہماری حالت ان سے بدتر ہے، ہماری حالت ان کی مانند لگتی ہے جو ان حضرات کی امامت کے قائل نہیں ہیں۔ ہمارے

پاس امیر المومنین علیہ السلام موجود ہیں جبکہ ہمارے ایک ہاتھ میں قرآن ہے اور دوسرے ہاتھ میں اہل البیت علیہم السلام ہیں لیکن اس کے باوجود ایسا لگتا ہے کہ ہمارا ہاتھ خالی ہے اور ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے، ان کی سنگینی کا اور اس کی اہمیت کا ہمیں احساس ہی نہیں ہے گویا ہمارے پاس کچھ بھی موجود نہیں ہے۔

مرحوم شیخ عبد الکریم حائری سے یہ بات نقل ہوئی ہے اہل سنت اور شیعہ کے بارے میں ''اہل سنت نے اہل البیت علیہم السلام کو ضائع کر دیا اور شیعوں نے قرآن کو ضائع کر دیا''۔

لیکن بندہ (آقائے بہجت) کا نظریہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ان دو میں سے جب ایک کو ضائع کر دیتا ہے تو دوسری چیز خود بخود ضائع ہو جاتی ہے۔ ایک کو ضائع کرنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ اس نے دونوں کو ضائع کر دیا ہے کیونکہ یہ دونوں آپس میں ایک اور متحد ہیں، یہ دونوں جدا جدا نہیں ہیں۔ ضدی ہٹ دھرم انسان ہی ہوگا یا بالکل اُجڈ جاہل ہوگا جو اس بات کو نہ سمجھتا ہو کہ علی علیہ السلام اور ان کی اولاد عدول، متقین اور صادقین سے ہیں (عدل، تقویٰ، صداقت ان کا خاصہ ہے) اور جو ان کے دشمن ہیں، ان کے مخالفین ہیں وہ فاسقوں اور فاجروں کی صف میں کھڑے ہیں۔

ہم اللہ سے پناہ مانگتے ہیں کہ ہم فاسقوں، فاجروں کے گروہ سے ہوں اور متقیوں کے گروہ سے نہ ہوں۔

ایک بال برابر محبت

موت کا خوف نہیں، ظاہری لحاظ سے موت بھی نیند ہے جس سے ہم مانوس ہیں

موت کے بعد کی جو مشکلات ہیں ان سے نجات حاصل کرنے کیلئے اہل البیت علیہم السلام سے ایک بال برابر محبت بھی کافی ہے۔ اس قدر محبت تو یقینی طور پر ہمارے دل میں موجود ہے۔ کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ مریں تو اہل البیت علیہم السلام سے محبت کا سرمایہ اگرچہ تھوڑا سا ہی کیوں نہ ہو، اپنے ساتھ لے کر جائیں۔ جب ایسا ہوگا تو پھر موت کے بعد کے خطرات اور پریشانیوں کی پرواہ نہیں ہے۔ (بحار الانوار، ج ۲۷، ص ۱۸۹؛ مستدرک الوسائل، ج ۵، ص ۱۲۳)

سچی محبت

سچی محبت یہ ہے کہ اس محبت کے ساتھ مخالف کی محبت نہ ہو جس شخص کی ان چہاردہ معصومین علیہم السلام سے کسی ایک سے محبت ہو تو اس کا معاملہ درست ہے، شرط یہ ہے کہ اس کی محبت سچی ہو (اور سچی محبت یہ ہے کہ ان کے مخالف سے تعلق نہ ہو، محبت خالص ہو اس میں ملاوٹ نہ ہو۔)

اہل البیتؑ سے محبت کو ہم مفت اپنے ہاتھ سے نہ دیں

خدا کرے اہل البیت علیہم السلام سے محبت وارادت، تعلق اور توجہ ہمارے اندر موجود رہے۔ مکہ اور مدینہ والوں کے پاس اہل البیت علیہم السلام کی نعمت ولایت موجود تھی، روایت میں آیا ہے کہ انہوں نے اس نعمت ولایت کی قدر نہ کی اس لئے یہ نعمت ہم عجمیوں کی طرف منتقل ہوگئی۔ خدا کرے کہ ہم غیر عرب اس نعمت کو مفت میں اپنے ہاتھ سے نہ دیں اس نعمت کو محفوظ رکھیں، اس کی حفاظت کریں اسے اپنے ہاتھ سے نہ جانے دیں۔

جناب ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب سے کچھ نے آپ کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول اللہؐ وہ کون لوگ ہیں جن کیلئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر ہم پھر گئے تو اللہ فرماتا ہے کہ ہم انہیں بدل دیں گے، جو ہمارے علاوہ اور لوگ اس مقام پر آجائیں گے اور وہ ہماری طرح نہ ہوں گے تو اس سے مراد کون لوگ ہیں؟ وہاں پر جناب سلمانؓ رسول اللہؐ کے پہلو میں موجود تھے آپ نے جناب سلمانؓ کی ران پر ہاتھ مار کر فرمایا: یہ اور ان کے ساتھی، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر ایمان ثریا ستارے (یعنی بہت ہی دشوار جگہ پر موجود ہو) پر ہو تو فارس کے لوگ ایمان کو وہاں سے بھی اُٹھا کر اپنے پاس لے آئیں گے۔"

اصل نماز پر دل سے نمازی کا پابند ہونا مقدم ہے

آئمہ اطہار علیہم السلام کی امامت کے عقیدہ میں پہلا مرتبہ اور پہلا درجہ قلبی التزام اور دل سے عقیدہ ہے کہ رسول اللہؐ کی وصیت ان کی خلافت بارے، ان کے ناموں کی صراحت ان کے آباء کے نام، ان کی مرجعیت، اس پر قلبی التزام ہو، وہ دل سے اس بات کا قائل ہو، اس پر محکم عقیدہ بھی رکھتا ہو۔ دوسرا مرتبہ اور مرحلہ عملی التزام ہے ان کے فرامین اور ہدایات کے مطابق ایسا نہیں ہے کہ ہم نماز پڑھیں لیکن انہیں اور ان کی امامت کو ہم دل سے قبول نہ کریں بلکہ سب کو یہ معلوم ہونا چاہئے اور اس کی پابندی کریں کہ نماز کو اس ترتیب سے پڑھیں جو انہوں نے ہمارے لئے نماز کیلئے دستور دیا ہے۔

یہ قلبی التزام خود نماز پر مقدم ہے کیونکہ فاسق جو تارک نماز ہے نہ کہ کافر اگر آئمہ کے راستہ میں موجود ہو تو وہ نجات کے راستہ پر ہے اس کے برعکس جو ان کی امامت کا عقیدہ نہیں رکھتا ان کی امامت سے انحراف رکھتا ہے تو وہ ہلاک ہوگا اگر نماز پڑھے اور

نماز کا طریقہ بتانے والوں سے بغض رکھے تو پھر ایسی نماز قبول نہیں کیونکہ اس کا عقیدہ خراب ہے۔

اللہ کے ولی کی معرفت

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

"اگر کوئی آدمی رکن اور مقام کے درمیان کھڑا ہو اور پورا دھر روزہ رکھے لیکن وہ شخص ہماری ولایت پر نہ ہو تو اسے یہ عبادت کرنا، روزے رکھنا بالکل فائدہ نہ دے گا"۔

وائے ہے ان پر جو اللہ کے قرب کا دعویٰ رکھتے ہیں لیکن اللہ کے ولی کی معرفت نہیں رکھتے۔

الٰہی ذمہ داری، الٰہی فریضہ:

خدا ہمیں جگائے، ہمیں متوجہ کرے تا کہ ہماری خود ہمارے اپنے حوالے سے جو ذمہ داری بنتی ہے ہم اسے جانیں اور ان لوگوں سے دوری اختیار کریں جن سے دُور ہونا چاہیے اور ہمیں جن کے قریب ہونا چاہئے ان سے قریب ہوں اور جن سے محبت کا ہمیں کہا گیا ہے ہم ان سے محبت کریں۔ مراد قرآن اور عترت ہیں۔ ہم قرآن اور عترت کے قریب ہو جائیں ان دونوں سے تعلق رکھیں ان سے محبت کریں (ان کے مخالفین سے دُور رہیں)۔

نعمت ولایت

شیعہ جتنا شکر کریں کم ہے کہ ان کا رابطہ اور تعلق اہل البیت علیہم السلام سے ہے، اللہ تعالیٰ نے انہیں اہل البیت علیہم السلام کی ولایت کی نعمت عطا کی ہے۔

جناب طنطاوی صحیفہ سجادیہؑ کے بارے لکھتے میں ہیں

”خالق کے کلام سے کمتر ہے اور مخلوق کے کلام سے بالاتر ہے“۔

دنیا میں بسنے والے انسانوں کی اکثریت نصرانی و مسیحی برادری سے ہے وہ سب لوگ قرآن سے محروم ہیں اور اسلامی فرقوں کی اکثریت سنی مسلک سے ہیں شیعہ نہیں لیکن یہ لوگ صحیفہ سجادیہؑ اور اہل البیت علیہم السلام سے منقولہ دُعاؤں اور نہج البلاغہ (جو امیر المومنین علیہ السلام کا کلام ہے) کی برکات سے محروم ہیں۔ (صحیفہ سجادیہ با مقدمہ آیت اللہ مرعشی نجفی، مقدمہ، ص ۳۰ و نیز: تکلمۃ منہاج البراعۃ، ج ۱۶، ص ۱۱۷)۔ [لیکن ہم شیعوں کی حالت یہ ہو کہ ہم نہ ان کی دُعاؤں سے آشنا ہوں اور نہ ہی ان کے کلام سے آشنا ہوں تو پھر یہ کیسی اہل البیت علیہم السلام سے ہماری تعلق داری ہے؟]

اہل البیتؑ کی میراث

ہمارے اختیار میں اہل البیت علیہم السلام کی دعائیں ہیں، ان سے روایت شدہ احادیث، ان کے چھوڑے ہوئے علمی خزانے، آپ کی تحریر کردہ کتابیں، یہ سب کچھ ہمارے پاس موجود ہے۔ یہ اس طرح ہے کہ اگر کوئی چاہے کہ کسی ایک امام کو موجود پائے یا ان کی آواز کو کیسٹ سے استماع (سنے) کرے یا ان کی خدمت میں موجود ہوتا کہ ان سے مطالب کو براہ راست سن سکے (نہ یہ کہ ان کی جناب میں خود سے کچھ گفتگو کرے یا سوال کرے) تو جو کچھ ہمارے پاس تحریری مواد موجود ہے ان سے جو کچھ موجود ہے تو اس سے زیادہ کچھ حاصل نہ کر سکے گا۔ سب کچھ ہمارے پاس موجود ہے لیکن ہماری حالت اس شخص کی مانند ہے کہ جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو اور وہ لوگ جو قرآن کے قائل ہیں نہ عترت اہل البیت علیہم السلام کو مانتے ہیں اور نہ ہی ان کی روایات کے قائل ہیں، ہم بھی تو سب کچھ

رکھنے باوجود جب ان سے فائدہ نہیں اٹھاتے تو گویا ہمارے پاس کچھ بھی نہیں۔ اگر آئمہ اطہار علیہم السلام موجود ہوتے تو بھی ان کی روایات پر ہی ہم عمل کرتے۔ ان سے عقیدت کا تقاضا یہی بنتا ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں لیکن سچ کچھ اور ہے لہٰذا اس جگہ حتمی جواب تو یہ بنتا ہے کہ ان کی موجودگی میں بھی ہم ان کے بیانات پر عمل نہ کرتے کیونکہ ہم مجبور نہیں مختار ہیں جیسا کہ آئمہ علیہم السلام کے ادوار میں ہم نے یہ امتحان دیا اور فیل ہوئے کہ ہم نے ان کی ناقدری کی، ان کی بات نہ مانی آج بھی اسی طرح ہے، ہم ان کی بات نہیں مان رہے، ان کا نام لیتے ہیں لیکن ان والا کام نہیں کرتے۔

سلمان بننے کا راستہ

اگر ہم یہ تشخیص دیں کہ ہم اپنی زندگی میں اہل البیت علیہم السلام کے فرامین، ان کی دعاؤں، ان کے علوم اور ان کے بیان کردہ مطالب سے سروکار رکھیں تو پھر ہمارا کام درست اور مکمل ہے لیکن ہم کیا کریں کہ ہماری حالت تو ایسی ہے کہ کبھی اِدھر چلے جاتے ہیں اور کبھی اُدھر جھک جاتے ہیں۔ اگر ہم نے اپنی نگاہوں کو آئمہ اطہار علیہم السلام کے بیانات، آپ کے خطابات، صحیفہ سجادیہؑ اور نہج البلاغہ پر گاڑھا ہوتا تو یہ بات ہمارے ایمان کو اوپر لے جاتی اور ہماری موجودہ حالت نہ ہوتی۔

حضرت سلمانؓ کی بلندی

روایت میں آیا ہے حضرت سلمان علم اور دانائی کے جس بلند مقام پر پہنچ چکے تھے تو یہ مقام انہیں اہل البیت علیہم السلام کی متابعت اور پیروی کے نتیجہ میں ملا۔ آپؓ نے کربلاء کے واقعہ سے پہلے اپنے ساتھیوں سے فرمایا تھا کہ تم سید شباب اھل الجنۃ سے

ملاقات کرو گے تو تمہیں ان کے ہمراہ مل کر جنگ کرنے کی بہت زیادہ خوشی ہوگی بہ نسبت اس خوشی کے جو اس جنگ میں فتح سے تمہیں ہوئی ہے۔ کئی سال گزر گئے اس کے بعد یہ مطلب پورا ہوا۔

زہیر بن قین شہداء کے کاروان میں

زہیر بن قین نے جب فیصلہ کرلیا کہ سید الشہداؑ کی مدد کریں گے تو انہوں نے اپنے ساتھیوں سے اس طرح گفتگو کی کہ آپ لوگوں سے جو پسند کرے تو وہ میرے ساتھ چلے وگرنہ اب آپ لوگوں سے یہ ہماری آخری ملاقات ہے آپ نے فرمایا: میں اس جگہ تمہیں ایک واقعہ بیان کرتا ہوں کہ ہم نے ''بلنجر'' سمندر کی جنگ لڑی، ہمیں کامیابی ہوئی، ہمیں بہت ساری غنیمت ملی اس بڑی فتح پر ہم لوگ بہت خوش تھے تو اس فتح کے بعد تو سلمان نے ہم سے یہ فرمایا: تم اس کامیابی پر بہت خوش ہو جو اللہ نے کامیابی عطا فرمائی ہے اور جو غنائم آپ لوگوں کو ملے ہیں ہم سب نے جواب دیا بالکل ہم اس وقت بہت خوش ہیں تو انہوں نے فرمایا: جب تم آل محمدؐ کے جوانوں کے سردار سے ملو گے تو تمہیں اس سے بہت زیادہ خوشی ہوگی۔ ان کے ساتھ تمہیں جنگ کرنے میں بہت زیادہ خوشی ہوگی یہ خوشی آج جو جنگی غنائم ملنے سے تمہیں ملی ہے اس سے زیادہ خوشی ہوگی جب تم ان کے ہمراہ ہوگے۔

شیعہ اور سنی میں اتفاقی امر

علماء اہل سنت سے ایک عالم کیلئے یہ بات کہی گئی: ہمارے اور تمہارے درمیان اصحاب پیغمبرؐ کے حوالے سے اختلاف ہے جبکہ اہل البیت علیہم السلام اور ان سے مودت اور دوستی کے حتمی ہونے میں دونوں فریق (سنی، شیعہ) میں اتفاق ہے۔ ہم ان سے یہ بات

کہتے ہیں۔ درحقیقت آپ اگر اہل البیت علیہم السلام اسلام سے مودت رکھتے ہوں تو پھر اصحاب کے احترام بارے ہم آپ کے موافق ہیں اور اگر آپ لوگ درحقیقت اہل البیت علیہم السلام سے مودت نہ رکھتے ہوں تو پھر آپ ہی ہماری طرح ان کے مخالف ہوں گے کہ ان میں مودت فی القربیٰ موجود نہیں (جو کہ قرآن کی صراحت کے مطابق ہر مسلمان پر واجب ہے)۔ (سورہ شوریٰ آیت ۲۳، **قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربیٰ**)

اہل البیت علیہم السلام سے محبت ایمان کیلئے ضروری ہے۔ جب اہل البیت علیہم السلام سے محبت ہے تو پھر اصحاب کا احترام بھی کرنا ہوگا اور اگر اصحاب کا احترام ہے تو اہل البیت علیہم السلام سے محبت کرنا لازمی ہوگا یہ دو امر جدا جدا نہیں ہیں۔

زیارت کیلئے پیسوں کی ضرورت نہیں

زیارت کی توفیق کا تعلق پیسے پاس ہونے سے نہیں کیونکہ جس طرح پروانے شمع کے گرد جلتے مرتے ہیں تو کیا حضرات معصومین علیہم السلام کے شمع (ہدایت و ولایت) ہونے میں کوئی سوال ہے یا ہمارے پروانہ ہونے میں کوئی مسئلہ ہے؟ بعض ایسے لوگ ہیں جنہوں نے ان حضرات علیہم السلام سے ملاقات کی ہے، ان سے سلام کا جواب بھی سنا ہے یا صاحب قبر سے گفتگو کی ہے اور اپنے سوالات کے جوابات بھی سنے ہیں لہٰذا ہم میں ایسا کیوں نہیں؟ مشاہد مشرفہ اور ضرائح متبرکہ، مقامات مقدسہ سے بہت زیادہ معجزات و کرامات و عجائبات و غرائب کو دیکھا گیا اگر اس طرح کے روابط نورانی اور رحمت کے دروازے اہل ایمان پر کھلے نہ ہوتے اور حضرات آئمہ علیہم السلام نے ہمیں اپنے حال پر چھوڑ دیا ہوتا اور وہ چلے جاتے اور وہ ہم سے بالکل غائب ہو جاتے تو سوچیں ہمارا کیا حال

ہوتا؟! یہ بات زور دیکر کہی گئی ہے کہ ہم عترت سے تمسک کریں اور ان کی طرف ہماری توجہ رہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے قرآن اور عترت میں جاذبیت اور کشش موجود ہے اگر ہمارے اندر صلاحیت اور قابلیت موجود ہو اور ہم ان کی زیارت کیلئے جائیں معلوم نہیں کہ پیسے والا شخص اس شمع کا پروانہ بنتا ہے یا وہ جس کے پاس پیسے موجود نہیں بلکہ یہ تو محبت کا جذبہ اور انجذاب ہے (کھینچنا، کھنچ جانا) اس کیلئے باقاعدہ تنظیم اور کوئی خاص پروگرام بنانا ضروری نہیں، ان کے ہاں پیسے والوں اور جن کے پاس پیسے نہیں ان میں فرق نہیں ہے اس حالت میں سب برابر ہیں۔

عشق کا ترجمان

جب میدان جنگ میں ہلاک ہونے کا غالب امکان ہو تو اس جگہ سے سلامتی کے ساتھ واپس ہونا واجب ہے اور اسے بے جا اُمید دلانا حرام ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایسی صورت حال میں پیچھے پلٹ جانا مستحب ہے۔ البتہ اس نظریہ کے تحت جائز ہے کہ مجاہدین باوجودیکہ انہیں اپنے مارے جانے کا یقین ہو تو پھر بھی وہ میدان جنگ میں موجود رہیں تاکہ شہادت کی سعادت کو پاسکیں اس طرح کہ وہ شہادت کے عاشق ہو جائیں۔ امام حسین علیہ السلام کی شہادت اسی بنیاد پر ہے۔ یہ بات پہلے سے طے ہوگئی تھی، ان کی تربت میں شفاء، ان کی اولاد میں امامت اور ان کی قبر کے پاس (قبہ کے نیچے) دُعاء کی قبولیت۔ اس بات کو خود امام حسینؑ نے قبول کیا اس پر آپ کی اماںؑ اور آپؑ کے باباؑ راضی ہوئے۔

امام حسین علیہ السلام کا اعزاز

بتحقیق اللہ تعالیٰ نے امام حسین علیہ السلام کیلئے ان کے قتل ہو جانے کے بعد میں

ان کی اولاد کیلئے امامت قرار دی اور ان کی تربت میں بیماروں کی شفاء رکھی اور ان کی قبر کے نیچے دُعا کی قبولیت قرار دی اور ان کے زائر کے لئے سفر زیارت میں آنے جانے کے ایام کو ان کی عمر میں شمار نہ کیا جائے گا، اللہ کا خصوصی انعام ہے جو زائرین امام حسینؑ کے لئے ہے۔

سیدہ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کیلئے ایک مولود کی بشارت

رسول اللہؐ نے فاطمہ سلام اللہ علیہا کیلئے پیغام دیا کہ اللہ تعالیٰ ایک مولود کی تجھے بشارت دے رہا ہے جسے میری اُمت میرے بعد قتل کر دے گی تو بی بی زہرا سلام اللہ علیہا نے یہ سُن کر واپسی جواب بھیجا کہ اللہ سے عرض کر دیں کہ مجھے ایسے مولود کی ضرورت نہیں ہے جسے آپ کے بعد آپ کی اُمت قتل کر دے گی تو اللہ نے ان کی طرف پیغام بھیجا کہ اللہ تعالیٰ نے اس مولود کی ذریت میں امامت کو قرار دے گا تو بی بیؑ نے جواب میں یہ پیغام بھیجا کہ میں اس پر راضی ہوں۔

عجائب سے

یہ بات عجائب سے ہے ہمارے پاس اس قسم کی بات آئمہ اہل البیت علیہم السلام سے کسی ایک سے بھی روایت نہیں ہوئی حتیٰ کہ رسول اللہؐ جو سب سے افضل ہیں اس طرح کا مطلب ان سے بھی نہیں ملتا یہ فقط کربلا کا واقعہ ہے یہ واقعہ بھی آپؐ کے مصائب سے ہے لیکن یہ بات آپؐ سے بھی نہیں ملتی کہ آپ چار مربع فرسخ زمین کو ان کے مالکان سے خرید لیں اور اس کی قیمت بھی نقد ادا کریں پھر اس شرط کے ساتھ اس زمین کو ان ہی کے حوالے کر دیں کہ وہ لوگ تین دن تک ان کے لئے میزبانی کریں جو کربلاء میں ان کی زیارت کے لئے آئیں تو وہ ان کی راہنمائی کریں کربلا کے رہائشی عربوں میں سے ایک

عرب آقا بہجت نے مجھ سے بیان کیا کہ ہمارے طائفہ کے پاس اس تحریر کی سند موجود ہے جو خط کوفی میں ہے مجھے ایسے یاد پڑتا ہے کہ اس نے یہ سند مجھے بھی دی تھی لہٰذا میرے پاس بھی یہ سند موجود ہوگی لیکن وہ تحریر خط کوفی میں ہے میں اس سے کچھ نہیں سمجھ سکتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس بارے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ پورے عالم میں اس قسم کی کوئی مثال موجود نہیں یہ مطلب عجائب سے ہے۔

سید الشہداؑ کا واقعہ ہی عجیب ہے اس لئے تو مؤمنوں کے دلوں میں ایک دہکتی چنگاری موجود ہے۔ ایک حدیث ہے کہ سید الشہداؑ کے قتل کی وجہ سے مومنین کا دل غم زدہ ہے اور وہ ہر وقت غم سے بھڑکتا رہتا ہے۔ مولاؑ فرماتے ہیں کہ کوئی بھی مومن مجھے یاد نہیں کرتا مگر یہ کہ وہ رو دیتا ہے۔ اس مطلب کو قبول کرنا آسان بات نہیں۔

سید ابن طاؤوس نے اس گفتگو کو اپنی کتابوں میں کو اہل سنت سے نقل کیا ہے:

''شہادت کا دن سعادت کا دن ہے، عزاداری کا دن نہیں ہے''۔

سید ابن طاؤوس نے یہ بات بھی کہی ہے:

فتح وکامرانی کا دن

''اگر تقیہ نہ ہوتا تو ہم کہتے کہ سید الشہداؑ کی شہادت فتح وکامرانی کا دن ہے اور شادمانی کا دن ہے، عزاداری کا دن نہیں ہے لیکن ایک بات جو ثابت ہے شکہ تکوینی طور پر اور خلقت کے لحاظ سے حسین علیہ السلام کا نام لیتے ہیں، مؤمنین عزادار ہو جاتے ہیں جیسا کہ چاہا گیا ہے اور عزاداری کو ترجیح ہے۔ تو یہ رونا جو ہے اس کا بہت مقام ومرتبہ ہے، اس عمل کی بڑی شان ہے، حسین علیہ السلام کا ذکر کر کے رونا، اس عمل کی کس قدر فضیلت ہے؟

اس میں عجائب وغرائب ہیں۔

سیب کی خوشبو

اس حد تک یہ بات کہی گئی ہے میں نے خود اس کا تجربہ نہیں کیا لیکن بعض عزاداروں نے یہ کہا ہے کہ سحری کے وقت یا شب جمعہ یا اسی طرح کے وقت میں مجھے پورا یاد نہیں، ایک بہت ہی عمدہ خوشبو سید الشہداؑ کے حرم سے نکلتی ہے جسے باقاعدہ محسوس کیا جاتا ہے اور وہ خوشبو سیب کی ہوتی ہے۔ یہ عجیب ہے!

عزاداری کا لباس

۱۔ اگر قرآن اور سنت سے ہدایت کے نشانات کو مٹا دیا گیا تو اس کی خاطر گریہ کرو، اس کے لئے افسوس کرو، دُکھ کا اظہار کرو، اگر ایسی بنیادیں رکھ دی گئیں کہ جس سے سعادت اور خوشی ہاتھ سے چلی جاتی تو اس پر گریہ کرو۔ امام حسین علیہ السلام نے اسی راستہ میں شہادت کو اختیار کیا جو کہ امام حسینؑ کے لئے نعمت ہے، سعادت ہے۔ ہم بھی اس پر خوشی مناتے لیکن اس واقعہ پر عزاداری کرنے میں روز محشر تک مالک کی رضا ہے جو نیک لوگوں کیلئے ہدف ہے۔ ہم عزاداروں کا لباس زیب تن کرتے ہیں سیاہ لباس عزاداروں کا لباس ہے، امام حسین علیہ السلام نے شہادت کا انتخاب کیا تا کہ قرآن بچ جائے، اسلام بچ جائے، اعلیٰ اخلاق اور انسانی اقدار بچ جائیں۔

۲۔ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''جس شخص کے پاس ہمارا تذکرہ ہو اور اس کی آنکھوں سے ہمارے تذکرہ کو سن کر آنکھوں سے آنسو نکل آئیں، اگر یہ آنسو مکھی کے پر کو تر کرنے کے برابر ہوں تو اللہ تعالیٰ

ایسے شخص کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے چاہے وہ گناہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں''۔

حرم امام حسین علیہ السلام میں سحر کے وقت خوشبو

۳۔ یہ خوشبو اس سیب کی ہے جسے جبرائیل علیہ السلام رسول اللہؐ کی طرف ہدیہ کے طور پر لائے تھے۔ امام سجاد علیہ السلام نے اپنے بابا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ کو روز عاشورا جب بہت زیادہ پیاس لگتی تو آپؑ اس سیب کو سونگھ لیتے تھے اس سے آپؑ کے لئے کچھ خنکی محسوس ہوتی۔ آپ کی شہادت کے بعد یہ سیب مفقود ہو گیا۔ قبر سے اسی جنتی سیب کی خوشبو سحری کے وقت اھل اللہ کو محسوس ہوتی ہے۔

امام سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں:

میں نے آپ کی قبر کی زیارت کی تو آپ کی قبر سے اس کی خوشبو آ رہی تھی، جو اس خوشبو کو محسوس کرنا چاہے تو وہ اسے سحر کے اوقات میں طلب کرے، اگر مخلص شیعہ ہوگا تو وہ اس خوشبو کو ضرور پائے گا''۔ (سبحان اللہ)

ایک عاشق کا تذکرہ

جی ہاں! جو عشق سے مقصود کو سمجھنا چاہے تو وہ کربلا میں آئے اور دیکھے کہ جب عابس نے دیکھا کہ اس کے مدمقابل کوئی نہیں آ رہا تو اس نے اپنے تن سے قمیص کو اُتار دیا، ننگے بدن سے میدان میں آ کھڑا ہوا۔ روز عاشورا میں ایسا ہی ہوا، عابس کا اس طرح ننگے بدن سے مقابلہ کیلئے میدان میں اُتر آنا ایسے ہے جس طرح خود سید الشہدؑا زِین ذوالجناح سے زمین پر آ گئے اور تیار ہو گئے کہ انہیں ذبح کیا جائے۔ اسی طرح ذبح کیا جائے جس

طرح گوسفند کو ذبح کیا جاتا ہے۔

عابس کی بہادری

۲۔ ربیع بن تمیم کہتا ہے جب میں نے عابس کو آتے ہوئے دیکھا تو میں اسے پہچان گیا تو میں نے لوگوں سے کہا یہ تو شیروں کا شیر ہے۔ ابوشبیب کا بیٹا (عابس) ہے ان کی طرف تم میں سے کوئی ایک بھی آگے نہ بڑھے تو اس نے زور زور سے آوازیں دینا شروع کر دیں کہ کون ہے جو میرے مقابل آئے؟ کوئی نہ آیا۔

عمر بن سعد نے کہا اس پر پتھر برساؤ تو ہر جانب سے اسے پتھر مارنا شروع کر دیئے گئے، جب اس نے ایسا دیکھا تو اس نے خود اپنی زرہ کو اُتار کر دُور پھینک دیا پھر اسی طرح ان پر ٹوٹ پڑے، وہ اکیلے میں دو سو کو پیچھے دھکیل رہا تھا کہ ہر طرف سے جبکہ وہ سب مل کر اس پر چڑھائی کر دیتے ہیں یہ پھر انہیں پیچھے دھکیل دیتا ہے اس حالت میں انہیں شہید کیا جاتا ہے۔

امام حسین علیہ السلام پر گریہ

۳۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:

یا ابن شبیب! اگر تم کسی بات پر رضا چاہتے ہو تو تمہیں چاہئے کہ حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام پر گریہ کرو کہ انہیں اس طرح ذبح کیا گیا جس طرح گوسفند کو ذبح کیا جاتا ہے۔

یہ بات فقہی کتابوں سے ثابت نہیں ہوتی: کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص خود کو خودکشی کیلئے پیش کر دے، اس کا اختیار کسی کے اپنے پاس ہے کہ وہ اپنے آپ کو قتل کرنے کا فیصلہ کرے

ایسا اختیار اس کے اپنے پاس ہو تو ایسا نہیں ہے۔ اگر دوسرے کو قتل کرنے کا اس کے پاس اختیار ہے تو اسے خود کو قتل کرنے کا اختیار بھی ہے لہٰذا بسم اللہ کہے اور اپنے اختیار سے خودکشی کرلے؟ یہ کیسی باتیں ہیں؟...... (ظاہر ہے اس کی ہرگز اجازت نہیں) البتہ کچھ ایسے افراد تھے جنہوں نے امام حسین علیہ السلام کی محبت میں خود کو مارا۔ عابس شبیب شاکری ان میں سے ایک ہے، روز عاشورا اس نے خود کو بے لباس کیا، ننگے بدن کے ساتھ میدان مقابلہ میں اُترا، تلواروں، تیروں کے سامنے خود کو ڈال دیا تو وہ بے دفاع ہو کر مرنے کیلئے آگے بڑھا۔ جیسے حضرت ابوالفصل العباس علیہ السلام پیاسے ہیں دریا میں اُترتے ہیں چُلو میں پانی لیتے ہیں پانی پھینک دیتے ہیں اس لئے کہ حضرت سید الشہدؑ پیاسے ہیں۔ حضرت عباس علیہ السلام نے خود سے یہ کہا کہ جب وہ ہستی جس کی شان مجھ سے بلند ہے جب وہ پیاسے ہیں تو پھر میں پانی کیوں پیئوں؟۔

خودکشی اور شہادت

اسی طرح کربلاء میں سارے افراد میدان میں گئے تو یہ خودکشی ہی تو تھی، سب کو معلوم تھا وہ مرنے کیلئے جارہے ہیں لیکن جس قدر اس سے ہوسکتا تھا لڑنا تھا، مخالفوں کو مارتا تھا اگرچہ وہ سو آدمیوں کو ماردیتا ہے آخر کار خود مرجاتا ہے۔ یہ باتیں اسی طرح ہیں اگر یہ بات جائز نہ ہوتی کہ جس طرح سے بھی قتل ہوں تو پھر یہ اصحاب جو علماء تھے، آگاہ تھے وہ معذرت کرلیتے اور وہاں سے جان بچا کر چلے جاتے لیکن ماشاءاللہ وہ امام حسین علیہ السلام کے پاس آتے انہیں خداحافظ کرتے ہیں اور مرنے کیلئے میدان میں اُتر جاتے۔ امام حسین علیہ السلام انہیں اجازت دے دیتے اور بہت ساروں کو شرم محسوس ہوئی کہ وہ آپ

سے خداحافظ کریں وہ اسی طرح سیدھے میدان میں چلے گئے یہی مردانِ خدا باقی رہ گئے وہ کہتے تھے کہ ہم مارے جائیں، پھر اُٹھائے جائیں پھر مارے جائیں پھر اٹھائے جائیں پھر مارے جائیں پھر بھی آپ کو چھوڑ کر نہ جائیں گے۔

شب عاشور آپؑ نے اپنے اصحاب سے بیعت کو اٹھالیا تو کوئی بھی آپؑ کو چھوڑ کر نہ گیا وہ سب آپ کے عاشق تھے۔ کربلاء کا میدان، میدان عشق تھا۔

حق کی خاطر موت

علی ابن الحسین علیہ السلام الاکبر نے عرض کیا کہ اگر ہم حق پر ہیں تو پھر ہمیں موت کی پرواہ نہیں، موت ہم پر آئے یا ہم موت پر جاپڑیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہم اس مقام پر کیا عرض کریں وہ خود بھی جانتے ہیں، اپنے کام کا جواب بھی ان کے پاس ہے۔ وہ آپ اپنے بارے میں خود بھی آگاہ ہیں۔

امام حسین علیہ السلام کا اپنے انصار سے امتحان

جس وقت امام حسین علیہ السلام اور آپ کے ساتھی دشمنوں کے گھیرے میں آچکے تو امام حسین علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: تم میری بیعت سے آزاد ہو، اپنے قبائل اور دوستوں کے پاس چلے جاؤ میں نے تمہیں اپنا ساتھ چھوڑنے کی اجازت دے دی ہے تم مجھے چھوڑ کر جاسکتے ہو کیونکہ دشمن کی تعداد زیادہ ہے ان کے پاس اسلحہ بھی زیادہ ہے تمہیں ان پر ظاہری کامیابی نہیں ہوسکتی اور ان کا ہدف فقط میں ہوں، مجھے دشمن کے درمیان اکیلا چھوڑ دو، اللہ تعالیٰ میرے لئے مشکل کو کھولے گا اور اللہ کی نظر کرم میرے اوپر ہوگی۔ اپنے اہل البیت علیہم السلام سے یہی فرمایا جیسا کہ میرے صالح گذشتگان جو

گذر چکے ہیں ان کے ساتھ بھی ایسا تھا اس بیان کے بعد جو عام لوگ آپ کے ساتھ آئے تھے وہ آپ کو چھوڑ گئے، آپؑ کے اہل البیت علیہم السلام اور آپ کے خاصان آپ کے ہمراہ موجود (یہ بیان شب عاشورا سے پہلے دوران سفر کا ہے، شب عاشور میں جب ایسا ہی بیان دیا تو ایک بھی چھوڑ کر نہ گیا)۔

شب عاشور کا خطاب

شب عاشورا آپ کے اہل البیت علیہم السلام اور آپ کے خاص اصحاب نے آپ کا بیان سن کر جو سابقہ بیان سے ملتا جلتا تھا البتہ امام حسین علیہ السلام کو شب عاشور کے بیان میں آپ نے اپنے اصحاب اور اہل البیت علیہم السلام کی تعریف کی ہے کہ آپ نے بیعت سے آزاد کرنے کا اعلان کرنے سے پہلے اپنے اصحاب اور اہل بیت علیہم السلام کے لئے فرمایا کہ جو میرے اصحاب اور اہل بیتؑ ہیں ایسے باوقار اصحاب اور وفادار اہل البیت کسی اور کو نصیب نہیں ہوئے جیسے مجھے نصیب ہوئے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہ لوگ جو کربلا میں جمع ہو چکے ہیں یہ تو خود مجھے چاہتے ہیں کہ اگر میں ان کو مل جاؤں تو وہ باقی افراد کو چھوڑ دیں گے۔ میں آپ کو اجازت دے رہا ہوں کہ آپ رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھائیں اور اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں اور اصحاب سے یہ بھی فرمایا کہ ہر ایک میرے اہل البیت علیہم السلام کے افراد کو اپنے ساتھ لے جائیں۔ لیکن اس اعلان کے بعد آپ کو کسی ایک نے بھی چھوڑنے کا ارادہ ظاہر نہ کیا سب نے اپنی وفاداری کا دوبارہ اعلان کیا ان میں سے مسلم بن عوسجہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر مجھے یقین ہو کہ میں قتل کیا جاؤں گا پھر زندہ کیا جاؤں پھر جلا دیا جاؤں گا پھر زندہ کیا کر کے جلا دیا جاؤں میری راکھ کو ہوا میں اُڑا دیا جائے گا اور

اس طرح میرے ساتھ ستر (۷۰) بار کیا جائے تو بھی میں آپ کو چھوڑ کر نہ جاؤں گا بلکہ آپ کے ساتھ مرنے کو ترجیح دُوں گا۔ اسی سے ملتے جلتے سب نے بیان دیئے اسی طرح آپ کے اہل البیت علیہم السلام نے بھی اپنی وفاداری کا اعلان کیا اور کوئی ایک بھی آپ کو شب عاشور چھوڑ کر نہ گیا سب عاشقان شہادت تھے۔

عصمت کی اقسام

۲۔ آیت ا......بہجت کی تحریر کے مطابق عصمت کے دو مرحلے ہیں:

الف: گناہ سے عصمت ب: اشتباہ سے عصمت

اس اعتبار سے اللہ کے انبیاء، سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا، بارہ آئمہ علیہم السلام کیلئے عصمت ہے کہ وہ گناہ بھی نہیں کرتے اور ان سے اشتباہ بھی نہیں ہوتا۔ ان سے بھول چوک بھی نہیں ہوتی لیکن گناہ سے عصمت کا اختصاص فقط انبیاء اور ان کے اوصیاء سے نہیں بلکہ ان کے علاوہ بھی کچھ اور بزرگان ہیں جن میں بھی ایسی عصمت موجود ہے جیسے جناب زید بن علی علیہ السلام ہیں۔ اسی طرح مختلف زمانوں میں اللہ کے اولیاء ایسے موجود رہے ہیں جو گناہ سے معصوم تھے اگر چہ اس بات کا امکان ہے کہ ان سے کچھ اشتباہات بھی ہوئے ہوں۔

اس قسم کی عصمت کے امکان کے بارے آقائے بہجت فرماتے ہیں: اس مطلب پر گواہ اور اس پر دلیل یہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک مکلف ہے کہ ہم تمام گناہوں کو ہر جگہ اور ہر زمانہ میں آخر عمر تک ترک کر دیں، اس مطلب کا لازمہ یہ ہے کہ کچھ لوگ تو ایسے ہوں جو انبیاء اور اوصیاء کے علاوہ ہوں وہ بھی تمام گناہوں سے پاک ہوں اگر اس کا امکان

موجود نہ ہوتو پھراس طرح کے حکم دینے کا کیا معنی ہے؟

جنگ صفین کا حوالہ اور کربلا کا موازنہ، ذمہ داری کا احساس

۳۔ آقائی بہجت کی مراد جنگ صفین کے آغاز سے حکمیت تک کا زمانہ ہے جو اٹھارہ ماہ بنتا ہے کیونکہ کچھ منابع میں ہے کہ جنگ صفین کا آغاز ماہ صفرسال ۳۷ ہجری قمری میں ہوا جبکہ حکمیت کا ماجرا ماہ شعبان یا ماہ رمضان ۳۸ ہجری میں وجود میں آتا ہے۔لیکن کربلا کا معرکہ چند گھنٹوں کا ہے۔

۴۔ زحر بن قیس نے یزید کے دربار میں عمر بن سعد کے لشکر کی کامیابیوں اور ۔۔۔رات کو بیان کرتا ہے ان میں اس نے یہ بات بھی کی کہ:

''اے امیر......! اللہ کی قسم!...... ان کا کام تمام کرنے میں ایک اونٹ کو نحر کرنے یا دوپہر کی استراحت سے زیادہ وقت نہ لگا کہ ہم نے ان کے لشکر کا خاتمہ کر دیا، ہم نے ان سب کو قتل کر دیا ان کے برہنہ جسم خون میں لت پت تھے ان کے چہرے خاک آلود ہو چکے تھے، ان پر گرم دھوپ، سورج کی گرمی پڑ رہی تھی اور خاک ان کے اجسام پر اُڑ رہی تھی۔

اثرات کے اعتبار سے کربلا کے معرکہ کی مثال نہیں ملتی (جس کے تعمیر اثرات اور اسلام کی بقاء میں اس واقعہ کا کردار نمایاں نظر آتا ہے)۔

مومن کی نگاہ

آقائی بہجت یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ایک مومن انسان یہ دیکھتا ہے کہ اسے کیا کرنا ہے، اس کو اپنی ذمہ داری کو پورا کرنے کیلئے کتنا وقت درکار ہے اس کی پرواہ نہیں۔ ۱۸ ماہ

لگ جائیں یا چند گھنٹوں میں وہ اپنی ذمہ داری سے عہدہ برا ہو جائیں۔اصل بات امر الٰہی اور شرعی وظیفہ وذمہ داری کو انجام دینا ہے۔

امر اور ذمہ داری کا دارومدار

امام گناہ سے معصوم ہیں اور بہت سارے اور بھی ہو سکتے ہیں جو گناہ سے معصوم ہوں۔ان میں سے وہ افراد ہیں جو کربلا میں حق کی خاطر اپنی جانیں قربان کرنے کیلئے حاضر ہوئے۔باوجودیکہ وہ اس بات کو جانتے تھے کہ وہ قتل ہو جائیں یا قتل نہ ہوں تو عامیانہ ذہنیت کے مطابق اس کا کوئی فائدہ نہ ہے امام تو قتل ہو گئے۔ وہ امامؑ کی حفاظت نہ کر سکے لیکن خود کو امامؑ کے دفاع میں اپنے امامؑ کے راستہ میں قربان کر دیا۔تنہا یہ بات ہے کہ ایک گھنٹہ یا 1/2 گھنٹہ کا عرصہ لگا یا اس سے زیادہ؟

صفین میں ظاہری طور پر امیر المومنین علیہ السلام مغلوب ہو گئے لیکن جنگ کے ۱۸ ماہ بعد ایسا ہوا، اس جگہ کربلا میں ظاہری طور پر (امام حسینؑ اور ان کے انصار) مغلوب ہوئے لیکن یہ سب کچھ آدھے دن میں ہوا۔

جس عرصہ کے بارے دشمن کا سپاہی زہیر بن قیس کے سامنے یہ سارا واقعہ اس طرح ہے کہ ایک آدمی کیلئے جتنا وقت ایک اونٹ کو ذبح کرنے اور اس کا گوشت بنانے میں لگتا ہے وہ کہتا ہے اتنی دیر میں ہم اس سارے کام سے فارغ ہو چکے تھے۔

ان دونوں معرکوں میں چاہے امیر المومنینؑ کے اصحاب ہوں یا امام حسین علیہ السلام کے اصحاب ہوں ان کے ذمہ جو کام تھا ان کی جو شرعی تکلیف تھی اور ذمہ داری ان پر تھی چاہے اس کو انجام دینے میں زیادہ وقت صرف ہو یا تھوڑا وقت، اس حوالے سے فرق

نہیں کرتا۔ ہر دو نے اپنی اپنی ذمہ داری کو پوری طرح ادا کیا۔

اصحاب کی عصمت

نبوت اور امامت میں عصمت شرط ہے لیکن یہ بات کہ عصمت فقط نبی یا وصی میں منحصر ہے تو اس پر ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے ہم زید بن علی بن الحسین علیہ السلام کیلئے عصمت کا احتمال دیتے ہیں اسی طرح حضرت ابوالفصل العباس علیہ السلام کی عصمت اور علی بن الحسین علیہم السلام الاکبر اور سید الشہداء کے اصحاب بارے بھی عصمت کا احتمال دیتے ہیں بلکہ احتمال سے بھی اوپر کے درجہ پر ایسا ہے۔ بات عصمت کے احتمال کی نہیں، عصمت کے تحقق کی ہے۔ ان ہستیوں میں عصمت متحقق ہے اسی طرح مقداد اور سلمان ہیں یہ عظیم ہستیاں تقویٰ کے بلند پہاڑ ہیں کیا ان کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان میں عصمت موجود نہیں؟ بلکہ ہمارے نزدیکی زمانوں کی بات ہے کہ بعض صاحبان تقویٰ کا یہ دعویٰ سامنے آیا کہ اُنہوں نے کہا کہ ہم نے پوری زندگی عالماوعامداً (جانتے ہوئے اور جان بوجھ کر) ہم نے کوئی معصیت انجام نہیں دی۔

خدا ہی جانتا ہے کہ وہ کیا کچھ دیکھ رہے تھے

حضرت سید الشہداؑ نے اپنے اختیار سے اس ہارنے کو برداشت کیا کیونکہ مسلسل روز عاشوراء بھی آپ پر یہ سب کچھ پیش کیا جاتا رہا کہ وہ یا تو ظاہری کامیابی اور نصرت کا انتخاب کرلیں یا لقاء اللہ کا انتخاب کرلیں اور آپ اس معاہدہ پر قائم رہے جو خدا سے باندھا گیا لیکن انہوں نے ان بلند مقامات کا انتخاب کیا، خدا جانتا ہے کہ وہ کس چیز کو دیکھ رہے تھے۔

موت سے۔۔۔ بلند مقامات کے حامل افراد

حضرت قاسم علیہ السلام اس موت کے بارے کہتے ہیں: ''موت شہد سے شیریں ترین ہے''۔ کیا یہ عبارت ایک بیان اور مذاق ہے؟ سچ بات تو یہ ہے کہ ہم ان کے مقامات اور مراتب کو نہیں سمجھ سکتے اور نہ ہی اس کا ادراک کر سکتے ہیں اور وہ کیا دیکھ رہے تھے ہمیں معلوم نہیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے ساتھیوں کو ان کے اُخروی مقامات دکھاتے ہیں، سب نے اپنے بلند مقامات کا مشاہدہ کیا۔

واپسی کا اقدام

یہ جو بیان ہوا ہے کہ عابس روز عاشوراء دشمن کے مدمقابل ننگے بدن سے میدان میں اُتر گئے، وہ زرہ کو بدن سے اُتار پھینکتا ہے، یہ کام آسان اور معمولی نہیں ہے وہ یہ چاہ رہے تھے کہ اپنے دشمن کو سمجھائیں کہ ہم نے اپنے عقیدہ اور ھدف کی خاطر شہادت کے راستہ کا اختیار اور انتخاب کرلیا ہے اس میں مجبوری نہیں نہ ہی جبر واکراہ ہے نہ شرم وحیاء سبب بنا ہے بلکہ یہ ہمارا ھدف ہے یہ ہمارا عقیدہ ہے اسی لئے ہم دلیرانہ، عاشقانہ اور رضا کارانہ طور پر جنگ کررہے ہیں اس طرح ہم قتل ہو جائیں گے۔ شہادت ہمارا مقصد ہے ہمارے مدمقابل عمر بن سعد ہے جو بے چارہ ہے مجبور ہے ملک ''ری'' کی سرداری لینے کا قیدی ہے۔

عمر بن سعد دُنیا کا پجاری

یہ بات نقل کی گئی ہے جب عمر بن سعد کو اختیار دیا گیا کہ یا تو وہ امام حسینؑ کے خلاف جنگ کیلئے جائے یا پھر ''ری'' شہر کی حکومت سے ہاتھ دھولے۔ کونسا انتخاب کرے

یہ اس کا اختیار ہے، وہ یہ سن کر گہری سوچ میں ڈوب گیا تو اس نے اپنے اندر کی کشمکش کے بیان کیلئے اس طرح اشعار کہے:

''اللہ کی قسم!...... میں اس وقت نہیں جانتا کہ جس حالت میں، میں اس جگہ کھڑا ہوں کہ میں اپنے اس معاملہ کے بارے دو اختیارات سے دوچار ہوں۔ کیا میں ری شہر کی سلطنت کو ترجیح دُوں جو کہ میری آرزو ہے یا حسینؑ کو قتل کر کے مذموم و قابل مذمت ہو کر اس دنیا میں رہ جاؤں۔ حسینؑ کو قتل کرنے پر آتش جہنم ہے اس میں کوئی رکاوٹ نہ ہے جبکہ ری شہر کی سلطنت میری آنکھوں کا سرور ہے۔''

حضرت ابوالفضل کی عظمت

امام سجاد علیہ السلام اپنے چچا حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام کی عظمت اور ان کی فداکاری بارے میں عبید اللہ بن عباسؑ سے فرمایا:

''اللہ عباسؑ پر رحمت اُتارے!...... انہوں نے قربان ہوجانے کو ترجیح دی خود کو آزمائش میں ڈالا اور اپنی جان کو اپنے بھائی پر قربان کیا، ان کے دونوں بازو کٹ گئے، اللہ عزوجل نے ان کے بدلے انہیں دو پَر دیئے، جن کے ذریعے وہ سارے فرشتوں کے درمیان پرواز کرتے ہیں جس طرح اللہ نے جعفر بن ابی طالبؑ کے لئے قرار دیا۔ اللہ عزوجل کے پاس عباسؑ کیلئے ایک شان اور منزلت ہے، بروز قیامت تمام شہداء اس مقام کو دیکھ کر رشک کریں گے۔ (امالی صدوق، ص ۴۶۲؛ بحارالانوار، ج ۲۲، ص ۲۷۴ و نیز نک؛ بحارالانوار، ج ۴۵، ص ۴۰، نفس المہموم ص ۳۰۶ تا ۳۰۷)

ہمیں موت سے نہ ڈرائیں

امام حسین علیہ السلام معجزہ سے فتحیابی نہ چاہتے تھے

عابس کربلاء میں بے لباس ہو کر میدان میں کھڑا ہو گیا، وہ پاگل یا دیوانہ نہ تھا وہ دشمنوں سے یہ کہہ رہا تھا کہ تم ہمیں موت سے مت ڈراؤ کہ اے کاش! ہم جلدی شہید ہو جائیں (وہ عاشق شہادت تھے) خدا جانتا ہے کہ اس قسم کی باتوں کو عام کرنا چاہیے مذہب کی ترویج کیلئے سید الشہداءؑ کے اصحاب کہتے تھے اگر ستر مرتبہ مارے جائیں پھر زندہ کئے جائیں اور مارے جائیں، ایسا ستر دفعہ کیا جائے تو بھی تیری مدد سے ہاتھ نہ اٹھائیں گے اے مولا حسینؑ۔ یہ بات ہرگز نہ تھی کہ امام حسینؑ طبعی طریقہ کو چھوڑ کر معجزہ اور کرامت کے وسیلہ سے فتحیاب ہوں کیونکہ اس کام کیلئے کسی اور فرد کی ضرورت بھی نہ تھی۔ پھر تو امام حسین علیہ السلام ہی کافی تھے۔

امام سجادؑ امام حسینؑ کی نصرت کے لئے آمادہ

امام سجاد علیہ السلام بیماری کی حالت میں سید الشہداءؑ کے ہدف کی ترویج کیلئے عصاء کا سہارا لیتے ہوئے میدان میں جانے کیلئے تیار ہو جاتے ہیں۔ (امام حسین علیہ السلام اپنی بہن سیدہ زینب سلام اللہ علیہا سے فرماتے ہیں کہ انہیں روک لو، ان کی حفاظت کرو، آپ کو جنگ کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی تاکہ نسل رسولؐ باقی رہے اور سلسلہ امامت منقطع نہ ہو۔)

جنات کی آمد

۲۔ جنات امام حسین علیہ السلام کی مدد کرنے کیلئے آپ کے پاس آئے تھے تو آپؑ

نے ان کے لیے فرمایا: اللہ کی قسم! آپ سے زیادہ اس پر قدرت رکھتے ہیں لیکن اصل بات یہ ہے کہ جس نے ہلاک ہونا ہے تو وہ واضح وروشن دلیل پر ہو اور جس نے زندہ رہنا ہے تو اس کے لئے بھی واضح دلیل موجود ہو۔

۳۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے بیٹے علی زین العابدین علیہ السلام سے یہ جملہ کہتے ہیں کہ اس وقت میرے اور تیرے سوا کوئی مرد یہاں پر موجود نہیں تو امام علی زین العابدین علیہ السلام یہ سن کر بہت زیادہ روئے اور اپنی پھوپھی بی بی سیدہ زینبؑ سے کہا کہ مجھے عصاء اور تلوار دو۔ آپؑ کے باباؑ نے سوال کیا کہ تم اس سے کیا کرو گے؟ تو آپؑ نے جواب دیا عصاء کا سہارا لوں گا اور تلوار سے فرزند رسول اللہؐ کا دفاع کروں گا تو امام حسین علیہ السلام نے آپ کو اپنے سینے سے لگا لیا اور اس کام سے روک دیا کہ آپؑ سلسلہ امامت کے بقیہ ہیں تا کہ عزتِ رسولؐ ختم نہ ہو۔

دل کی طاقت اس سے بالاتر ہے

جنگ سے فرار کا حکم

حضرت سید الشہداءؑ کے معاملہ پر اس فقہی ضابطہ وقانون کا قیاس نہیں کیا جا سکتا (کہ دورانِ جنگ جب دشمن کی تعداد زیادہ ہو تو جنگ سے فرار کرنا اور خود کو بچانا جائز ہے) کیونکہ جو کچھ سید الشہداءؑ کے ارادے اور عمل کا مشاہدہ کیا جا رہا تھا وہ ان سب سے بالاتر ہے ان کے دل کی مضبوطی اس منظر سے کہیں زیادہ ہے کہ اس کا تصور کیا جا سکے، انکی ذات اس قسم کی تشریح سے بھی بالاتر ہے۔

عابس نے جب دیکھا کہ میدان جنگ میں اس کا مقابلہ کرنے کیلئے کوئی نہیں

آ رہا تو اس نے اپنی زرہ کو اپنے بدن سے خود اُتار کر پھینک دیا، اپنا جنگی لباس اُتار دیا، اس سے بالاتر بھی دل کی مضبوطی دیکھی جا سکتی ہے ان کے دل اس قدر مضبوط تھے کہ ۷۲ افراد تیس ہزار کے لشکر کے سامنے ڈٹ جاتے ہیں۔

امام حسن مجتبیٰؑ کا وقتِ آخر بھائی امام حسینؑ سے مکالمہ

حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے وقت آخر فرمایا تھا کہ:

''اے بھائی (حسینؑ) تیرا دن بہت بڑا دن ہے کہ تیس ہزار کی تعداد میں یزیدی دشمن آپ کو گھیرے میں لے لیں گے کہ سب کا دعویٰ یہ ہوگا کہ وہ ہمارے جد محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت سے ہیں''۔

آپ نے یہ بات اس وقت کہی جب امام حسین علیہ السلام اپنے بھائی حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے جگر کے ٹکڑے جو زہر کے اثر سے باہر نکل رہے تھے، دیکھ کر رو پڑے تھے تو امام حسنؑ نے فرمایا کہ میں تو زہر کے ذریعہ قتل کر دیا جاؤں گا جبکہ آپ کا دن تو میرے دن کی طرح نہیں ہے۔

فقہی قانون وضابطہ

۱۔ حضرت آیۃ اللہ بہجت یہ کہہ رہے ہیں کہ جو فقہی قانون وضابطہ ہے کہ جس جگہ دشمنوں کی تعداد زیادہ ہو اور سب کے مارے جانے کا اندیشہ ہو تو جنگ سے فرار کرنا جائز ہے آپ فرماتے ہیں: ''نہیں ایسا صحیح نہیں کہ ہم خود کو ہلاکت میں نہ ڈالیں''۔ بلکہ یہ دیکھنا ہو گا کہ میدان معرکہ میں کسی قسم کا خطرہ ہے کیونکہ جہاں پر خود کو ہلاکت میں نہ ڈالنے کی بات ہوئی ہے تو وہاں پر دوسری جگہ یہ بات بھی موجود ہے کہ جب میدان معرکہ میں دشمن سے

ملاقات ہوتو دشمن کے سامنے ثابت قدم رہو، ڈٹ جاؤ اگر پہلے ولی بات مطلقاً صحیح ہوتو یہ پھر دونوں باتیں اعتبار سے ساقط ہوجائیں گی اس کا نتیجہ تو یہ ہوگا کہ میدان جنگ سے فرار کرنا جائز ہوگا پھر ہمیشہ شکست ہی مقدر رہے گی جب کہ خداوند نے مسلمانوں کو وعدہ دیا ہے کہ مسلمانوں کو دو برابر پر غلبہ دے دے گا آپ نے ان کے بعد اوپر والے مطلب کو بیان کیا ہے۔ کہ سیدالشہداءؑ کا معاملہ بھی کچھ اور ہے اور اس ضابطہ وقانون کے تابع نہیں ہے۔ جنگ سے جان بچا کر بھاگنے کا قانون مطلق نہیں ہے یہ مخصوص حالات کیلئے ہے اور وہ بھی جنگی حکمت عملی کے تحت ہوگا۔

تمہارے گھوڑے کی ضرورت نہیں

عبیداللہ بن حر جعفی نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی مدد کرنے سے انکار کرتے ہوئے آپ کی درخواست کے جواب میں یہ کہا کہ میں تمہیں اپنا گھوڑا دے دیتا ہوں کیونکہ جب بھی میں اس گھوڑے پر سوار ہوکر کسی مقصد کے لئے گیا تو میں کبھی ناکام نہیں ہوا یہ گھوڑا بہت ہی بابرکت ہے۔ حضرت سیدالشہداءؑ نے فرمایا: اگر تم خود ہماری مدد کے لئے تیار نہیں ہوتو مجھے تمہارے گھوڑے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ میں گمراہوں سے مدد لینے والا نہیں ہوں۔

یہ بات کہہ کر امام حسین علیہ السلام نے عبیداللہ بن حر جعفی کو چھوڑ دیا اور وہاں سے اُٹھے اور واپس آ گئے۔

جس وقت حر جعفی امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد کربلا سے گزرا تو وہ پشیمان ہوا کہ اس نے سیدالشہداءؑ کی دعوت پر ان کی مدد کیوں نہ کی؟ آخر عمر تک وہ اس بات

کا افسوس کرتا رہا۔

عبیداللہ بن حر جعفی کے پاس امام حسینؑ کا جانا اور مدد طلب کرنا

۲۔ حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے سفر کربلا میں آگے بڑھ رہے ہیں قطقطانیہ کے مقام پر پہنچتے ہیں، آپ نے دیکھا کہ قریب ہی ایک خیمہ لگا ہوا ہے، آپ نے پوچھا کہ یہ کس کا خیمہ ہے؟۔ آپ کو بتایا گیا کہ یہ عبیداللہ بن حر جعفی کا خیمہ ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے اس کے پاس کسی کو بھیجا کہ اس سے کہو اے شخص! تم گناہگار، خطا کار ہو، تم نے جو جرائم کئے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر تمہارا مواخذہ کرے گا، اگر تو اسی وقت گناہوں سے توبہ کرلے تو میرے جد قیامت کے دن تیری شفاعت کریں گے اس کے پاس آپ خود چل کر گئے اور اس سے کہا کہ تم میرا ساتھ دو اس نے جواب دیا کہ میں تو کوفہ سے اس لئے نکلا کہ کہیں آپ سے میری ملاقات نہ ہوجائے۔ اس نے آپؑ کے جواب میں یوں کہا: یا ابن رسول اللہؐ!......اگر میں آپ کی مدد کروں تو میں آپ کے سامنے پہلا مقتول ہوں گا لیکن میں آپ کی مدد اپنی جان سے تو نہیں کرتا البتہ آپ میرے اس گھوڑے کو لے لیں یہ بہت ہی عمدہ ہے میں کسی بھی مہم کو سر کرنے کیلئے اس پر سوار ہوکر گیا تو میں کامیاب ہوا اگر کوئی بھی مجھے ہلاک کرنا چاہتا تو میں اس کے ذریعہ نجات پا جاتا۔۔۔ میرا یہ گھوڑا آپ کے لئے ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے اس سے منہ موڑ لیا اور فرمایا: مجھے نہ تیری ضرورت ہے اور نہ ہی تیرے گھوڑے کی ضرورت ہے۔ مجھے گمراہوں سے مدد نہیں لینا (یہ آپ کی گفتگو کا خلاصہ اور مفہوم ہے۔)

سیدالشہداءؑ کے اصحاب نے یزیدی کافروں کو بہت نقصان پہنچایا

سیدالشہداءؑ کے اصحاب اور آپ کے ساتھیوں میں سے ہر ایک دشمن کے سو

آدمیوں کا کام تمام کرتا تھا۔ آپ کے ساتھی بہادر، دلیر، طاقتور اور مضبوط جان تھے ایک آدمی یزیدی لشکر کے کئی کافروں کو ہلاک کرتا تھا۔ یہ بات بھی نقل ہوئی ہے کوفہ کے ہر گھر میں سیّدالشھداءؑ اور آپ کے ساتھیوں نے صف ماتم بچھادی۔ ہر فرد اپنے مقتول پر رو رہا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یزیدیوں کی بہت بڑی تعداد اس معرکہ میں ہلاک ہوئی۔ (کیونکہ کوفہ کی آبادی دس لاکھ سے زیادہ بتائی گئی ہے ہر گھر میں نوحہ خوانی کا مطلب ہے کہ امام حسین علیہ السلام اور آپ کے مختصر ساتھیوں نے دشمن کی بہت بڑی تعداد کو واصل جہنم کیا۔

تو کیا یہ بات مذاق ہے! کہ ایک علی اکبر علیہ السلام نے دوسو آدمیوں کو ہلاک کیا۔ کیا یہ بات مذاق ہے؟ یہ سچ ہے کہ اس وجہ سے ان کافروں نے بھی اس کے بدلے علی اکبر علیہ السلام کی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے اس طرح کہ انہوں نے دوسو مرتبہ انہیں شہید کیا لیکن خود علی اکبر علیہ السلام نے ایسا کام کیا کہ پورا کوفہ اپنے مقتولین کا ماتم کدہ بن گیا۔

سب کے سب اپنی جانوں سے گزر چکے تھے

امامی نہ ہونا بہت سارے اشتباہات اور غلطیوں میں پڑنے کا سبب بنتا ہے حتیٰ کہ مسعودی جو شیعہ تو ہے وہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ ہے لیکن اس وجہ سے کہ وہ امامیہ کی کتابوں اور امامیہ کی مجالس ومحاضرات میں موجود نہ تھا اس نے بھی بہت ہی عجیب وغریب غلطیاں کی ہیں لیکن آخرکار اپنی کتاب ''اخبار الزمان'' میں وہ اوصیاء (بارہ اماموں) کا قائل ہوگیا۔ اس نے مروج الذھب میں لکھا ہے عمر بن سعد کے لشکر سے جو کربلاء میں مارے گئے ان کی تعداد ۲۷ ہے۔ بابا کچھ تو سوچ لو، سیدالشھداءؑ کے اصحاب

اپنی ذات سے گذر چکے تھے کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ ہر آدمی کے بدلے فقط ایک آدمی کو ہی قتل کیا ہوگا یا کسی نے دو آدمیوں کو بھی قتل نہ کیا ہو؟...... وہ تو سب فداکار تھے اپنی ذات سے گذرے ہوئے تھے اپنے زمانہ کے بہت بڑے اور نامور بہادر تھے۔ مسعودی کی اس تحریر سے لگتا ہے کہ سیدالشھداءؑ کے اصحاب نے دو آدمیوں کو بھی نہیں مارا، وہ کم از کم شیخ مفید کی کتاب ''ارشادالقلوب'' کو ہی دیکھ لیتے البتہ ظاہراً شیخ مفید مسعودی کے بعد کے ہیں لیکن وہ کربلا کے واقعات کو کلبی سے نقل کرتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ مسعودی اپنے زمانہ کے امامیہ علماء کے ساتھ نہیں ملے اور ان کے ساتھ نہیں بیٹھے لہٰذا اس نے اپنی مرضی سے اور اندازے سے بات لکھ دی ہے۔ وہ زید عمری سے اس بات کو نقل کرتا ہے جبکہ معلوم نہیں کہ وہ اس بارے کچھ جانتا بھی تھا یا نہیں؟

۱۔ مسعودی نے اپنی کتاب ''مروج الذھب'' میں بار بار کتاب ''اخبار الزمان'' کا حوالہ دیا ہے اس سے لگتا ہے کہ ''اخبار الزمان'' ''مروج الذھب'' سے پہلے لکھی گئی۔ آیت اللہ بہجت کی اخبار الزمان سے مراد کتاب ''اثبات الوصیہ'' ہے کہ جس میں اس نے بارہ اماموں کی بات کی ہے، اور بارہ اوصیاء کو قبول کیا ہے۔

۲۔ ''مروج الذھب'' ج ۳، ص ۶۳ میں لکھا ہے کہ عمر بن سعد کے ۸۸ افراد کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کے اصحاب کے ساتھ جنگ کے دوران ہلاک ہوئے۔

شہد سے بھی زیادہ شیریں

میدان جنگ میں روز عاشوراء عابس رحمۃ اللہ علیہ کی طرف جس کام کی نسبت دی جاتی ہے کہ میدان جنگ میں اس نے اپنی زرّہ اُتار کر پھینک دی، ننگا بدن ہوگیا۔ یہ کام

آسان ہے اصلی بات یہ ہے کہ سارے اصحاب سید الشہداءؑ میں فناء ہو چکے تھے وہ سب موت کے طالب تھے انہیں پتہ تھا کہ معاملہ تمام ہے، تنہا ایک دفعہ مرنا ہے اور شہادت ہے۔ دُنیا کے عقلاء ایسے مواقع پر اپنے مطالبہ سے دست بردار ہو جاتے ہیں یا تسلیم ہو جاتے ہیں یا پھر فرار کر جاتے ہیں لیکن دین سے رابطہ اور تعلق مذھبی نسبت اور الٰہی ھدف کے پیش نظر سید الشہداؑ کے اصحاب کربلاء میں اس طرح تھے کہ ان کے نزدیک موت شہد سے بھی زیادہ شیریں تر تھی کیا ایسی بات کہی جا سکتی ہے جو زمینی حقائق وواقعات کے خلاف ہو۔

عظیم تر غنیمت

یہ بات کہی گئی ہے کہ زھیر بن قینؓ نے بیان کیا کہ ہم ایک جنگ سے بہت سارے غنائم حاصل کر کے خوشی خوشی واپس آئے تھے کہ سلمان فارسیؓ نے ہم سے فرمایا: جب تم سید شباب اھل الجنہ سے ملاقات کرو گے تو آپ ان کے ساتھ مل کر جنگ کرنے میں آج کے ان تمام غنائم سے جو تمہیں خوشی ملی ہے اس سے بہت زیادہ خوشحال ہو گے۔ اگر چہ اس جگہ بعض نے بیان کیا ہے کہ زھیر بن قین کی مراد سلمان فارسیؓ کے علاوہ کوئی اور شخص ہے (جو اس جنگ میں موجود تھا)۔

شب عاشوراء میں اصحاب کے حالات

شب عاشوراء سید الشہداءؑ کے اصحاب کے حالات کے بارے میں آیا ہے ان کا زمزمہ، شور وغل ایسے تھا جیسے شہد کی مکھیوں کی ان کے چھتے سے پیاری پیاری بھینی بھینی آواز آ رہی ہوتی ہے اسی طرح یہ بھی نقل ہوا ہے کہ کچھ اصحاب رکوع کی حالت میں، کچھ سجدہ کی حالت میں، کچھ نماز کے قیام میں تھے۔ وہ سب اللہ سے راز و نیاز کر رہے تھے۔

خطبہ ھمام میں متقین کی صفات

خطبہ ھمام میں متقیوں کے اوصاف میں یہ بات آئی ہے کہ ان کی رات اس طرح ہوتی ہے کہ وہ رات کو اپنے قدموں کو جوڑے کھڑے ہوتے ہیں جزع وفزع، گریہ وزاری کر رہے ہوتے ہیں وہ کلمات میں تدبر وغور کرتے ہوئے پڑھ رہے ہوتے ہیں۔

حضرت امام مہدی (عج) کی غیبت اور آپؑ کا ظہور

۳۔ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: میرے بعد امام میرے بیٹے محمد ہیں اور محمد کے بعد ان کے بیٹے علی امام ہیں اور علی کے بعد ان کے بیٹے حسن امام ہیں اور حسن کے بعد ان کے بیٹے **الحجۃ القائم المنتظر** (عج) امام ہیں جو غیبت میں ہوں گے، غیبت کے دوران ان کا انتظار کیا جائے گا اور جب ظہور کریں گے تو ان کی اطاعت کی جائے گی۔ اگر دُنیا سے ایک دن ہی بچ جائے تو اللہ تعالیٰ عزوجل اس دن کو طویل کر دے گا یہاں تک کہ امام خروج کریں گے اُن کے ذریعے اللہ تعالیٰ زمین کو عدل سے بھر دے گا جس طرح زمین ظلم وجور سے بھر چکی ہو گی۔ لیکن یہ کب ہو گا؟ اس کے وقت کی خبر کے متعلق میرے بابا نے اپنے بابا سے اور انہوں نے اپنے آباء علیہم السلام سے اس بات کو نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جب یہ سوال کیا گیا کہ یا رسول اللہؐ آپ کی ذریت سے قائم (عج) کب خروج فرمائیں گے تو آپؐ نے جواب میں فرمایا: ان کی مثال ساعت (قیامت کی گھڑی) کی ہے جس کے وقت کو روشن نہیں کیا گیا مگر یہ کہ اس کی خبر آسمانوں اور زمین پر بھاری ہے اس کے وقت کو خود اللہ عزوجل ہی ظاہر کرے گا۔

کربلاء کی ابتداء غدیر سے ہے

سید الشہداءؑ کیلئے عزاداری کے علاوہ مناسب ہے کہ خود حضرت امیر علیہ السلام کیلئے عزاداری کی مجلس منعقد کی جائے اگر ان کا حق غصب نہ کیا جاتا تو عاشورا وجود میں نہ آتا۔ انہوں نے فرمایا: ''ہمارے شیعہ ہم سے زیادہ صبر کرنے والے ہیں کیونکہ ہم نے اس پر صبر کیا جس کو ہم جانتے ہیں لیکن انہوں نے ان امور پر صبر کیا جنہیں وہ جانتے نہیں ہیں۔

غیب سے آگہی بارے

جو یہ روایت ہے کہ منتقم تشریف لائیں گے لیکن وہ خود ہی آگاہ ہیں کہ منتقم آئے گا وہ اس کے وقت اور ساعت سے بھی واقف ہیں۔ یہ جو فرماتے ہیں ہم غیب نہیں جانتے کہ اگر میں غیب کو جانتا تو اپنے لئے بہت زیادہ خیر حاصل کر لیتا اور کوئی نقصان مجھے نہ پہنچ سکتا حتیٰ یہ بھی احادیث میں موجود ہے کہ انہوں نے یہ فرمایا کہ ہم ظہور کے زمانہ سے آگاہ نہیں پس اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم خود نہیں جانتے ہم وہ جانتے ہیں جو اُس ذات کی طرف سے ملا ہے۔ وہ جو کچھ جانتے ہیں اللہ کے وسیلہ سے جانتے ہیں، اللہ انہیں بتا دیتا ہے کہ کیا ہونا اور کب ہونا ہے؟! علم الٰہی سے وہ سب کچھ جانتے ہیں۔ (حضرت امام مہدی (عج) کے ظہور کے وقت کے بارے میں جب آئمہ فرماتے ہیں کہ ہمیں ظہور کے وقت کا علم نہیں ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے ہمیں آگاہ نہیں کیا اس کا علم اللہ نے اپنے پاس رکھا ہے)

اللہ کی توصیف وحقیقت کا ابن عباس سے سوال اور امام حسینؑ کی مظلومیت

۲۔ مدینہ کی بات ہے ابن عباس لوگوں کے درمیان بیٹھے گفتگو کر رہے تھے کہ نافع بن الازرق کھڑا ہوا اور اس نے کہا یا ابن عباس آپ چیونٹی اور جُوں کے بارے میں فتوے دیتے ہیں مجھے اپنے اس الہ کی توصیف (وصف) بیان کریں جس کی آپ عبادت کرتے ہیں، ابن عباس نے اللہ عزوجل کی عظمت کے حوالے سے اپنا سر نیچا کر لیا حضرت امام حسین بن علی علیہ السلام ایک کونے میں بیٹھے تھے تو آپؑ نے اس شخص کو مخاطب ہو کر فرمایا: ابن الازرق!...... میرے پاس آجاؤ، تو اس نے کہا میں نے تجھ سے تو سوال نہیں کیا۔ ابن عباس نے اس شخص سے یہ سن کر کہا یا ابن الازرق! یہ تو افضل بیت نبوت سے ہیں اور یہی لوگ علم کے وارث ہیں۔

(کمال الدینِ ج ۲، ص ۲۷۳؛ عیون الاخبارِ الرضا علیہ السلام، ج ۲، ص ۲۶۶؛ بحار الانوار، ج ۵۱، ص ۱۵۴)

حضرت امام حسینؑ اپنے شہر میں بھی غریب تھے

صادقین اور باقرین سے پہلے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اور حضرت امام حسین بن علی علیہما السلام سے روایت بہت کم نقل ہوئی ہے کیونکہ لوگوں کا آپ سے رابطہ نہ تھا بلکہ اس سے بھی بالاتر یہ بات نقل ہوئی ہے کہ ایک مسجد میں آدمی آتا ہے کہ ابن عباس اور حسین بن علی علیہما السلام دونوں موجود تھے، اس نے ایک سوال کیا۔ سید الشہداءؑ نے اس کے سوال کا جواب دیا۔ اس نے جواب سن کر کہا میں نے آپ سے تو سوال نہیں کیا میں نے

ابن عباس سے سوال کیا۔ لوگ اس حد تک اہل البیت علیہم السلام سے دُور تھے۔ اس موقع پر ابن عباس نے اس شخص سے کہا: **هذا من معادن العلم** ''یہ شخص تو علم کے معادن (کانوں) سے ہیں'۔ اُن کا قیاس تم دوسروں سے مت کرو، حضرت امام حسین علیہ السلام مدینہ ہی میں غریب ہیں۔

(توحید صدوق، ص ۱۸۰،؛ بحار الانوار، ج ۴، ص ۲۹۷ و نیز نک: تفسیر عیاشی، ج ۲، ص ۳۳۷؛ البرھان فی تفسیر القرآن، ج ۳، ص ۶۵۷: بحاالانوار، ج ۳۳، ص ۴۲۳)

حضرت امام حسینؑ عاشق اللہ (موت کا عشق)

امیر المومنین علیہ السلام کے کلمات میں یہ بات آئی ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

''اللہ کی قسم!......ابوطالب علیہ السلام کا بیٹا موت سے زیادہ مانوس ہے بہ نسبت بچے کی ماں کے پستان سے مانوسیت سے''۔

سید الشہداءؑ کے کلمات میں ہے:

''کس قدر مجھے والہانہ عشق ہے کہ میں اپنے اسلاف سے جاملوں کہ یہ عشق اس سے زیادہ ہے جو یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام سے ملاقات کا تھا''۔

اسی طرح مکہ سے کربلاء کی جانب خروج کے وقت آپؑ نے فرمایا:

''جو شخص چاہتا ہے کہ وہ اپنی جان کو ہمارے راستہ میں قربان کرنے اور اللہ سے ملاقات کیلئے وہ خود کو آمادہ کر چکا ہو تو وہ ہمارے ساتھ کوچ کیلئے تیار ہو جائے ہمارے ساتھ چلے'' آپ لوگوں کو موت کی دعوت دیتے تھے کسی سے یہ نہیں کہا کہ میرے ساتھ دو تا کہ الہی حکومت قائم کروں۔ آپؑ نے فرمایا قرآن مٹ گیا سنت ختم ہو چکی یہ سب تمام ہو گئیں

آؤ میرا ساتھ دو تا کہ میں تمہیں صحیح راستہ بتادوں جس راستہ پر آپ ہیں وہ موت وشہادت کا راستہ تھا آپ اسی راستہ سے اسلام کا دفاع چاہتے تھے اور آپ کامیاب ہوئے۔ (مترجم)

آپؑ سب کو جہاد، جنگ اور قتل ہو جانے کی دعوت دے رہے تھے، اہل بہشت دُنیا میں رہ جانے والے اپنے دوستوں کو دعوت دیتے ہیں کہ تم کیوں نہیں آتے؟، زندان میں رہ گئے ہو''۔

(نہج البلاغہ، خطبہ ۵، ص ۵۲؛ بحار الانوار، ج ۲۸، ص ۲۳۴؛ ج ۱۷، ص ۵۷، ج ۴۷، ص ۳۳۲ و نیز نک: نزھۃ الناظر، ص ۵۶)

سید الشہداءؑ کا اقدام صحیح تھا

امامؑ سے اشتباہ بھی نہیں ہوسکتا وہ بھول کر بھی غلطی نہیں کرسکتا اگرچہ مخالفین نے امامؑ کی طرف اشتباہ کی نسبت دی ہے۔ یہاں تک کہ بعض ناآگاہ یا متعصب افراد نے حضرت سید الشہداء علیہ السلام کی طرف بھی اشتباہ کی نسبت دی ہے کہ آپ کوفہ والوں کے فریب، دھوکہ میں آگئے، سوال یہ ہے کہ جب آپؑ کو پتہ چل گیا کہ حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام شہید ہو گئے تو کیا اس خبر کے بعد بھی آپ کوفہ والوں کے دھوکہ میں آگئے (آپؑ کیلئے تو ان کی غداری اور حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام سے بے وفائی سامنے آچکی تھی لیکن اس کے باوجود آپؑ نے کربلا کی جانب سفر جاری رکھا لہٰذا یہ کہنا کہ آپ کو دھوکہ ہوا درست نہیں ہے۔ حضرت مسلم بن عقیلؑ کی شہادت کے بارے میں آپ کو حر کے لشکر سے پہلے خبر مل چکی تھی اور آپ اپنے اصحاب کو بتا چکے تھے اور اپنے ساتھ آنے والوں کو بھی بتا دیا تھا کہ کوئی غلط فہمی کا شکار نہ رہے میرا سفر موت کا سفر ہے، کیونکہ آپ ایک عظیم فریضہ کی بجا آوری

کے لئے جارہے تھے)۔

حضرت مسلم بن عقیلؑ کو جنگ کی اجازت نہ تھی

اس کے ساتھ خود سید الشہداءؑ نے حضرت مسلم بن عقیل کو کوفہ بھیجتے وقت فرمایا کہ اہل کوفہ سے نرم رویہ اپناؤ، جنگ مت کرنا، ان کے ساتھ جنگ کی ابتداء نہ کرنا۔

حضرت مسلم بن عقیلؑ دارالامارہ پر کنٹرول نہیں کرتے

اس کے باوجود کہا جاتا ہے کہ حضرت سید الشہداءؑ نے اہل کوفہ سے دھوکہ کھایا۔ مسلم اور کوفہ والے دارالامارہ کے گرد جمع ہوگئے، دارالامارہ کی دیواروں کے اوپر سے شمر اور اس جیسے دوسرے جھوٹے لوگ کہہ رہے تھے: شام کی فوجیں راستہ میں ہیں، سچ مچ تمہاری مالی امداد اور تمہارے اہل وعیال کے وظیفے کاٹ دینگے، تم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے ہو۔ اس قسم کے اعلانات کئے گئے، شام سے آنے والے ایک دو یا دس آدمی نہیں، تم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ یہ سننے کے بعد کوفہ والوں کے گھروں سے لوگ آئے اور مسلم کے اطراف سے اپنے اپنے رشتہ داروں کے ہاتھ پکڑ پکڑ کر لے گئے۔ ایک موقع ایسا تھا کہ حضرت مسلم بن عقیلؑ دارالامارہ پر چڑھائی کر کے قبضہ کر سکتے تھے لہٰذا بیان کیا گیا کہ ابن زیاد نے خفیہ راستہ سے فرار کا منصوبہ بھی بنالیا تھا بعض افراد نے حضرت مسلم بن عقیلؑ کو مشورہ بھی دیا لیکن آپ نے ایسا نہ کیا اور یہ فرمایا کہ ہم جناب ھانی کو رہائی دلانے کیلئے آئے ہیں۔

مسلم بن عقیل کو کوفہ کی جانب روانگی کے وقت

۲۔ امام حسین علیہ السلام نے مسلم بن عقیل بن ابی طالب علیہم السلام کو بلایا اور آپ کو زھیر بن العبدی، عمارہ بن عبداللہ بن السلولی اور عبدالرحمن بن عبداللہ الازجی کے ہمراہ کوفہ

روانہ کیا اور انہیں اللہ کے تقویٰ کا حکم دیا اور یہ کہ اپنا معاملہ پوشیدہ رکھنا اور تمام معاملات میں مخفیانہ انداز اپنانے کا فرمایا اور یہ کہ کوفہ والوں سے لطف ومہربانی اور نرمی سے رویہ رکھیں، اگر آپ وہاں پر جاکر یہ دیکھیں کہ سب لوگ ایک ہی امر اور بات پر مجتمع ہیں اور ویسا ہی ہے جیسے انہوں نے لکھا ہے اور ان کی باتوں سے آپ اطمینان حاصل کرلیں تو انہیں اس سے فوری آگاہ کریں۔

کوفہ میں ہانی بن عروہ کی گرفتاری

۳۔ ھانی بن عروہ کی گرفتاری کے بعد مسلم بن عقیلؑ نے ان لوگوں کو دعوت دی جو یہ دعویٰ کرتے تھے کہ وہ آپ کے مددگار ہیں بہت بڑی تعداد اکٹھی ہوگئی اور نعرہ بلند کیا گیا ''منصور اُمت''۔ ابن زیاد تھوڑی سی تعداد کے ہمراہ قصر امارہ میں تھا ان لوگوں کی تعداد کو کمتر کرنے کیلئے ابن زیاد نے قبائل کے سرداروں سے فائدہ اُٹھایا ان میں کثیر بن شہاب، محمد بن اشعث، شبث بن ربعی، شمر بن ذی الجوشن تھا، ان کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے اپنے قبائل میں جائیں اور وہ لوگ جو ان کی بات سنتے ہیں اور ان کی اطاعت میں ہیں، ان سے حمایت لیں اور عام لوگوں کو ڈرائیں، دھمکائیں۔ اس میں دارالامارہ کا خفیہ دروازہ جو مسیحیوں اور غیر مسلموں کے محلہ میں کھلتا تھا اس کو استعمال کیا گیا اور اس راستہ سے کوفہ کے گلی کوچوں میں اپنے کارندوں اور وفاداروں کو پھیلا دیا اور منظم طریقہ سے پروپیگنڈہ کیا کہ شام کی افواج کوفہ کے دروازوں پر آن پہنچی ہیں اس طرح سے کوفہ شہر میں جو حکومت وقت کے خلاف انقلابی وجذباتی تحریک تھی وہ شکست سے دوچار ہوگئی اور بہت ہی تیزی سے اور منصوبہ بندی سے پورے کوفہ کا کنٹرول شام کی حامی افواج سنبھال لیتی ہیں اور اہل البیت علیہم

السلام کے حامیوں کوچُن چُن کر گرفتار کرلیا جاتا ہے کچھ کوشہید کیا جاتا ہے اور کچھ زیرزمین چلے جاتے ہیں کچھ نے خودکو کربلاء میں پہنچادیا۔

چنانچہ ان کی دھمکیوں کے نتیجے میں لوگ حضرت مسلمؑ کی مدد سے ہاتھ اُٹھالیتے ہیں لیکن ابن زیاد نے اسی پر اکتفاءنہیں کیا اس نے کوفہ کے اشراف اورزعماء کے ذریعہ کوفہ کے عوام کولالچ بھی دی اور خوف دلایا۔(کوفہ کے عوام عبیداللہ بن زیاد کے باپ زیاد بن ابیہ کے مظالم سے اچھی طرح آگاہ تھے اور کچھ کم فہم اور سادہ تھے، کچھ لالچی تھے عوام کی اکثریت اہل البیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دورتھی ان میں خوارج، مجوسی، مسیحی اور یہودی بھی موجود تھے اور کچھ شام کے حمایت یافتہ تھے۔(مترجم)

شیخ مفیدعلیہ الرحمہ نے اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے:

''جب لوگوں نے اپنے بڑوں کی باتیں سنیں تو جوتھوڑے سے لوگ حضرت مسلمؑ کے ساتھ ہانی بن عروہ کی رہائی کیلئے آئے تھے یہ لوگ حضرت مسلم بن عقیل علیہما السلام سے جدا ہوگئے۔ایک عورت آتی تھی اوراپنے بیٹے، بھائی یا شوہر کا ہاتھ پکڑکر اسے وہاں سے لے جاتی کہ تم یہاں سے چلو دوسرے لوگ تمہاری جگہ موجود ہیں، ایک مرد آتا تھا اپنے بھائی یا بیٹے کو لے جاتا تھا وہ یہ بھی کہتے تھے کہ شام والے ابھی آنے والے ہیں وہ آپ پر ٹوٹ پڑیں گے تو تم ان سے کیسے جنگ سے کروگے؟ یہاں سے چلو تو وہ شخص وہاں سے میدان سے باہر نکل جاتا ۔اس طرح حضرت مسلمؑ کو تنہا چھوڑ کر سارے لوگ چلے گئے۔(ایسے افراد بھی تھے جو آپ کی صدق دل سے حمایت میں تھے وہ گرفتار ہوجاتے ہیں۔کوفہ میں کرفیو کا سماں تھا، شہر کی ناکہ بندی تھی شامی حکومت کے حامی متحرک ہوچکے تھے لاکھوں کی آبادی کے شہر میں مسلم بن عقیلؑ کے پاس دس ہزار سے بھی کم افراد آتے ہیں۔جب کہ

بیعت کرنے والوں کی تعداد بھی تیس ہزار سے زائد نہ تھی۔نامور شیعہ اور بڑی شخصیات یا تو وہاں پر نہ آسکے یا گرفتار ہوگئے کچھ نے خود کو محفوظ کیا تاکہ کربلا میں امام حسینؑ کے ساتھ درجہ شہادت پر فائز ہوں۔حضرت مسلمؑ کی شہادت اور کوفہ میں انقلاب کی ناکامی کے اسباب پر بحث کی ضرورت ہے اس کے لئے محراب کربلاء تالیف شیخ حسین نورانی کا مطالعہ مفید ثابت ہوسکتا ہے جس کا اردو ترجمہ راقم نے کیا ہے اور یہ کتاب شائع ہو چکی ہے۔(مترجم)

واپسی کا راستہ نہ تھا

کہتے ہیں بھٹ تیتر ایک ایسا پرندہ ہے یا تو وہ خود دشمن سے بہت زیادہ خوفزدہ رہتا ہے یا اس کے دشمن بہت ہیں، اس وجہ سے وہ سوتا نہیں، وہ سحری کے وقت یا سحری کے قریب کسی درخت کے سوراخ میں اپنے سر کو داخل کرلیتا ہے اور اس طرح خود کو چھپالیتا ہے کہ کوئی اسے دیکھ نہ لے۔شاید اس کا مقصود یہ ہوتا ہو کہ اس کے دشمنوں سے اسے کوئی نہ دیکھے اس صورت حال میں جو شکاری اس پرندہ کی تلاش میں ہوتے ہیں وہ تو اسے اس کے سر کے ذریعہ پہچانتے ہیں جب اسکا سر چھپا ہوگا تو وہ اس کو پہچان نہ سکیں گے یا وہ خیال کرتا ہے کہ وہ کسی کو نہیں دیکھتا تو خیال کرتا ہے کہ اسے کوئی نہیں دیکھ رہا۔حضرت سکینہ سلام اللہ علیہا نے اپنے باباؑ سے عرض کیا بابا ہمیں مدینہ کی جانب پلٹا دیں تو آپ نے جواب میں فرمایا: بھٹ تیتر کو چھوڑ دیتے تو وہ بچ سکتا تھا اس کا مطلب یہ تھا کہ آپ کے پاس مدینہ واپسی کا راستہ نہ تھا لہٰذا آپ عراق کی جانب فرار کرکے آتے ہیں۔ایسا کہا جاتا ہے جب آپ مکہ چھوڑ کر جا رہے تھے تو دشمنوں نے بلند آواز میں آپ سے یہ جملہ کہا اے خیانت

کارو! (العیاذ باللہ) اس جگہ سے مت جاؤ یعنی مکہ ہی میں اسی جگہ موجود رہو (یعنی مکہ نہ چھوڑو یہ بات حکومتی کارندے آپؑ سے کہہ رہے تھے تاکہ ان کے لئے آپؑ کو قتل کرنا آسان ہو۔ آپ کو قتل کر دیا جائے اگرچہ آپ مطاف (طواف کی جگہ) میں موجود ہوں ۔ یزید ملعون نے اپنی حکومت کے تیس خونخوار بدمعاش آدمیوں کو یہ ذمہ داری دی تھی کہ وہ اپنے اپنے احرام کے نیچے اسلحہ چھپا کر رکھیں ۔حکومتی کارندے آپؑ کیلئے حالات ایسے حالات بنا دینا چاہتے تھے کہ امام حسین علیہ السلام مکہ میں ہی موجود رہیں جب کہ امام حسین علیہ السلام کو یقین تھا کہ اگر وہ حرم میں رہتے ہیں تو ان کو احرام کی حالت میں قتل کر دیا جائے گا لہذا آپ نے فرمایا: اگر میں دونوں ہاتھوں کے درمیانی فاصلہ کی مقدار (تقریباً چھ فٹ) حرم سے دُور مارا جاؤں تو یہ میرے لئے اس سے بہتر ہے کہ میں حرم یا مسجد میں مارا جاؤں ۔(اس طرح اور جملے بھی ارشاد فرمائے جن کا مطلب یہ تھا کہ حرم کی حدود سے باہر بلکہ آپ نے واضح فرمایا کہ حرم کی حدود سے بہت دور طف کے میدان میں مارا جانا میرے لئے بہتر ہے کہ میں حرم کی حدود میں مارا جاؤں ۔(مترجم)

خلاصہ یہ ہے کہ اگر وہ افراد مامور تھے کہ وہ امام حسین علیہ السلام کو قتل کر دیں یقینی بات ہے کہ اگر وہ آپ کو قتل کر دیں گے تو ان کو انعام ملے گا جبکہ امام حسین علیہ السلام نے چاہا کہ آپ ان کے لئے یہ بات واضح کر دیں کہ حرم کی شان اور مرتبہ ہے کہ میں اس طرح حرم کی حرمت کو پامال نہیں کرنا چاہتا جبکہ عبداللہ بن زبیر نے اس بات کا لحاظ نہ رکھا۔

امام حسینؑ کیلئے واپسی کا راستہ نہ تھا

یہی وجہ ہے کہ ایک مرحلہ پر (حر کے لشکر سے ملاقات کے بعد) ان سے کہا کہ

مجھے یہ اختیار دو کہ میں جہاں سے آیا ہوں وہاں چلا جاؤں لیکن ایسا نہ کرنے دیا گیا بلکہ آپ کو محاصرہ میں کربلاء تک لے آئے۔ اس کی روشنی میں جو بات کربلا سے عمر بن سعد نے ابن زیاد کو لکھی کہ حسین بن علی علیہ السلام کہہ رہے ہیں کہ انہیں یہ اختیار دیا جائے۔ اس میں یہ نہیں کہا کہ امام حسین علیہ السلام نے کہا ہے کہ ان کے واسطے یہ اختیار ہو کہ آپ یا مدینہ چلے جائیں یا مسلمانوں کی سرحدوں میں سے کسی سرحد پر چلے جائیں یا یزید کے پاس چلے جائیں اور اس کی بیعت کر لیں لیکن ابن زیاد نے شمر کی تجویز پر کسی بھی تجویز پر راضی نہ ہوا، شمر نے ابن زیاد سے کہا تھا اگر وہ اس جگہ سے چلے گئے یا تیرے شہر میں وارد ہو گئے تو وہ طاقتور ہو جائیں گے اور تم ضعیف و کمزور ہو جاؤ گے۔ ابن زیاد نے اس سے کہا کہ اللہ تجھے جزائے خیر دے۔ آخر کار شمر کا جملہ سبب بنا کہ اس نے شمر کی بات پر عمل کیا اور حضرتؑ شہید ہو گئے اور یہی بات حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا آخری سبب ہے اسی سے آپ کی شہادت کے اسباب مکمل ہو گئے۔ یہ سب کچھ کہا جاتا ہے (لیکن حقیقت میں ایسا نہیں امام حسین علیہ السلام کوفہ والوں کے دھوکہ میں بالکل نہیں آئے آپ کو کوفہ کی طرف لایا گیا، آپ کو مدینہ میں نہ رہنے دیا گیا مکہ کی بے حرمتی کا اندیشہ تھا اس لئے آپ نے مکہ چھوڑ دیا، کوفہ سے دعوت ضرور تھی جسے اتمام حجت کیلئے آپؑ نے قبول کیا اور حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام کو بھیجا۔ لیکن جب ان کی شہادت کے بعد اپنے سفر کو جاری رکھا تو یہ اس لئے تھا کہ آپ کے پاس واپسی کا راستہ نہ تھا۔

حر کے لشکر سے ملاقات

جب حر کے لشکر سے آپ کی ملاقات ہوتی ہے تو اس نے بھی آپ کو اجازت نہ

دی کہ آپ واپس چلے جائیں اس طرح کربلاء میں جو ملاقاتیں ہوئیں اس میں آپ کی طرف غلط نسبت دی گئی کہ آپ نے یزید کی بیعت کرنے کا کہا ہو یا یہ کہا ہو کہ مجھے یزید کے پاس جانے دو یہ تو کہا کہ میں اس وسیع ملک میں کسی جگہ بھی چلا جاؤں اور عام شخص کی طرح زندگی گزاروں لیکن بیعت سے آپ صاف انکاری تھے۔ ذلت و رسوائی آپ کو قبول نہ تھی اور نہ ہی موت سے فرار کرنا چاہتے تھے۔

عمر بن سعد کا جھوٹ

عمر بن سعد نے اپنی طرف سے ابن زیاد کو کچھ لکھ کر بھیجا تا کہ وہ اس بڑے جرم کے ارتکاب سے خود بچ جائے لیکن شمر نے عمر بن سعد کی خواہش پوری نہ ہونے دی۔

یزید کا واضح حکم نامہ

یزید کا واضح حکم تھا کہ حسینؑ بیعت کرے یا پھر اسے قتل کر دیا جائے تیسری صورت نہ تھی۔ امام حسین علیہ السلام کو اور آپ کے اصحاب تک کو یہ سب معلوم تھا کہ بیعت کے انکار پر موت ہے جہاں بھی امام حسین علیہ السلام ہوں گے ان کو قتل کر دیا جائے گا لہٰذا امام حسین علیہ السلام نے اپنی شہادت کی جگہ کا خود انتخاب کیا اور یہ انتخاب ازل سے فیصلہ شدہ بھی تھا اور اس کے ظاہری اسباب اور اُمت کی بے عملی اور بدکرداری نے اس کی راہ ہموار کی اور بدکردار اُمت ہی یزید کی حکمرانی کا سبب بنی۔ شہادت کو غلط رنگ دینے کیلئے بنی اُمیہ نے پروپیگنڈہ کی بہت گرد اُڑائی جس کا حقائق سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ (مترجم)

عمر بن سعد نے ابن زیاد کو خط لکھا:

''اما بعد!...... اللہ تعالٰی نے جنگ کی آگ بجھا دی اور مشکل بات کو ٹال دیا اور

اُمت کا معاملہ درست ہو گیا، جھگڑا ختم ہو گیا، یہ حسین ہیں انہوں نے مجھ سے کہا ہے کہ وہ اُدھر واپس چلے جائیں جہاں سے وہ آئے ہیں یا ہم انہیں اسلامی سرحدوں سے کسی بھی شہر میں جہاں چاہیں بھیج دیں اور وہ بھی ایک عام مسلمان کی طرح ہوں اس کیلئے بھی وہ قانون ہو جو دوسروں کیلئے ہے۔ ان کے خلاف بھی وہی سزا ہو جو دوسروں کیلئے ہے۔ یا وہ خود یزید کے پاس چلے جائیں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیں اور یزید جو فیصلہ دے وہ انہیں قبول ہو گا۔ ان کی اس بات میں آپ کی پسند بھی ہے اور اُمت کا بھی اس میں نفع ہے۔

ابن زیاد کا خط بارے ردعمل

ابتداء میں ابن زیاد نے عمر بن سعد کی رائے کو پسند کیا لیکن شمر نے اس کیلئے یہ کہا کہ اللہ کی قسم۔۔۔! اگر وہ تیرے شہر سے چلا گیا اور اس نے اپنا ہاتھ تیرے ہاتھ میں نہ دیا تو پھر وہ تمہارے ہاتھ نہ آئے گا تم اس وقت طاقت میں ہو اور اس پر غالب رہو گر نہ تم عاجز اور کمزور ہو جاؤ گے وہ طاقت میں ہو گا تم اسے یہ اختیار نہ دو اس میں تمہاری شکست اور کمزوری ہے مگر یہ کہ وہ اور اسکے اصحاب تیرے فیصلہ کو قبول کر لیں اور تیرے سامنے جھک جائیں۔ عمر بن سعد نے جو کچھ لکھا جھوٹ لکھا۔ امام حسین علیہ السلام کا فیصلہ دوٹوک اور اٹل تھا کہ یزید کی بیعت نہیں کرنی ہے۔ اسلام کی بقاء، قرآن اور سنت کے احیاء کا تنہا راستہ شہادت کا انتخاب تھا۔

مکہ میں عبداللہ بن زبیر سے امام حسین علیہ السلام کی گفتگو

حرم کا کبوتر

۲۔ ابوسعید عقیص اس طرح بیان کرتا ہے میں نے یہ بات امام حسین علیہ السلام

سے سنی کہ ان کے ساتھ عبید اللہ بن زبیر نے تنہائی میں ملاقات کی اور کافی دیر راز داری میں باتیں کیں۔ جب وہ چلا گیا تو امام حسین علیہ السلام نے اپنے پاس موجود افراد سے فرمایا کہ یہ شخص آیا تھا وہ مجھ سے کہتا ہے کہ میں حرم کے کبوتروں سے ایک کبوتر بن جاؤں لیکن اگر میں حرم سے باہر دو ہاتھ کے درمیانی فاصلے پر مارا جاؤں میرے لئے زیادہ بہتر ہے اگر میرے اور حرم کے درمیان ایک بالشت کا فاصلہ ہو تو یہ زیادہ بہتر ہے اس حرم سے چند ہاتھ دور ہو تو بہتر ہے اس سے کہ میں حرم میں مارا جاؤں۔ اور اگر میں الطف (کربلاء) میں مارا جاؤں تو یہ میرے لئے زیادہ بہتر ہے اس بات سے کہ میں حرم میں قتل کیا جاؤں۔

امام حسینؑ کی تحریک کا آغاز اور بیعت سے انکار

کسی سے مدد مانگی اور کسی سے کہا چلے جاؤ

امام حسین علیہ السلام اپنی تحریک کے آغاز میں تمام افراد کو اپنی تحریک اور دین خدا کی نصرت کیلئے دعوت دے رہے ہیں۔ اسلامی دنیا کی بڑی بڑی شخصیات سے علیحدہ علیحدہ ملاقات میں ان سے یہی کہہ رہے تھے کہ وہ آپ کا ساتھ دیں۔ سب سے الگ شخصیت جناب عبد اللہ بن عمر ہیں، آپ نے ان کے پاس پیغام بھیجا اور فرمایا کہ تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور ہماری دعوت کو قبول کرو یہ عجیب ہے مدینہ سے مکہ اور مکہ سے کربلا ہر مقام پر آپ نے بہت سی نامور شخصیات کو اپنی مدد کیلئے کہا لیکن شب عاشوراء سب کو آزاد کر دیا۔ آپؑ نے ان سے یہ کہا کہ تم سب چلے جاؤ! اصل بات یہ ہے کہ آپ چاہتے تھے کہ جو بھی آپ کے ساتھ ہو وہ، اپنے پورے اختیار، اپنے مصمم ارادہ اور اپنے انتخاب سے سعادت اور شہادت کا راستہ اختیار کرے۔ اپنے اصحاب اور اہل البیت علیہم السلام سے

آپؑ نے فرمایا: آپ سب آزاد ہو رات کی تاریکی کو اپنی سواریاں بناؤ کیونکہ جو لوگ اس جگہ اکٹھے ہوئے ہیں وہ فقط مجھے چاہتے ہیں، رات کی تاریکی کا فائدہ اُٹھاؤ اور یہاں سے اپنے اپنے شہروں کو چلے جاؤ، وہ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں، کسی اور سے ان کا کوئی سروکار نہیں۔

جنگ صفین میں امیر المومنینؑ کی معاویہ کو پیشکش

بالکل اسی طرح حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے بھی جنگ صفین میں معاویہ سے کہا تھا: میری اور تمہاری جنگ ہے، آؤ ہم آپس میں جنگ کر لیں، مسلمانوں کے خون بہانے پر خوش نہ ہو!...... کسی اور کا خون کیوں بہایا جائے؟ آپ اور میں فیصلہ کر لیں۔۔۔! لیکن اس نے یہ قبول نہ کیا۔

عبد اللہ بن عمر سے گفتگو

عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ وہ کہتا ہے میں اپنے کنوئیں (کھیت) پر موجود تھا مجھے خبر ملی کہ حسین علیہ السلام نے عراق جانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ تو میں امام کے پاس آ گیا ان سے درخواست کی کہ یزید کی اطاعت میں آ جائیں اور اس کی حکومت کو قبول کر لیں اور انہیں متوجہ کیا کہ وہ دشمنی اور کینہ رکھنے والوں سے چوکنا رہیں تو امام حسین علیہ السلام نے اس سے یہ فرمایا: اے عبد اللہ!...... کیا تم کو نہیں معلوم کہ اللہ کے ہاں اس دنیا کے سارے حالات کا علم ہے کس قدر پستی کی بات ہے کہ یحییٰ بن زکریا کے سر کو بنی اسرائیل کے زنا کاروں سے ایک زنا کار کے سامنے پیش کیا گیا، بنی اسرائیل طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک ستر نبیوں کو قتل کرتے اور پھر بازار میں خرید وفروخت کرتے گویا کہ انہوں نے کچھ کام کیا ہی نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب مسلط کرنے میں جلدی نہ کی لیکن بعد میں ان

کے ساتھ ایک مقتدر اور طاقتور انتقام لینے والے کا رویہ اپنایا اور ان کی بھرپور گرفت کی گئی۔
پھر فرمایا: تم اللہ سے ڈرو، اے ابوعبدالرحمن اور میری مدد سے ہرگز پہلوتہی نہ کرو میری مدد کرو۔تم ایسا نہ کرو گے تو تمہاری حالت اس گندے کپڑے سے بھی بدتر ہوگی جسے عورتیں استعمال کے بعد کوڑا دان میں پھینک دیتی ہیں آپ نے انہیں انکے باپ کا حوالہ بھی دیا کہ تمہارا کیا خیال ہے اگر تمہارے باپ زندہ ہوتے تو کیا وہ میرا ساتھ نہ دیتے؟؟؟

علیؑ اور معاویہ

۱۔ جب علی علیہ السلام نے یہ دیکھا کہ دونوں اطراف سے بہت زیادہ لوگ مارے جارہے ہیں۔ایک دن آپ سامنے آئے جبکہ معاویہ ایک ٹیلے پر موجود تھا، آپؑ نے اونچی آواز سے معاویہ کو آواز دے دی، اے معاویہ!......تو اس نے جواب میں کہا یا اباالحسنؑ کیا چاہتے ہو؟ تو علیؑ نے فرمایا: کب تک یہ لوگ جنگ لڑیں گے اور جنگ میں مرتے جائیں گے ایک مملکت کی خاطر کہ اگر تم نے اسے حاصل کرلیا تو یہ تمہارے لئے ہوگی اس سے ان کے لئے کچھ نہ ہوگا اور اگر یہ ملک میں نے حاصل کرلیا تو میرے لئے ہوگا ان کے لئے اس سے کچھ نہ ہوگا۔تم خود میرے مقابلہ میں آجاؤ اور ان لوگوں کو چھوڑ دو یہ ملک اس کیلئے ہو جو ہم میں سے غالب آجائے۔

بیعت سے آزاد کردینے کا اعلان

۲۔ امام حسین علیہ السلام نے اپنے اہل بیتؑ اور اصحاب سے فرمایا کہ تم لوگ میری بیعت سے آزاد ہو، تمہاری گردنوں میں میری بیعت کا طوق نہیں ہے اور میری جانب سے تمہارے اوپر کوئی عہد و پیمان نہ ہے، یہ رات تمہارے اوپر چھا گئی ہے اس کو سواری بناؤ اور

اپنی اپنی آبادیوں میں پھیل جاؤ کیونکہ یہ قوم فقط مجھے چاہتی ہے اگر انہوں نے مجھے پالیا تو وہ دوسروں سے غافل ہوجائیں گے وہ میرے غیر کو نہیں چاہتے۔اس طرح ان سب سے اپنی بیعت اٹھالی بلکہ ان سے یہ بھی کہا کہ تم میں سے ہر ایک میرے اہل بیت کا ہاتھ پکڑے اور انہیں بھی اپنے ساتھ لے جائے۔(یہ شب عاشوراء کی بات ہے لیکن کوئی ایک بھی آپؑ کو چھوڑ کر نہ گیا)

حضرت امیرالمومنینؑ کی کریمی

کافروں کے خلاف جنگ کے دوران جو کام جائز ہیں ان میں ایک یہ ہے کہ ان پر پانی بند کردیا جائے تاکہ وہ پیاسے مرجائیں (کافر اس حد تک پہنچے ہوں کہ ان کا فساد اتنا زیادہ ہوچکا ہو کہ ان پر پانی کی بندش جائز ہو) لیکن امیرالمومنین علیہ السلام نے اپنے دشمن کے خلاف ایسا رویہ نہ اپنایا اور پانی بند نہ کیا جب آپؑ کی معاویہ سے جنگ تھی تو معاویہ کے لشکریوں نے پانی پر کنٹرول حاصل کرلیا انہوں نے امیر علیہ السلام کی افواج پر پانی بند کردیا تھا۔لیکن جب امیر علیہ السلام کے سپاہیوں نے معاویہ والوں سے پانی کا قبضہ چھڑا لیا تو معاویہ نے یہ کہا کہ اب وہ بھی ہم پر پانی بند کردیں گے تو ہم کیا کریں گے؟ عمرو بن عاص نے معاویہ کے جواب میں کہا: علیؑ اس کے علاوہ دوسرے کام کیلئے آیا ہے وہ تمہارا پانی بند نہیں کرے گا، ان کا یہ کام نہیں۔(عمرو بن عاص معاویہ کا مشیر خاص تھا)

عمرو بن سعد کی خباثت و کمینگی

عمر بن سعد نے سیدالشہداءؑ اور آپ کے اصحاب پر پانی بند کردیا اس ملعون نے اسی پر اکتفاء نہ کیا بلکہ قتل کرنے کے بعد حکم دیا کہ ان کی لاشوں کو پامال کیا جائے جبکہ مرنے

کے بعد اس عمل کا کچھ فائدہ نہ تھا لیکن ابن سعد کہتا ہے کہ ایسا کیا جائے وہ کہتا ہے جو میں نے کہہ دیا ہے اس پر ضرور عمل درآمد ہو۔ یہ خباثت کی انتہا ہے۔

عمرو بن عاص کا بیان

۳۔ جس وقت امیر المومنین علیہ السلام کی فوج دریا پر قابض ہوگئی، معاویہ نے عمرو بن عاص سے اس طرح کہا: ''تمہارا کیا خیال ہے کہ وہ لوگ ہمارے اوپر پانی کو بند کر دیں گے کیونکہ ہم نے ان پر پانی بند کیا تھا؟ ۔عمرو بن عاص نے جواب دیا نہیں وہ ایسا نہیں کریں گے کیونکہ یہ آدمی (امیر علیہ السلام) اس کام کیلئے نہیں آیا وہ کسی اور کام کیلئے آیا ہے۔

کربلا میں پانی کی بندش

۴۔ عمر بن سعد نے عمرو بن حجاج کو پانچ سو گھڑسوار کا دستہ دیا اور کہا کہ تم دریا کے کنارے پر قائم ہو جاؤ۔ انہوں نے امام حسین علیہ السلام کے اور دریائے فرات کے درمیان رکاوٹیں کھڑی کر دیں تا کہ حسین علیہ السلام اور آپ کے اصحاب تک ایک قطرہ تک پانی نہ پہنچ پائے اور یہ کام حسین علیہ السلام کے قتل سے تین دن قبل کیا گیا۔

ابن زیاد کا عمر بن سعد کے لئے حکم نامہ

۵۔ ابن زیاد نے عمر بن سعد کیلئے یہ فرمان دیا کہ جب حسین علیہ السلام کو قتل کر دیا جائے تو اس کے جسم کو گھوڑوں کے سموں تلے روند ڈالو اس کے سینے اور اس کی کمر کو یکساں کر دو کیونکہ وہ متجاوز اور سرکش ہے، نافرمان ہے، (باغی ہے) اور اس ملعون نے یہ بھی کہا کہ میں جانتا ہوں کہ اس کے مارنے کے بعد یہ عمل اسے نقصان نہ دے گا لیکن یہ میری بات ہے کہ اگر اسے میں نے قتل کیا تو اس کے ساتھ ایسا کروں گا لہٰذا تمہیں ایسا ہی کرنا چاہئے۔

نیک اور بد سب یزید کے مخالف ہو گئے

جنگ کا آغاز

ذلت و عزت کا معاملہ

جب کوفہ میں جناب میثم تمار کو تختہ دار پر لے گئے ان کا گناہ کیا تھا؟ حضرت سید الشہداءؑ کا کونسا جرم یا کونسا گناہ تھا کہ کوفیوں نے امام حسین علیہ السلام کی تجویز کو رَد کر دیا؟ عمر بن سعد نے کہا: میرے حق میں امیر کے پاس گواہی دینا، میں ہی پہلا شخص تھا جس نے حسین علیہ السلام پر تیر چلایا، بالآخر حسین علیہ السلام کو شہید کر دیا اس کے بعد نیک اور بد ہر شخص یزید کا مخالف ہو گیا اس پر لعنت کی اس پر نفرین کی۔ انہوں نے حسین علیہ السلام کو ذلت یا جنگ کے درمیان اختیار دیا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام بغیر شرط و قید کے ذلت کی حالت میں یزید کے آگے اور اس کے کارندوں ابن زیاد کے سامنے تسلیم ہو جائیں اسطرح ان کے سامنے تسلیم ہو جائیں کہ وہ جو چاہیں ان کے ساتھ کریں اس صورت میں وہ انہیں قتل کر دیں یا انہیں آزاد چھوڑ دیں لیکن حضرت امام حسین علیہ السلام نے تیسرا راستہ اختیار کیا کہ آپ اس مملکت کے کسی سرحدی علاقے میں چلے جائیں یا جہاں سے آئے ہیں وہاں واپس لوٹ جائیں۔ آپؑ نے ذلت کی زندگی پر عزت کی موت کا انتخاب کیا۔

یزید کا جھوٹ......قتل حسینؑ کا سب سے بڑا مجرم خود یزید ہی تھا

جو یہ کہا جاتا ہے کہ یزید کی مجلس میں جب ایک شخص نے یزید سے کہا کہ معاویہ اس بات کو ناپسند کرتا تھا کہ وہ حسین علیہ السلام کو قتل کرے تو یزید نے اس کے جواب میں کہا اگر حسین علیہ السلام معاویہ کے خلاف قیام کرتے تو وہ بھی ان کے ساتھ ایسا ہی کرتے جیسا

میں نے ان کے ساتھ کیا ہے اس کی یہ بات جھوٹ ہے۔

امام حسینؑ نے آغاز نہیں کیا

امام حسین علیہ السلام معاویہ کے زمانہ میں دس سال تک موجود رہے لیکن اس کے خلاف قیام نہ کیا۔سوال یہ ہے کہ جب آپ نے یہ تجویز دی کہ میں واپس چلا جاتا ہوں یا کسی سرحدی علاقہ میں چلا جاتا ہوں تو اس تجویز کو کیوں قبول نہ کیا گیا؟ (امام حسین علیہ السلام نے یزید پر چڑھائی نہ کی اور نہ ہی آپ نے جنگ آغاز کیا، یزید نے اس کا آغاز کیا۔ یزید امام حسین علیہ السلام کے قتل سے کمتر پر راضی ہی نہ تھا۔وہ امام حسین علیہ السلام سے چاہتا تھا کہ وہ اُسے اپنا حاکم مان لیں، وہ چاہتا تھا کہ امام خیر، شَر کے سامنے تسلیم محض ہو جائے جس سے امام حسین علیہ السلام نے انکار کیا جب کہ معاویہ اقتدار وحکومت چاہتا تھا۔ وہ حکمرانی کرر ہا تھا اس نے امام حسن علیہ السلام کو اپنا تابع محض بنانے کا اقدام نہ کیا۔اسے معلوم تھا کہ اگر میں ایسا چاہوں گا تو امام حسنؑ اسے ہرگز قبول نہ کریں گے اس نے اس بات میں عافیت سمجھی کہ وہ امام حسن علیہ السلام کو نہ چھیڑے اور آرام سے حکومت کرتا رہے جب کہ یزید نے تکبر وغرور میں بدمست ہو کر امام برحق کو اپنے تابع کرنے کا پروگرام بنایا امام حسین علیہ السلام تو مدینہ میں آرام سے زندگی بسر کر رہے تھے۔ یہ یزید ہی تھا جس نے شام کی حکومت سنبھالتے ہی فوراً یہ حکم نامہ جاری کیا کہ اگر امام حسینؑ بیعت نہ کریں تو انہیں قتل کر دیا جائے۔لہذا یزید کا یہ بیان کہ اگر امام حسن علیہ السلام معاویہ کے خلاف قیام کرتے تو معاویہ ان کے ساتھ یہی کرتا جو میں نے کیا تو یہ بات غلط ہے اس لئے کہ امام حسنؑ نے از خود قیام نہیں کیا بلکہ امامؑ کو مجبور کیا گیا تو امام حسین علیہ السلام نے ذلت کی بجائے

موت کا کا راستہ اختیار کر کے خیر وحق کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے فتحیاب کر دیا اور یزید ملعون نا کام ہوا۔

ابن زیاد کا عمر بن سعد کو خط

۴۔ ابن زیاد نے شمر کی تجویز پر عمر بن سعد کو فرمان لکھ کر بھیجا کہ حسین علیہ السلام یا تو جنگ کریں یا ذلت کے ساتھ میرے سامنے تسلیم ہو جائیں۔ امام حسین علیہ السلام نے ذلت کو قبول نہ کیا اور شہادت کا انتخاب کیا جس وقت زجر بن قیس ملعون یزید کے پاس آیا اور اسے جنگ کی خبر پہنچائی تو اس نے بیان کیا کہ ہم نے ان کو تجویز دی کہ وہ تسلیم ہو جائیں اور عبید اللہ بن زیاد کے حکم کو مان لیں یا پھر جنگ کیلئے تیار ہو جائیں۔تو انہوں نے تسلیم ہونے کی بجائے جنگ کا انتخاب کیا۔

نعمان بن بشیر کا بیان

۱۔ نعمان بن بشیر نے یزید سے کہا معاویہ امام حسین علیہ السلام کے خلاف جنگ کو ناپسند کرتا تھا۔ یزید نے جواب دیا: اگر وہ معاویہ کے خلاف خروج کرتا تو اللہ کی قسم!...... اگر ان میں قدرت ہوتی تو وہ اس کو قتل کر دیتا۔نعمان بن بشر نے اس کی بات کو قبول نہ کیا اور یزید کے اس جواب پر اس نے یہ کہا مجھے نہیں معلوم کہ ایسی صورتحال میں وہ کیا اقدام کرتا۔
(مقتل الحسین علیہ السلام،خوارزمی، ج ۲، ص ۶۶)

یزید کے درباری مقتل نویسوں کی بات

کربلا کے واقعات وحالات لکھنے والے تین طرح کے افراد ہیں:

۱۔ یزید کے حامی ہیں اور دربار کے تنخواہ دار ہیں انہوں نے واقعات لکھنے میں

حکمرانوں کی خوشنودی اوران کی بہتری کو سامنے رکھ کر کربلاء کے واقعات بیان کئے۔

۲۔ وہ عام افراد جنہوں نے جس سے جو سنا اسے لکھ دیا، اس کے صحیح یا غلط ہونے کی تصدیق نہ کی۔

۳۔ کربلا کے عینی شاہدوں کا بیان جو اہل بیت سے تعلق رکھتے تھے یا پھر خیانت کار نہ تھے۔

البتہ وقت گزرنے کے ساتھ حقائق کو مسخ کرنے میں مقتل نویسوں نے بڑا کردار ادا کیا ہے۔ آئمہ اہل بیت علیہم السلام نے آپ کے پیروکاروں کیلئے کربلا کے واقعات کو مٹنے نہ دیا اور کربلاء کے اصل حقائق سے اہل البیت علیہم السلام نے اپنے محبّین کو آگاہ رکھا اور کربلاء کی بقاء کا سامان مہیا کیا۔

عمر بن سعد نے ابن زیاد کو جھوٹ لکھا

حضرت سید الشہداءؑ تین کاموں سے ایک کیلئے راضی ہوئے ہیں۔

ا۔ کسی سرحدی علاقے میں چلے جائیں۔

۲۔ مدینہ واپس چلے جائیں۔

۳۔ یزید کے پاس جائیں اوراس کی بیعت کرلیں۔

یہ بات بنی اُمیہ کے درباری مقتل نویسیوں نے لکھی ہے کیونکہ تیسری بات کہ یزید کی بیعت کرلوں تو اس سے بڑا جھوٹ ہو نہیں سکتا اس بارے امام حسین علیہ السلام کے مدینہ سے مکہ اور مکہ سے کربلا اور روز عاشورا تک کے سارے بیانات بڑے روشن اور واضح ہیں کہ آپؑ نے فرمایا: یزید شرابی، زانی، انسانی جانوں کا قاتل، بندروں اور کتوں سے کھیلنے

والا اور شر کی علامت ہے۔ مجھ جیسا اس جیسے کی بیعت نہیں کرسکتا۔ (یہ فیصلہ اٹل تھا اس سے کسی بھی طور پر واپسی نہ تھی لیکن پھر جو کچھ انہوں نے لکھا اس کو ایک لمحہ کیلئے مان بھی لیائے تو امام حسین علیہ السلام کی تجاویز کو قبول نہ کرنا حکمرانوں کے خلاف جاتا ہے اور ان کی ہٹ دھرمی پر دلیل ہے)۔ اور یہ کہ وہ امام حسین علیہ السلام کو ہر صورت قتل کرنا چاہتے تھے اس سے کمتر پر وہ راضی نہ تھے۔

حاکم کی مطلق اطاعت

اب یہ معلوم نہیں یہ اختیار امام حسین علیہ السلام اپنے لئے کہہ رہے تھے یا پھر اغیار کیلئے، (یہ اشارہ اس بات کی طرف ہے جو عمر بن سعد نے ابن زیاد کو لکھی تھی) ۔شمر اس میں رکاوٹ بنا اس نے ابن زیاد سے کہا حسین بن علی علیہم السلام ایک قدم آگے بڑھے یا ایک قدم پیچھے ہٹ جائے اس وقت آپ طاقتور ہیں اور وہ کمزور ہیں لیکن اگر وہ یہاں سے چلے گئے تو پھر ہم مغلوب ہوں گے اور وہ غالب ہوں گے۔ امام حسین علیہ السلام کو پابند کیا جائے کہ وہ عبید اللہ بن زیاد کے حکم کے سامنے تسلیم ہو جائیں۔ یا جنگ کیلئے تیار ہو جائے، ابن زیاد نے شمر کی تجویز کو قبول کیا اور اس سے کہا کہ اللہ تجھے جزائے خیر دے اس نیکوکاری کا اجر دے۔ (ایسے خبیث اور بدطنیت تھے کہ فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کو اپنے لئے نیکی قرار دیتے تھے۔ خدا ان پر اور ان کے سرپرستوں اور چاہنے والوں پر ہزار ہزار بار لعنت وعذاب بھیجے۔)

اس واقعہ کے بعد شمر ملعون امام حسین علیہ السلام کے ساتھ جنگ کے بارے میں کہتا تھا ہم نے تو معروف اور منکر دونوں حالتوں میں حاکم کی بات کو ہی ماننا تھا۔ جبکہ ذھبی جو

اہل سنت میں سے ہے اس نے کہا ہے کہ اطاعت معروف میں ہے منکر میں اطاعت نہیں۔

سکینہ بنت الحسین علیہا السلام کا بیان

۱۔ سکینہ بنت الحسین علیہ السلام نے بیان کیا میں چاندنی رات میں بیٹھی ہوئی تھی خیمہ کے درمیان میں، خیمہ کے پیچھے سے رونے اور چلانے کی آواز سنی، میں ڈر گئی، میں نے سوچا ایسا کام کروں کہ میری وجہ سے باقی خواتین بھی باخبر ہو جائیں۔ میرے دل میں کھٹکا ہوا کہ کوئی اچھی خبر نہیں۔ میں نے اپنے دامن کو سنبھالا اور اُٹھ کھڑی ہوئی اور باہر آ گئی، خیمہ کے پیچھے دیکھا کہ میرے بابا تشریف فرما ہیں، آپؑ کے گرد آپ کے اصحاب بیٹھے ہیں، سب رو رہے ہیں میں نے ان سے یہ بات سنی؛ (میرے بابا ان سے مخاطب تھے) تم سب یہ بات جان لو کہ تم سارے میرے ساتھ آئے تھے کہ تمہیں یہ معلوم ہوا کہ میں ایک ایسی قوم کے پاس جا رہا ہوں جنہوں نے اپنی زبانوں اور دلوں سے میری بیعت کی ہے لیکن اس وقت معاملہ اُلٹ ہو گیا ہے ان پر شیطان غالب آ گیا، وہ اللہ کا ذکر بھول گئے ہیں، اب ان کا مقصد میرے قتل کے سوا اور کچھ نہیں اور انہیں بھی قتل کریں گے جو میرے ساتھ مل کر ان کے خلاف جہاد کر رہے ہوں گے، ہمیں قتل کرنے کے بعد میرے عیال کو لوٹیں گے اور لوٹنے کے بعد انہیں اسیر بنائیں گے۔ مجھے ڈر ہے کہ تم جانتے ہوئے یا نہ جانتے ہوئے شرمندگی کے خوف سے خاموش رہو، ہم اہل البیت علیہم السلام کے ہاں دھوکہ حرام ہے پس جو ناپسند کرتا ہے اس بات کو تو وہ ہمیں چھوڑ کر چلا جائے کیونکہ رات ستر پوش ہے اور اس راستہ میں کوئی خطرہ نہیں، یہ وقت سفر کیلئے مناسب ہے جو ہمارے ساتھ ہمدردی کرے گا تو وہ کل ہمارے ساتھ جنگ میں شریک ہوگا، اور اللہ کے غضب سے بچے گا۔ بی بی سکینہ سلام

اللہ علیہا فرماتے ہیں: اللہ کی قسم!......میرے باباؑ کی گفتگو ختم نہ ہوئی تھی کہ جو آپ کے اردگرد بیٹھے تھے وہ دس دس، بیس بیس کے گروہ بنا کر آپ سے جدا ہو گئے اور وہاں سے جانے لگے۔ ستر (۷۰) سے کچھ زائد افراد آپؑ کے ساتھ باقی بچ گئے۔

یہ واقعہ مکہ سے کربلاء آتے ہوئے حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام کی شہادت کی خبر سننے کے بعد ایک منزل کا ہے جس میں آپؑ نے اپنے ساتھ آنیوالوں پر واضح کیا کہ ہمارا کاروان موت کا کاروان ہے کوئی کسی دھوکہ میں نہ رہے۔

امان نہ دینے والے دشمن، بے وفائی کرنے والے دوست

صفین میں جب معاویہ کے لشکر نے پانی پر قبضہ کیا تو انہوں نے پانی حضرت امیر اور آپؑ کے اصحاب پر بند کر دیا لیکن جب حضرت امیر علیہ السلام کا پانی پر قبضہ ہو گیا تو آپؑ نے معاویہ والوں کو پانی دیدیا، ان پر پانی بند نہ کیا گیا۔ آج تک کبھی کسی نے یہ سنا ہے نہ پڑھا ہے کہ جنگ کے دوران اپنے دشمن کو پانی دے دیا جائے۔

جنگ عظیم میں روسی بادشاہت کا واقعہ

روسی بادشاہت کے زمانہ میں جنگ عظیم اوّل تھی، جو بھی جرمنی کے خلاف لڑنے کیلئے جاتا تھا واپس نہ آتا تھا۔ ایک دفعہ جب ایک گاڑی جو جوانوں سے بھری ہوئی جرمنی سے جنگ کیلئے چلنے والی تھی ان کی مائیں ٹرین کے سامنے لیٹ گئیں تا کہ ٹرین کو روانگی سے روکا جائے۔ ماسکو سے اس کے بارے دستور مانگا گیا کہ کیا کریں تو جواب آیا ان کے اوپر سے ٹرین گزار دی جائے۔ ان کا طریقہ یہ تھا کہ جنگ کے دوران دشمن کے حملہ کے دوران کچھ سپاہیوں کو پیچھے چھوڑا جاتا تھا کہ اگر ان فوجیوں سے کوئی واپس آنے لگے تو اسے فوراً

گولی سے اُڑا دیا جائے لیکن امام حسین علیہ السلام شب عاشوراء اپنے ساتھیوں سے کہتے ہیں کہ تم آزاد ہو میں نے اپنی اطاعت کا طوق تم سے اُٹھا لیا ہے اس قوم کو میری ضرورت ہے آپ میں سے جو چاہتا ہے وہ یہاں سے چلا جائے۔

بعض نے کہا ہے جب آپ نے یہ اعلان کیا (آپؑ نے ایسا اعلان دو دفعہ کیا، ایک دفعہ سفر کے دوران کربلا پہنچنے سے پہلے اس وقت آپؑ کے ساتھ ایک ہزار سے زائد لوگ موجود تھے۔ دوسرا اعلان شب عاشوراء کیا، شب عاشورا آپؑ کے ساتھ مرد، خواتین اور بچے سب ملا کر دو سو سے کمتر تھے۔ شب عاشوراء آپؑ کو کوئی چھوڑ کر نہیں گیا۔ حضرت آیت اللہ بہجت کی مراد سفر کے دوران جو آپ نے فرمایا وہ ہے۔)

کہا جاتا ہے ایک ہزار آدمی آپؑ کے ساتھ تھے یہ سننے کے بعد دس دس، بیس بیس کر کے آپ کو چھوڑ کر چلے گئے بعض خدا حافظ کئے بغیر چلے گئے۔ آپ کے ساتھ وہی افراد بچ گئے جو مدینہ سے آپؑ کے ساتھ آئے تھے جس میں آپ کی اولاد، بہنیں بھتیجے، بھانجے، چند غلام اور خاص اصحاب بچ گئے جو آخر تک آپ کے ساتھ رہے جن میں مردوں کی تعداد ایک سو سے کمتر تھی۔

حضرت مسلمؑ کیلئے سید الشہداءؑ کا پیغام

اسی طرح سید الشہداء علیہ السلام نے حضرت مسلم بن عقیل علیہما السلام سے فرمایا: کوفہ میں لوگوں کے ساتھ مہربانی سے پیش آئیں۔ شاید حضرت مسلم بن عقیل علیہما السلام کے مارے جانے اور شہادت کا سبب بھی یہی بنا ہو کہ آپ کے لئے جنگ کرنے کی اجازت نہ تھی وگرنہ دارالامارہ میں جو کہ ابن زیاد کا ہیڈ کوارٹر تھا اس کے پاس بیس سے زیادہ افراد نہ

تھے۔ حضرت مسلم بن عقیلؑ ان کا محاصرہ کر سکتے تھے اور دارالامارہ کا کنٹرول سنبھال سکتے تھے۔ (لیکن ایسا نہیں کیا آپ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ دارالامارہ کے دروازہ پر آتے ہیں اس پر قبضہ کرنے کیلئے نہیں بلکہ ہانی بن عروہ کو رہا کروانے کیلئے آتے ہیں۔ اگر آپ دارالامارہ پر اس وقت چڑھائی کر دیتے تو کوفہ میں انقلاب کی جو لہر موجود تھی، ظاہری کامیابی آپ کو ملتی۔ یہ بھی بیان ہوا ہے کہ ابن زیاد نے اپنے خاص غلام کے ذریعہ دارالامارہ کے خفیہ راستہ سے فرار کی منصوبہ بندی بھی کر لی تھی لیکن حضرت مسلمؑ کی ماموریت ہی کچھ اور طرح کی تھی جس سے وہ خود آگاہ تھے یا پھر ان کے امام یا پھر اللہ کے علم میں ہے۔ مترجم)

ا۔ حسین بن علی علیہما السلام نے مسلم بن عقیل بن ابی طالب علیہم السلام کو قیس بن مسہر الصیداوی، عمارہ بن عبد السلولی اور عبد الرحمن بن عبد اللہ کو حضرت مسلم کے ہمراہ روانہ کیا اور انہیں تقویٰ الٰہی کا حکم دیا اور یہ کہ اپنی بات کو مخفی رکھیں اور لوگوں کے ساتھ مہربانی کا رویہ اپنائیں۔ اگر دیکھیں کہ لوگ ایک بات پر اکٹھے ہیں اور اپنے عہد و پیمان پر قائم ہیں تو فوراً اس بارے میں مجھے آگاہ کریں۔

۲۔ ابن زیاد کے ساتھ قصر میں صرف تیس سپاہی تھے اور کوفہ کے بیس اشراف (بڑے لوگ) موجود تھے، ان کے علاوہ اس کے اپنے گھر والے اور خواص موجود تھے۔

عاشوراء کی نماز ظہر......کربلاء کی جنگ دفاعی جنگ تھی

نماز ظہر کے وقت سے پہلے جنگ کا آغاز کرنا مکروہ ہے مگر اس صورت میں جب اس کی ضرورت پیش آئے۔ اگر کوئی شخص ظہر کے وقت جنگ میں مصروف ہو اور ظہرین کے قضاء ہونے کا خوف ہو تو جنگ کو مؤخر کرنے کی کوشش کرے، اس لئے سید الشہداء علیہ

السلام نے ظہرین کے بعد جنگ کا آغاز کیا جبکہ کربلاء کا واقعہ دفاعی تھا جہاد نہ تھا مخالفین نے آپ پر حملہ کیا تھا وگرنہ اگر اشقیاء سید الشہداءعلیہ السلام کو اجازت دے دیتے تو آپؑ جہاں سے آئے تھے وہیں واپس چلے جائیں۔ ممکن ہے انسان جنگ میں مصروف ہو جائے اور نماز نہ پڑھ سکے لہٰذا نماز کی محافظت کا تقاضا ہے کہ وہ صبر کرے، یہاں تک کہ نماز پڑھ لے پھر جنگ کرے۔

ظہرین کے بعد جنگ

جیسا کہ یہ بات نقل ہوئی ہے کہ حضرت سید الشہداءعلیہ السلام نے ظہرین کی نماز پڑھائی ظاہر ہے کہ سعید بن عبداللہ آپ کے کا سپر بنائے ہوئے تھے اُن کے جسم پر بہت زیادہ تیر پیوست ہو چکے تھے، نماز کے فوراً بعد اس کی شہادت ہوئی۔ ظہرین کی نماز پڑھنے کے بعد باقاعدہ جنگ کا آغاز ہوا۔ ظہرین (زوال کے بعد) کے بعد جنگ کرنے کا ایک معقول اثر ہے فتح ونصرت کا دروازہ اسلام اور مسلمانوں کیلئے کھل جاتا ہے اور جنگ کے دوران نماز بھی اس سے فوت نہیں ہوتی اور ایسا شخص نماز کی قضا سے بھی بچ جاتا ہے۔ جی ہاں!......اگر ظہرین سے پہلے دشمن حملہ کر دے تو پھر دفاع کرنا واجب ہے۔

نماز کے وقت کی خبر دی گئی

۳۔ نماز کا وقت ہو گیا، حسین علیہ السلام نے زہیر بن القین اور سعید بن عبداللہ الحنفی کو حکم دیا کہ وہ آپ کے آگے کچھ فاصلہ پر کھڑے ہو جائیں۔ باقی اصحاب آپ کے پیچھے صف بنا کر کھڑے ہو گئے، آپؑ نے نماز ادا کی، ایک تیر حسین علیہ السلام کی جانب آنے لگا، سعید نے آگے بڑھ کر اسے اپنے سینے پر لے لیا اس طرح وہ امام حسین علیہ السلام کے

سپر بنے رہے یہاں تک کہ وہ نماز کے تمام ہوتے ہی زمین پر گرے، وہ کہہ رہے تھے اے اللہ! ان پر عاد وثمود والی لعنت اُتار دے، اے اللہ! اپنے نبی کو میری جانب سے سلام پہنچا دے اور جو تکالیف، درد مجھے پہنچا ہے میں نے تیرے نبیؐ کی ذریتؑ کی نصرت کے بدلے میں جھیلا ہے پھر اُنہوں نے اپنی جان جانِ آفرینش کے سپرد کی اُن کے بدن میں تیرہ تیر پیوست تھے جبکہ تلوار اور نیزے کے زخم ان کے علاوہ تھے۔

حضرت علی اکبرؑ میدان جنگ میں

حضرت علی اکبر علیہ السلام کے بارے میں آیا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے علی اکبر علیہ السلام کے میدان جنگ میں جاتے وقت جب وہ اپنی ماں سے رخصت ہو رہے تھے تو آپ نے لیلیٰ سلام اللہ علیہا سے فرمایا اسے اجازت دے دو کہ حبیب کو اپنے حبیب سے ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوا ہے۔

کچھ دعاؤں میں ہم اس طرح حضرت حسین علیہ السلام کی مناجات کو پڑھتے ہیں ''یا حبیب من لا حبیب له'' اے اس کے حبیب جس کا کوئی حبیب نہیں ہے۔

علیؑ سے دشمنی کیوں......؟

کسی کیلئے اس بات کا کوئی بہانہ موجود ہے کہ وہ علی علیہ السلام جیسی شخصیت سے بغض و دشمنی کرے؟ جو ہر ہفتہ بیت المال کو خالی کر دے اس کی صفائی کرنے کے بعد نماز بھی پڑھے (شکرانے کی) ایسی شخصیت کے بارے میں کوئی یہ کہہ سکتا ہے وہ ان سے محبت نہیں رکھتا؟ اگر اسے دوست نہ رکھیں تو کیا ان سے محبت کریں جو اپنے قبیلہ کے سردار کو بہت سی رقم دیتا ہے اور تھوڑی سی ماتحت کو دیتا ہے۔

ایسا سنا گیا ہے سچ ہے یا جھوٹ کہ وہ فوجی جس جس دستہ میں کربلاء میں امام حسین علیہ السلام سے جنگ کیلئے گئے تھے ہر دستہ کی سربراہی کیلئے بہت زیادہ مال حصہ میں آیا جب کہ ماتحت سپاہیوں کیلئے بہت ہی معمولی مال حصہ میں آیا۔بعض سپاہیوں کے حصہ میں صرف تین درہم بھی آئے جبکہ قبیلہ کے سربراہ اور خاندان کے بڑے کو ایک ہزار درھم دیا گیا۔ قبیلے کے سربراہ کو ہزار درہم ملتا تھا وہ اپنے ماتحتوں کو چند درہم دیتا تھا۔کربلا میں ہر قسم کی باتیں مل جاتی ہیں۔

امام حسینؑ کا قوم سے سوال

حضرت سید الشہداءؑ نے ان سے پوچھا تم میرا خون بہانا کیوں جائز سمجھتے ہو؟ کیا میں نے کسی حلال کو حرام کیا ہے یا حرام کو حلال کیا ہے؟ ایک ملعون نے اس سوال کا جواب دیا تھا ہم تجھ سے جنگ کر رہے ہیں تیرے بابا سے دشمنی کی وجہ سے۔

وہ کیسے لوگ تھے جس سے محبت کرنی چاہئے وہ اس سے بغض کرتے ہیں جو لوگوں کی جانب سے پیش کئے گئے حلوہ کو نہیں کھاتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کو کھجور کا بنا ہوا حلوہ پسند تھا جسے وہ اپنے لئے استعمال میں لاتے تھے۔حضرت علی علیہ السلام بھی کھجور کا حلوہ پسند کرتے تھے لہٰذا وہ کھجوریں جو مدینے سے آپ کیلئے بھیجی جاتیں آپ ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے اس کا میٹھا بناتے اور اسے روٹی کے ساتھ کھاتے لیکن جو کوئی اور حلوہ عطیہ کے طور پر آپ کے لئے لاتا تو آپ اسے لینے سے انکار کر دیتے۔

بیت المال کی صفائی

روایت میں ہے کہ علی علیہ السلام ہر جمعہ کے دن بیت المال کا جھاڑو پھیرتے

تھے اور صفائی کرنے کے بعد اس میں دو رکعت نماز پڑھتے پھر فرماتے: یہ دونوں (نماز اور بیت المال) قیامت کے دن میرے حق میں گواہی دیں گے۔

(الغارات، ج۱، ص ۳۱؛ وسائل الشیعہ، ج ۱۵، ص ۱۰۸ و نیز نک؛ الغارات، ج۱، ص ۴۵؛ امالی صدوق، ص ۲۸۳؛ شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۱۹۹، بحارالانوار، ج ۴۳، ص ۳۵۲؛ ج ۴۱، ص ۱۰۳ و ۱۳۶)

امام حسینؑ کا قوم سے سوال

امام حسین علیہ السلام کربلا میں روز عاشورا قوم سے پوچھتے ہیں: تم پر وائے ہو مجھے کیوں قتل کرتے ہو کیا کوئی حق بات ہے جو میں نے چھوڑ دی ہے یا شریعت کو میں نے تبدیل کر دیا ہے یا کسی سنت کو بدل دیا ہے؟ تو اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ ہم تیرے بابا کی دشمنی کی وجہ سے تم سے جنگ کر رہے ہیں کہ انہوں نے بدر و حنین میں ہمارے بڑوں کے ساتھ جو کچھ کیا تھا ہم ان کا بدلہ لینا چاہتے ہیں۔

امیر المومنینؑ اپنے اصحاب کے ہمراہ

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: ''جس وقت امیر المومنین علیہ السلام اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ہمراہ رحبہ کے مقام پر تھے تو ان کے لئے ایک برتن میں فالودہ پیش کیا گیا تو آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: ہاتھ آگے بڑھاؤ!......ہم نے اپنے اپنے ہاتھ بڑھائے۔امیر المومنین علیہ السلام نے بھی اپنا ہاتھ بڑھا کر پھر واپس کھینچ لیا۔ہم نے سوال کیا کہ آپ کے کہنے پر ہم نے اپنے اپنے ہاتھ اس فالودہ کی طرف بڑھائے، آپؑ نے اپنا ہاتھ واپس ہٹا لیا۔اس کی وجہ کیا ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا: میں نے جیسے ہی اس کی

جانب ہاتھ بڑھایا تو مجھے رسول اللہ ﷺ کا قول یاد آیا کہ اُنہوں نے اسے ناپسند کیا تو میں نے بھی ناپسند کیا ہے کہ میں اسے کھاؤں۔''

جنات کی جانب سے امام حسینؑ کی خدمت میں درخواست

چار ہزار جنات امام حسین علیہ السلام کے پاس آئے اور عرض کی اگر آپ اجازت دیں تو آپ اسی جگہ پر جہاں ہیں موجود رہیں گے اور ہم ان کے لشکر کو کربلاء پہنچنے سے پہلے ہی ہلاک کر دیں گے بغیر اس کے کہ دو فوجوں میں باہمی جنگ ہو۔

امام حسینؑ کا جنات کو جواب

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: میں تم سے زیادہ اس امر پر قدرت رکھتا ہوں اگر میں قتل نہ کیا جاؤں تو پھر اس منحرف اور سیدھے راستہ سے الٹی راہ پر مخلوق کا امتحان کس طرح ہوگا۔ (امام حسین علیہ السلام کا قتل امت کا امتحان حق کی پہچان کیلئے تھا، اطاعت گزار اور نافرمان میں امتیاز کیلئے تھا۔)

جنات کی افواج

۳۔ جنات کی افواج آئیں انہوں نے مولا حسین علیہ السلام سے عرض کیا اے ہمارے مولا! ......ہم آپ کے پیروکار ہیں ہم آپ کے انصار ہیں آپ جو چاہیں ہمیں اس کا حکم دیں، آپ اگر دشمن کے مارے جانے کا حکم دیں تو آپ اسی جگہ پر موجود رہیں ہم ان کے لئے کافی ہوں گے۔

امام حسینؑ کی جنات کیلئے دعا

امام حسین علیہ السلام نے ان جنات کو دعا دی ان کے لئے خیر چاہی۔ ان کیلئے

فرمایا اگر میں اس جگہ موجود رہوں تو یہ بگڑی مخلوق کا امتحان کیسے ہوگا اور میرے دفن کی جو جگہ ہے اس میں کون دفن ہوگا، ؟! اللہ تعالیٰ نے جس دن زمین کو بچھایا تھا اس نے اس جگہ کو میرے لئے منتخب کیا تھا اور اسے میرے شیعوں کیلئے مرکز قرار دیا تھا اور ہم سے محبت کرنے والوں کیلئے اس جگہ کو پناہ گاہ بنانا تھا، انکے اعمال، ان کی نمازیں، ان کی دعائیں اس جگہ پر قبول کی جائیں گی اور ہمارے شیعہ اس جگہ سکونت اختیار کریں گے۔

جنات کا تسلیم ہونا

جنات نے یہ سن کر کہا: اللہ کی قسم! اے حبیب اللہ اور اللہ کے حبیبؐ کے بیٹے اگر ہمارے لئے آپ کی اطاعت فرض نہ ہوتی اور ہمارے لئے آپ کی مخالفت کرنا حرام نہ ہوتا تو ہم آپ کی مخالف کرتے اور آپ کے سارے دشمنوں کو قتل کر دیتے قبل اس کے کہ وہ آپ تک آ پہنچتے۔

طاقت، سعادت اور بدبختی کا معیار

امام حسین علیہ السلام نے ان کیلئے فرمایا: ''اللہ کی قسم! ہم ان کے خلاف اقدام کرنے کے حوالے سے تم سے زیادہ طاقت رکھتے ہیں، اصل بات یہ ہے کہ جو ہلاک ہو تو وہ دلیل کیساتھ ہلاک ہو اور جو زندہ رہے تو وہ بھی دلیل سے زندہ رہے، سعادت مندی اور بدبختی سبب اور دلیل سے ہو''۔

زعفر جن کے بارے میں

ایک بوڑھا آدمی تھا میں نے خود اسے دیکھا ہے وہ بنیادی طور پر ہمارے گھر کے قریب رہتا تھا، بظاہر وہ شمالی تھا اس نے بیان کیا میں سونا چاہتا تھا میں نے

شور سنا، خود سے کہا کہ یہ کیسا شور ہے؟ کون ہے؟ تو جواب آیا کہ زعفر جن جو کربلاء میں امام حسین علیہ السلام کی مدد کرنے کیلئے حاضر ہوا تھا وہ ابھی ابھی وفات پا گیا ہے۔ میں نے ایک ذریعہ سے بھی ایسا ہی سنا تھا کہ بیس سال پہلے کی بات ہے بعض گھروں میں آواز دی گئی کہ زعفر مر گیا ہے۔ وہ بوڑھا آدمی کہتا ہے اسی وقت جب میں سونا چاہتا تھا میں نے اس سے یہ پوچھا کہ زعفر کا کوئی جانشین ہے تو اس نے جواب دیا اس کا نام کامل ہے یہ بات میں نے اس خبر میں نہیں سنی تھی جو بیس سال پہلے مجھے بتائی گئی تھی تو یہ بات اس بوڑھے نے بتائی۔ جنات کی عمر ایک سال، دو سال، دس سال یا سو سال نہیں بلکہ ان کی عمریں بہت زیادہ ہوتی ہیں۔

سنگ ستم

روایت میں ہے جب حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام نے ان دشمنوں کو منع کیا کہ وہ خواتین کے خیموں کی جانب نہ جائیں تو اشقیاء آپ کے خیام سے واپس لوٹتے ہیں اور ظالموں نے حضرت پر سنگ باری شروع کر دی۔

شمر کا امام حسینؑ سے سوال

۱۔ شمر نے امام حسین علیہ السلام سے سوال کیا اے فرزند فاطمہ سلام اللہ علیہا تم کیا کہہ رہے ہو؟ امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا: میں یہ کہہ رہا ہوں کہ میں تمہارے ساتھ جنگ کر رہا ہوں اور خواتین پر اس کا کچھ بار نہیں ہے۔ شمر نے یہ سن کر کہا: ٹھیک ہے جو تم کہہ رہے ہو ایسا ہی کرتے ہیں (خواتین سے سپاہیوں کو واپس بلا لیا)۔ امام حسین علیہ السلام کا رُخ کیا اور آپ پر بہت زیادہ تیر، نیزے اور تلواریں برسائے یہاں تک کہ انہیں گوشت کا

لوتھڑا بنا دیا۔ آپ ایک گھونٹ پانی مانگتے رہے لیکن پانی نہ دیا گیا۔ ۷۲ زخم بدن پر آ چکے تھے آپ بہت ہی کمزور ہو چکے تھے، آپؑ اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے ہیں کہ آپؑ کی پیشانی پر ایک زوردار پتھر آ کر لگا جس نے آپؑ کی پیشانی کو توڑ دیا۔

آزاد بنو!

ابوسفیان کے شیعہ

جس وقت سید الشہداء علیہ السلام گھوڑے کی زین سے زمین پر آ گئے، دشمن کے سپاہیوں نے آپؑ کے خیام کا رُخ کیا، آپ زانو کے بل خیام کی جانب تھوڑے تھوڑے بڑھے اور اس جمعیت کو اپنے ساتھ جنگ کی دعوت دی۔ آپؑ نے ان سے خطاب میں کہا ''اے ابوسفیان کے شیعو!...... اگر تمہارے لئے کوئی دین نہیں ہے اور تم میں قیامت کے دن کا خوف نہیں ہے تو تم آزاد مرد تو بنو، اپنی خاندانی روایات کو پلٹ کر دیکھو اگر تم عرب ہو جیسا کہ تمہارا خیال ہے میں تمہارے ساتھ جنگ کر رہا ہوں، خواتین پر اس کا کوئی بار نہیں ہے۔ جو کتابیں ہمارے پاس موجود ہیں ان میں ہے کہ یہ مطالب آپؑ نے گھوڑے سے زمین پر آنے سے پہلے کہے۔

گھوڑوں کے سموں تلے جسد مبارک

خود ابن زیاد ملعون نے کہا: میں یہ بات جانتا ہوں کہ موت کے بعد جسم کو گھوڑوں کے سموں تلے روندنے کا کوئی درد یا تکلیف نہ ہو گی لیکن میں نے ایک بات کہی ہے اور میری یہ خواہش ہے پس اس پر عمل ہونا چاہئے ان کے لشکری اور افواج اسی کے فرمان اور خواہش کے تابع تھے اور ابن زیاد شمر ملعون کی نصیحت کے تابع تھا کہ اس نے ابن زیاد سے

کہا تھا اگر حسینؑ یہاں سے مدینہ کی جانب یا شام کی طرف یا کسی اور طرف حرکت کرتے ہیں تو وہ طاقتور ہوں گے اور تم کمزور ہو گے۔ یہ سن کر ابن زیاد ملعون نے اسے دعا دی تھی کہ اللہ تجھے جزائے خیر دے۔ (یہ کمینگی کی انتہاء ہے کہ فرزند رسولؐ، نمائندہ الٰہی کے قتل کا مشورہ دیا جاتا ہے اور ابن زیاد اس کیلئے اللہ سے خیر کی دُعا دے رہا ہے)۔ اس کی امام حسین علیہ السلام سے جو باتیں ہوئی تھیں وہ بھی لکھ بھیجیں اور کچھ خود سے لکھا ہوگا وہ چاہتا تھا کہ کس طرح امام حسین علیہ السلام کے قتل کا بار اس پر نہ آئے؟ اور رَے شہر کی سلطنت بھی اسے مل جائے لیکن ملعون کیلئے دینا رہی نہ آخرت وہ ہمیشہ کے لئے لعنت کی علامت بن کر رہ گیا۔ (مترجم)

عمر بن سعد وفادار سپاہی

عمر بن سعد نے کربلا کے تمام حالات ابن زیاد ملعون کیلئے تحریر کئے اس نے اسے جواب بھیجا میں نے تمہیں اس لئے نہیں بھیجا کہ تم صلح کرو، جو تم چاہتے ہو وہ نہیں ہوگا ہمیں تو اس کے مارے جانے کی خبر بھیجو اور انہیں مارنے کے بعد ان کے جسد مبارک پر گھوڑے دوڑانے کی اطلاع دو۔

سید الشہداءؑ کے سر مبارک کا تکلم کرنا

ایک شخص کہتا ہے میں نے اپنے آپ سے یہ کہا کہ میں سید الشہداء کا سر چوری چھپے یہاں سے اُٹھاؤں گا اور یہاں سے دُور لے جاؤں گا لیکن سر مبارک سے میں نے یہ آواز سنی: بلاشک تم اس کام کی طاقت نہیں رکھتے، میرا ولی وہ اللہ ہے جس نے کتابوں کو اُتارا ہے اور وہی صالحین کا متولی و سرپرست ہے۔ (سورۂ اعراف:۱۹۶)

حارث بن وکیدہ کا بیان

۲۔ اسی سے ملتی جلتی ایک اور روایت ہے جیسا کہ حضرت آیت اللہ بہجت نے بیان کیا ہے یہ روایت حارث بن ولیدہ کی ہے:

”میں نے ان لوگوں سے سنا تھا جنہوں نے حسین علیہ السلام کے سر مبارک کو اُٹھایا ہوا تھا وہ کہتا ہے میں نے خود یہ سنا کہ سر مبارک سورۂ کہف کی آیات پڑھ رہا ہے۔ میں نے اس بارے میں شک کرنا شروع کیا کہ شاید یہ میرا خیال ہے کہ اسی اثناء میں حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام کی صدا سنی کہ آپؑ نے مجھ سے کہا: ”اے ابن وکیدہ! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آئمہ کا گروہ زندہ رہتا ہے؟......ہم اپنے رب سے روزی لیتے ہیں“۔ میں نے اپنے دل میں یہ سوچا کہ میں اس سر کو چرا کر کسی اور جگہ لے جاؤں۔ تو بلند آواز آئی تم ایسا نہیں کر سکتے ہو ان کا میرا خون بہانا اس سے بڑا جرم ہے کہ وہ میرے سر کو گھمارہے ہیں، تم ان کو چھوڑ دو یہ عنقریب اس کے انجام کو پالیں گے کہ زنجیر اور خاردار طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے اور پیروں میں بیڑیاں ہوں گی ان کو کھینچا جا رہا ہوگا۔ انہیں ان کی زنجیروں اور بیڑیوں کے ذریعہ کھینچ کر لے جایا جا رہا ہوگا وہ وقت آنے والا ہے۔ (ان کا ٹھکانہ جہنم ہے دنیا میں ذلیل و خوار ہوں گے ان کی قبریں بھی آتش کا کنواں ہونگی اور آخرت میں بھی ان کے لئے درد ناک عذاب ہوگا۔)

امیر ہوں، اگرچہ اسیر ہوں

یہ سادات کیلئے جائز ہے کہ مستحب صدقہ سید اور غیر سید سے لے سکتے ہیں۔ مستحب صدقات میں اس بات پر اتفاق ہے۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ معلوم ہو کہ جس فقیر کو

مستحب صدقہ دیا جا رہا ہے پتہ ہو کہ وہ سیّد ہے یا غیر سیّد ہے لیکن یہ بات نبیؐ اور آئمہ علیہم السلام کے علاوہ کیلئے ہے۔ یہ بات جو کہی جاتی ہے کہ اس سے اختلاف نظر نہیں تو قدر متقین اس سے مراد (ہاشمی سیّد) ہیں لیکن اس سے مراد وہ ہاشمی نہیں جو منصب امامت پر فائز ہے۔ اگر ہم یہ کہہ بھی دیں کہ مستحب صدقات امامت کے منصب ہاشمی کیلئے بھی جائز ہے؟ البتہ حلال ہونا یا نہ ہونا اس سے عام ہے کہ مکروہ ہو یا حرام تو ایسا ان کے لئے جائز نہیں ہے۔

سادات کے بچوں کا صدقہ نہ لینا

ایک روایت میں ہے جس کی سند اس وقت مجھے یاد نہیں کہ جب کوفہ کی خواتین نے اسیروں کے بچوں کی جانب کھجوریں پھینکیں تو بی بی ام کلثوم سلام اللہ علیہا بچوں کے ہاتھوں سے وہ کھجوریں جو صدقات کی تھیں لے کر واپس کوفہ والوں کی طرف پھینک دیتی ہیں۔ اور آپ نے فرمایا: او کوفہ والو! صدقہ ہمارے اوپر حرام ہے (ہم خاندانِ سادات سے ہیں) ممکن ہے آپ اس بیان سے انہیں یہ سمجھا رہی ہوں کہ ہم ان اہل البیت علیہم السلام سے ہیں جن پر واجب صدقہ لینا حرام ہے اگرچہ اس وقت ہم قیدی ہیں لیکن پھر بھی ہم سادات ہیں، ہم امیر ہیں، ہم ان میں سے ہیں جو صدقہ نہیں لے سکتے۔ (شرائع الاسلام، ج۱، ص ۱۵۲)

۳۔ صدقات غیر واجب، مستحب صدقات

۴۔ کوفہ کے بازار میں جب اسیران کربلا وارد ہوئے تو کوفہ والے محملوں پر چھوٹے بچوں کیلئے روٹیاں، بادام اور کھجوریں پھینک رہے تھے۔ جناب اُم کلثوم سلام اللہ علیہا نے زوردار آواز سے کہا: او کوفہ والو!...... شرم کرو!...... بلاشک صدقہ ہمارے اوپر حرام ہے اور

بچوں سے ان کی جانب سے پھینکی گئی چیزوں کو بچوں کے ہاتھوں سے واپس لے کر کوفہ والوں کی جاب واپس پھنک دیتی ہیں۔ اگر کسی نے منہ میں کچھ ڈال لیا تھا تو اس کے منہ سے نکال بھی لیتیں اور واپس کوفہ والوں کی طرف پھینک دیتی تھیں یا زمین پر پھینک دیتی تھیں۔ (اس واقعہ سے کہ خاندان نبوت کی عظمت اور کرامت کا اظہار ہوتا ہے کہ صدقہ چاہے مستحب بھی ہو وہ لوگوں کے ہاتھوں کی میل کچیل ہے اگرچہ آپ اسیر ہیں لیکن اسیری میں بھی امیر ہیں اور صدقہ کا مال ان کوفہ والوں کو واپس کر کے اپنی عظمت و کرامت اور اللہ کے ہاں جو ان کا مقام ہے اس کا اظہار فرماتی ہیں۔ اس واقعہ میں عقلمندوں کیلئے بہت کچھ بیان ہوا ہے!

یزید ملعون کی مجلس میں

کیا کوئی ایسا مسلمان ہے جو ناموس کی بے حرمتی برداشت کرے؟ قتل ہوتا دیکھتے ہیں کہ ان کی بہن، بیٹی یا بیوی کی ہتک حرمت ہو رہی ہے تو وہ خود کو مجرم کے ساتھ قتل کر دیتے ہیں اس حالت کو برداشت نہیں کرتے۔ ایک ماں بیان کر رہی تھی میرے شوہر اور بھائی کو مخالفوں نے گرفتار کر لیا اور وہاں سے لے گئے، میں نے صبر کیا لیکن جب میری بیٹی کو لے گئے تو میرا صبر جواب دے گیا۔ اس حال کو تو خدا ہی جانتا ہے کہ جب انسان کی بیٹی کو قیدی بنایا جاتا ہے یا کنیز بناتے ہیں تو اس وقت اس کا حال کیا ہوتا ہے؟۔ یہ سارے مصائب ہمارے اپنے اعمال کے نتیجہ میں رونما ہوتے ہیں تو کیا اس قسم کے واقعات یزید کی مجلس میں رونما نہیں ہوئے؟...... جب ایک ملعون نے امام حسین علیہ السلام کی بیٹی کی طرف اشارہ کر کے گستاخی کی کہ اسے بطور میری کنیز مجھے دے دو تو۔ حضرت سیدہ زینب

سلام اللہ علیہا نے یہ سن کر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایسا حق نہیں دیا مگر یہ کہ تم ہماری ملت سے نکل جاؤ کسی اور دین کو اختیار کرلو۔ ایک نے جواب دیا کہ تیرا باپ اور تیرا بھائی دین سے نکل گئے یعنی جو ہماری مخالفت کرتا ہے وہ دین سے نکل جاتا ہے۔ بی بی سیدہ زینب سلام اللہ علیہا نے اس سے کہا تم اور تیرے باپ نے میرے بابا اور میرے بھائی کے دین سے ہدایت پائی ہے اگر تو مسلمان ہے۔

بی بی زینب سلام اللہ علیہا کا یزید ملعون کو جواب

۳۔ ''فاطمہ بنت الحسین علیہ السلام کا بیان ہے جب ہم یزید کی مجلس میں بیٹھ گئے تو ہماری حالت دیکھ کر ہر ایک پر رقت طاری ہوئی، ایک شامی کھڑا ہوا اور اس نے یزید سے کہا :اے امیر!...... یہ لڑکی (کنیز) مجھے عطاء کرو۔'' اس کی مراد میں تھی، میں بہت ہی خوبصورت لڑکی تھی، میں کانپ گئی اور میں نے خیال کیا کہ ایسا کرنا ان کیلئے مُمکن ہے میں نے اپنی پھوپھی سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کا دامن پکڑ لیا وہ جانتی تھیں کہ ایسا نہیں ہوگا، میری پھوپھی نے شامی شخص کیلئے کہا: تو نے جھوٹ بولا ہے، تو نے کمینگی کی ہے ایسا اللہ کی قسم نہ تیرے لئے ہے اور نہ ہی اس (یزید) کیلئے ہے۔ یہ سن کر یزید غصہ میں آ گیا یزید نے کہا تم نے جھوٹ بولا اگر میں چاہوں تو ایسا کرسکتا ہوں۔ میری پھوپھی نے فرمایا: ہرگز نہیں اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے تجھے یہ حق نہیں دیا مگر یہ کہ ہمارے دین کے علاوہ کسی اور دین میں چلے جاؤ۔ یزید کا غصے سے دماغ اُڑا جارہا تھا کہ بی بی سلام اللہ علیہا نے اس سے یہ بھی کہا کہ تو نے اور تیرے باپ نے میرے بابا اور میرے بھائی کے دین سے ہدایت پائی ہے اگر تو مسلمان ہے۔

سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کی شجاعت و دلیری

آپ کس قدر شجاع تھیں ان کافروں جابروں کے خلاف آپ نے کس دلیرانہ انداز میں گفتگو کی آپ بڑی دلیری سے یزید سے فرماتی ہیں: او طلاق یافتہ افراد کے بیٹے! تیری خواتین اور تیری کنیزیں تو پردے میں موجود ہوں اور رسول اللہؐ کی بیٹیاں بے پردہ۔ ان کی ہتک حرمت کی گئی ہے (بی بیؑ نے اس خطاب میں اشارہ کیا کہ میرے جدامجدؐ نے فتح مکہ کے موقع پر تیرے جد اور تیرے بابا کو اسیری کے بعد اسلام لانے پر آزاد کیا تھا تم ان کے بیٹے ہو) حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار مکہ سے کہا تھا: ''فانتم الطلقاء'' جاؤ تم آزاد ہو۔ حضور پاکؐ نے اپنے اصحابؓ کے ہمراہ جب مکہ کا محاصرہ کیا تو وہ سب مرعوب ہوئے اللہ نے ان کو ڈرا دیا وہ سب حضور پاکؐ کے حکم کے سامنے جھک گئے اور یہ کہا کہ آپ جو چاہیں ہمارے بارے میں فیصلہ فرمادیں تو آپؐ نے مکہ والوں کیلئے فرمایا: ''اذھبو فانتم الطلقا''۔ آج بی بیؑ نے یزید ملعون سے کہا ''یاابن الطلقاء'' ۔اے آزادشدگان کے بیٹے!!۔

شاہانہ بخشش

حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے اسارت کے دوران ایسا مردانہ خطاب کیا کہ یزیدی تخت سلطنت کی بنیادیں ہلا دیں

امام سجادؑ کی سخاوت

امام سجاد علیہ السلام کی گردن میں خاردار طوق تھا آپ نے سوالی کو شاہانہ امداد دی۔ ہمارے ایسے بزرگان ہیں کہ ہمارا سب کچھ ان کی وجہ سے ہے لیکن ہماری حالت

ایسی بن چکی ہے کہ ہمارے لئے گویا ایسی عظیم ہستیاں موجود ہی نہیں۔

حضرت سجادؑ کی تسبیح

اسارت اہل البیت علیہم السلام کے دوران یزید نے دیکھا کہ امام سجاد علیہ السلام کے ہاتھ میں ایک تسبیح ہے آپ اسے گھمائے جا رہے ہیں تو اس ملعون نے آپ پر اعتراض کر دیا کہ تم یہ کونسا بے فائدہ کام کر رہے ہو؟ امام سجاد علیہ السام نے اسے جواب دیا میں نے اپنے باپ سے یہ سنا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میرے جد نے ان سے یہ بات کہی کہ جب صبح کرتے اور شام کرتے تو وہ کہتے: اے اللہ میں نے بلا شک صبح کی ہے اور میں شام کرتا ہوں تو تیری تمجید، تیری تسبیح کر رہا ہوں اور جتنی مرتبہ تسبیح گھماؤں گا اتنی مقدار میں اے اللہ تیری تسبیح وتحمید انجام دوں گا لہٰذا جتنی دفعہ میں اس تسبیح کو گھماؤں گا اتنی مرتبہ اللہ کی تسبیح وتحمید ہوگی۔ اس کے بعد آپ تسبیح کو گھماتے رہے۔ جو شخص بھی ایسا کرے گا تو اس کیلئے اس کا اجر وثواب لکھا جائے گا نیز یہ عمل اس شخص کے مسائل ومشکلات کی کشادگی اور مشکلات کے حل کا سبب بھی بنے گا۔

کوکب شرم وحیا سکینہؑ بنت امیر المومنینؑ

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی ایک بیٹی کا نام سکینہ سلام اللہ علیہا تھا تو کیا یہ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کی بیٹی تھیں؟ بعض سے یہ احتمال وارد ہوا ہے کہ جس وقت امیر المومنین علیہ السلام جناب سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے غسلِ میّت سے فارغ ہوئے تو آپؑ نے فرمایا: اے حسنؑ، اے حسینؑ، اے زینبؑ، اے اُم کلثومؑ آجاؤ اپنی اماں کا آخری دیدار کرلو!۔ ایک روایت میں یا سکینہؑ بھی آیا ہے (جیسا کہ بحار الانوار میں آیا ہے)۔ ممکن ہے

ہم یہ بات کہیں کہ آپ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کی بیٹی تھیں یا (جیسا کہ مشہور ہے کہ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کی صرف دو بیٹیاں تھیں) تو ہوسکتا ہے کہ آپ کی دوسری ازواج سے آپ کی ایک بیٹی کا نام سکینہ سلام اللہ علیہا ہو۔ یہ بات نقل ہوئی ہے کہ آپ کربلاء میں موجود تھیں۔ حضرت سید الشہداءؑ اپنی اسی بہن کے متعلق فرماتے ہیں کہ ایک ایسا شخص آتا ہے جس میں مردوں کی صلاحیتیں موجود نہ تھیں یعنی خواجہ سرا تھا تو آپ (جناب سکینہؑ) نے اس سے بھی پردہ کرلیا۔ آپ سے کہا گیا یہ تو خادم ہے اور خواجہ سرا ہے جو گھروں میں کام کیلئے رکھا جاتا ہے یہ مرد نہیں ہے۔ تو آپؑ نے جواب دیا یہ مرد تو ہے لیکن اس سے شہوت لے لی گئی ہے (اس میں مردوں والی صلاحیت موجود نہیں ہے) کیونکہ مرد ہے لہٰذا عورت کو چاہیے کہ وہ اس سے پردہ کرے۔

بہر حال جو بھی حقیقت ہو یہ روایت ''وسائل الشیعہ'' میں بھی موجود ہے کہ حضرت سید الشہداء علیہ السلام سے سکینہ بنت امیر المومنین علیہ السلام سے بیان نقل کیا گیا ہے۔ آپؑ نے اس طرح اپنی بہن کے اس بیان کی تائید فرمائی ہے (کہ خواتین خواجہ سراؤں سے پردہ کریں)۔

رے شہر کی گورنری

عمر بن سعد نے سید الشہداء علیہ السلام کے جواب میں کہا کہ جب حضرت نے اس سے کہا تھا کہ تجھے رے شہر کی گندم نصیب نہ ہوگی۔ اس نے کہا کہ میں جَو کھالوں گا۔ حضرتؑ نے گندم کا جو فرمایا تو اس سے مراد گندم اور جَو کے ثمرات ہیں آپ کی مراد یہ تھی کہ تمہیں رے شہر کی حکمرانی نصیب نہ ہوگی اور ایسا ہی ہوا۔ کربلاء کے واقعہ کے بعد ابن زیاد

نے عمر بن سعد سے ری شہر کا حکمنامہ واپس لے لیا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے عمر بن سعد سے فرمایا: اللہ تمہاری نسل کو کاٹ دے جس طرح تو نے میرے ساتھ تعلق داری اور رشتہ کو توڑا ہے اور اس کا لحاظ نہیں رکھا۔ حضرتؑ کی دُعا قبول ہوئی اس کا سب سے بڑا ارمان رے کی سلطنت تھی جو اسے نہ ملی، نوبت یہاں تک پہنچی کہ ابن زیاد نے چاہا کہ رے شہر کے بدلے اسے کوفہ کا حاکم بنا دے تو کوفہ کی عورتیں کہتی تھیں کیا اس شخص کیلئے حسین بن علی علیہ السلام کا قتل کافی نہیں اب یہ شخص ہمارے اوپر کوفہ کا حاکم بننا چاہتا ہے۔ وہ ذلیل ورسوا ہوا۔

امام حسین علیہ السلام کا فرمان سچا ہوا

امام حسین علیہ السلام نے یہ جو فرمایا تھا کہ تو نے رشتہ داری اور تعلق داری کا پاس نہیں کیا۔ آپ نے اس طرف اشارہ کیا کہ حضرت علی اکبر علیہ السلام کی ان کے ساتھ رشتہ داری بنتی تھی۔ یہ بات کہی گئی ہے کہ علی اکبرؑ کی ماں جناب لیلیٰ سلام اللہ علیہا عمر بن سعد کی خالہ کی بیٹی تھیں کیونکہ لیلیٰ کی ماں اور عمر بن سعد کی ماں دونوں ابوسفیان کی بیٹیاں تھیں۔

حضرت علی اکبرؑ کا تین خاندانوں سے تعلق

حضرت علی اکبر علیہ السلام کے رشتے کا تعلق بنی ہاشم، بنی ثقیف اور بنی امیہ تینوں خاندانوں سے تھا اسی حوالے سے معاویہ بن ابوسفیان نے ایک سوال کے جواب میں کہ خلافت کا کون حقدار ہے؟ ایک شخص نے یہ سوال سن کر جواب میں کہا کہ آپ اس منصب کے حقدار ہیں۔ تو معاویہ نے اس سے اتفاق نہ کیا اور اس سوال کے جواب میں کہا تھا اس کے اصل حقدار علی بن الحسین علیہما السلام ہیں کیونکہ ان میں بنی ثقیف کا حسن ہے اور بنی اُمیہ کی سخاوت ہے اور بنی ہاشم کی شجاعت ہے۔ اسی حوالے سے حضرت امام

حسین علیہ السلام نے عمر بن سعد سے یہ جملہ کہا تھا کہ جس طرح تو نے رشتہ داری کا پاس نہ کیا اور علی اکبر علیہ السلام کو بے دردی سے شہید کر دیا اسی طرح اللہ تیرا رشتہ ناطہ توڑ دے اور تجھے اس کی سزا دے گا۔

قاتلوں کا انجام

مختار نے جس شخص کو عمر بن سعد کی گرفتاری کیلئے بھیجا اسے بتا دیا تھا کہ اس کے پاس ایک امان نامہ موجود ہے عمر بن سعد سے کہو مختار نے کہا ہوا تھا کہ یہ تمہارا امان نامہ ہے، وہ اس تحریر کو ہر وقت اپنے پاس رکھتا تھا۔ مختار نے اپنے جن سپاہیوں کو عمر بن سعد کا سر قلم کرنے کیلئے بھیجا تھا تو اس سے یہ کہا تھا کہ اگر تمہیں دیکھ کر عمر بن سعد اپنے غلام سے یہ کہے کہ جاؤ اور میرے عصاء کو لے کر آؤ تو تم اس کی گردن فوراً اُڑا دو کیونکہ وہ اس جملہ سے اپنے غلام سے تلوار منگوائے گا اور وہ تمہارے ساتھ جنگ کرنے کا ارادہ رکھتا ہوگا۔ ایسے ہی ہوا، عمر بن سعد نے مختار کے سپاہی کو دیکھ کر اپنے غلام سے کہا کہ جاؤ میرا عصا لیکر آؤ، مختار کے سپاہی نے یہ سن کر اس کی گردن اڑا دی اور اس کے سر کو مختار کے پاس لے گئے، مختار نے یہ دیکھ کر کہا میں نے عمر بن سعد اور شمر ملعون کو قتل کر دیا ہے۔ اب میرا مشن پورا ہو چکا اور پھر مختار نے حمد بجالائی۔

ایک روایت میں ہے کہ اس نے یہ بھی کہا کہ میں نے ان کو مار ڈالا ہے اگر اب میں بھی مر گیا تو مجھے کوئی غم نہیں۔ اس شخص کی حکومت اگرچہ نو ماہ سے زیادہ نہ تھی اس کے باوجود اس نے کہا کہ اگر میں مر جاؤں تو مجھے کوئی غم نہ ہے اس سے پہلے میثم نے زندان میں مختار سے کہا تھا تو سید الشہداء علیہ السلام کے قاتلوں کو مارے گا۔

مختار سے دشمنی

بعض اہل سنت مختار کو بہت برا جانتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ وہ بہت ہی جھوٹا تھا کیونکہ محمد بن حنفیہ اور سیدہ زینب بنت علی علیہا السلام نے اسے اپنا وکیل نہیں بنایا تھا اس نے ان کی نیابت کا دعویٰ کر ڈالا کہ میں ان کے مقاصد کو پورا کر رہا ہوں انہوں نے اس کا نام کذاب رکھ دیا۔ مختار کا ایک خادم تھا جس کا نام جبرئیل تھا وہ اسے جبرئیل کے نام سے بلاتا تھا تو مخالفین نے اس کے بارے میں کہہ دیا کہ دیکھو یہ آدمی نبوت کا دعویٰ کر رہا ہے۔ جبرئیل کو بلا رہا ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ جبرئیل سے میں یہ بات کہتا ہوں جبرئیل نے تیرے بارے بتایا ہے لیکن ہم مختار کے بارے یہ بات واضح کہہ سکتے ہیں کہ معصومین علیہم السلام کے بعد فصاحت اور بلاغت میں وہ سب سے آگے تھا۔ وہ بڑی توجہ سے نماز پڑھتا تھا تسلسل کے ساتھ عجیب وغریب خطابات کرتا تھا، بہت ہی بہادر تھا، اہل البیت علیہم السلام کا غلام اور عاشقِ غلام تھا۔

مختار نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں کا صفایا کیا، اس نے کوفہ کا اقتدار حاصل کرنے کیلئے عبداللہ ابن زبیر کی حکومت کو قبول کیا، در پردہ وہ ایک ہدف رکھتا تھا جب وہ سارے قاتلوں کو مار چکا تو اس نے یہ کہا کہ اب اگر مجھے موت بھی آجائے تو مجھے کوئی پریشانی نہیں۔

عمر بن سعد کے قتل کا حکم

۱۔ مختار نے خاص ساتھی ابوعمرہ (جس کا نام کیسان تھا) کو بلایا اور اُسے راز داری سے حکم دیا کہ جا عمر بن سعد کو قتل کر دو اور جب تم اس کے پاس جاؤ اور وہ تمہیں دیکھ کر اپنے

غلام سے یہ کہہ رہا ہو کہ تم میرا عصاء لے آؤ تو جان لینا کہ وہ تلوار منگوا رہا ہے اور جنگ کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس صورت میں جلدی سے اسے قتل کر دینا۔ زیادہ دیر نہ گذری کہ ابوعمرہ عمر بن سعد کے پاس پہنچ گیا تو اس نے سنا کہ وہ اپنے غلام سے کہہ رہا ہے کہ میرا سبز لباس لے آؤ تو وہ تلوار مانگ رہا ہے۔ ایسا ہی ہوا یہ سن کر ابوعمرہ نے فوراً اسے قتل کر دیا۔ ابوعمرہ جب مختار کے پاس واپس آیا تو اس کے پاس عمر بن سعد کا سر تھا۔

میثم تمار کے ساتھ مختار جیل خانہ میں

۲۔ میثم تمار کے ساتھ مختار جیل میں قید تھا، میثم نے مختار کیلئے کہا تم اس قید سے نجات پاؤ گے اور سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں سے انتقام لو گے اور تم اس کو قتل کرو گے جو آج ہمیں قتل کر رہا ہے۔ ایسا ہی ہوا جب کہ اس حالت کے بارے میں کوئی سوچ ہی نہیں سکتا تھا جبکہ میثم تمار کو ابن زیاد نے بے دردی سے قتل کر دیا۔ یہ کربلاء کے بعد کا واقعہ ہے کیونکہ میثم اور مختار دونوں حضرت مسلم بن عقیلؑ کی شہادت کے بعد گرفتار کر لئے گئے تھے اور انہیں جیل میں دیگر ہزاروں افراد کے ساتھ قید کر دیا تھا۔ ابن زیاد مختار کو بھی قتل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن وہ ایسا نہ کر سکا۔ اللہ تعالیٰ نے جناب مختار کے وسیلہ سے حضرت امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں کا دُنیا میں صفایا کیا۔

مختار پر جھوٹا الزام

۳۔ سیوطی ایک مختصر عبارت میں مختار کو کذاب کہتا ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ مختار نبوت کا دعویدار تھا۔ وہ کہتا ہے کہ عبداللہ بن زبیر کے زمانہ میں مختار کذاب نے خروج کیا اور نبوت کا دعویٰ کیا۔ (یہ جھوٹا الزام ہے، مختار سچا مسلمان تھا، حضور پاکؐ کی نبوت کا قائل تھا اور مولا

علی علیہ اللام کو امام اول مانتا تھا، تمام آئمہ اہل البیت علیہا السلام کی امامت کا قائل تھا۔)

مختارؑ کی شان وعظمت

مختار علیہ السلام کی شان میں یہی بات کافی ہے کہ وہ اہل البیت علیہم السلام اور سید الشہداءؑ کے دشمنوں کا قاتل ہے۔ یہ بات نقل ہوئی ہے کہ وہ کہتا تھا میں نے فلاں کو قتل کرلیا ہے، اب فلاں کو قتل کرلیا ہے۔ جب اس نے ان کے آخری آدمی کو قتل کرلیا تو اس وقت کہا اب میں پُرسکون ہوں۔ ان کی حکومت جو تقریباً نو ماہ رہی جب انہوں نے ان کے آخری آدمی محمد بن اشعث کو قتل کردیا یا آخری فرد شمر قتل ہونے والا تھا تو اس وقت اس نے یہ جملہ کہا تھا کہ اب اگر میں مرجاؤں تو مجھے کوئی غم نہیں ہے۔

مصعب بن عمر نے جب مختار کے قیام کو شکست دے دی تو اس نے اس فتح پر یہ جملہ کہا تھا یہ کامیابی کتنی ہی بڑی اور خوش کن ہوتی اگر محمد بن اشعث قتل نہ ہوا ہوتا۔

مختار کوفہ میں حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام کے مرقد کے ساتھ مدفون ہے اس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں اپنے زمانہ کا (بہت بڑا مجتہد اور اپنے زمانہ کے عظیم فقیہ) جناب شیخ جعفر الغطاء (کاشف الفطاء) مختار کیلئے فاتحہ پڑھتے تھے۔

مختار کیلئے آئمہ کے تعریفی کلمات

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے آپ کے متعلق یہ جملہ کہا کہ اللہ تعالیٰ میرے چچا مختار پر رحمت نازل فرمائے!)

امام علی زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں جب مختار نے ابن زیاد کا سر دوسرے قاتلوں کے ہمراہ سر بھیجا تو آپ نے ان قاتلوں کے سروں کو دیکھ کر مختار کیلئے دُعا

دی تھی اہل بیت علیہم السلام مختار کے اس عمل سے خوش تھے اور ان کے لئے دُعا بھی دیتے تھے۔ اسی طرح امام جعفر صادق علیہ السلام نے آپ کیلئے دُعا دی ہے۔

وہ لوگ اہل البیتؑ کو دیکھ نہ سکتے تھے

بنی اُمیہ کی اہل البیت علیہم السلام سے مخالفت واضح و آشکار تھی، ان کے مقاصد کسی بھی حوالے سے اہل البیت علیہم السلام سے ہم آہنگ نہ تھے، ان کا راستہ باطل کا راستہ تھا۔ سلیمان بن عبدالملک بنی اُمیہ کے خلفاء سے ہے وہ عمر بن العزیز کے بعد بنی اُمیہ کے بہترین خلفاء سے ہے اس کے باوجود جب محمد بن حنفیہ کے بیٹے نے اس کی مجلس میں کچھ باتیں کیں اور کچھ سوالات کے جوابات دیئے تو سلیمان بن عبدالملک کو اندازہ ہو گیا کہ ان کا تو ہر شخص بہت ہی قابل ہے۔ اس کے مرید اور اس کے پیروکار بھی موجود ہیں اس نے ایک آدمی ان کے پیچھے بھجوا کر انہیں زہر دلا دیا۔ ان میں اتنا حوصلہ بھی نہیں تھا کہ وہ خاندان اہل البیت علیہم السلام سے کسی ایک کو باکمال اور اعلیٰ اوصاف میں دیکھ سکتے۔

محمد بن علیؑ المعروف ابن حنفیہ کے فرزند ابو ہاشم عبداللہ

ا۔ ابو ہاشم عبداللہ بن محمد بن علی بن ابی طالب علیہم السلام سلیمان بن عبدالملک کے پاس دمشق میں وارد ہوا۔ سلیمان نے اس کے متعلق یہ تعریفی جملہ کہا کہ میں نے کسی بھی قریشی سے بات نہیں کی جو اس کی مانند ہو اور میرا گمان غلط نہیں ہے کہ ہم جس کے بارے میں خیال کرتے ہیں یہ وہی شخص ہے اس نے انہیں بہت سارا مال دیا ان کے تمام مسائل کو حل کیا اور جو لوگ ان کے ساتھ آئے ہوئے تھے ان کی حاجات کو بھی پورا کیا۔ جب عبداللہ وہاں سے روانہ ہو گیا، انکا فلسطین کی جانب جانے کا ارادہ تھا تو سلیمان نے فوراً ایک گروہ کو

تیار کیا اور انہیں زہر دینے کا ہدف دے کر عبداللہ کے تعاقب میں روانہ کیا۔لخم وجذام شہروں کے قریب سے انہوں نے گزرنا تھا، جو گروہ ان کے تعاقب میں تھا وہ عبداللہ کے کاروان سے قریب قریب رہتا تھا، ان مقامات پر اکٹھے ہو جاتے ہیں، سلیمان کے آدمیوں نے بہترین لسی تیار کر رکھی تھی جس میں زہر ملا دیا تھا۔انہوں نے اس راستے میں خیمے لگا رکھے تھے جہاں سے عبداللہ کے کاروان نے گزرنا تھا، گرمی کا موسم تھا جب آپ کا ان کے قریب سے گزر ہوا تو ان میں سے ایک شخص نے عبداللہ سے کہا کہا آپ لسی پئیں، بہت ہی عمدہ اور ٹھنڈی ہے۔آپ نے انکار کیا تو وہ پھر آگے بڑھے تو دوسرے شخص نے کہا کہ آپ لسی پی لیں، بہت عمدہ ہے آپ نے انکار کیا پھر تیسرے شخص نے بھی یہی پیشکش کی تو آپ نے اس سے لسی کا پیالہ لے کر پی لیا جیسے ہی لسی آپ کے معدے میں پہنچی ہے تو زہر نے اپنا اثر دکھانا شروع کیا تو آپؑ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ: اللہ کی قسم!......میں مرنے والا ہوں، جاؤ دیکھو وہ لوگ کون تھے جنہوں نے ہمیں لسی پلائی ہے۔جب آپ کے ساتھی اس جگہ پر گئے تو وہ لوگ وہاں سے خیمے اکھاڑ کر جا چکے تھے۔یہ تھے بنی مروان!......بنی امیہ ہوں یا بنی مروان یہ لوگ اہل بیت علیہم السلام کے کسی بھی فرد کو برداشت نہ کرتے تھے۔

اگر بنی اُمیہ کیلئے مددگار نہ ہوتے......؟

(ایران میں شاہ کے زمانہ کی بات ہے) کچھ لوگ الحاج آیت ا......شیخ عبد الکریم حائری (مرحوم) کے پاس آئے اور پردہ اُتارنے (کشف حجاب) کے بارے سوال کیا کہ ہم کیا کریں تو آپ نے جواب دیا لوگوں کو چاہیئے کہ وہ پردہ ختم کرنے کی کوشش کا مقابلہ کریں یہاں تک کہ اس راستہ میں قتل ہو جائیں۔دوبارہ سوال کیا گیا پھر اس بارے مزید تاکید حاصل کرنے کیلئے گئے اور سوال کیا کہ ذمہ داری وہی ہے جو کل بیان کی تھی یا کوئی

اور ہے؟ تو آپ نے جواب دیا: مجھے معلوم نہیں!......اس کا مطلب یہ تھا کہ کل کے فیصلہ کا خاتمہ اگر لوگ کشف حجاب سے انکاری ہو جائیں اس راستہ میں تھی از منکر کی خاطر قتل ہوں تو نتیجہ میں کشف حجاب کا قانون ختم ہو جائے تو ان کی بات بنتی ہے لیکن اگر اس کے باوجود قانون باقی رہ جائے تو پھر کیا ہوگا؟ اس زمانہ میں رضا پہلوی کا دور تھا اس نے اپنے نمائندگان سے ایک سے کہا: ہمارے پاس حاج شیخ عبدالکریم کے پاس افراد موجود ہیں جو اس کے فرمان کو جو کشف حجاب کے قانون کا خلاصہ ہے عمل نہیں ہونے دیں گے لیکن تم بھی قم چلے جاؤ اور کسی کو الحاج شیخ حائری کے پاس نہ جانے دو۔(رضا خان اور رضا شاہ دونوں ایران کے ظالم بادشاہ تھے اگر لوگ رضا خان کے زمانہ میں ہی قیام کرتے اور سب لوگ ظالمانہ احکام کے خلاف کھڑے ہو جاتے تو رضا خان کی حکومت کا خاتمہ ہو جاتا اور رضا شاہ کا دور نہ آتا)

جی ہاں!......ظلم کی مدد کرنا بہت سے حادثات اور واقعات میں اور ظلم اور ظالم کا باقی رہنا اس میں مؤثر ہے۔آئمہ علیہم السلام سے روایت ہے اگر بنی اُمیہ کے پاس اعوان و انصار موجود نہ ہوتے تو وہ ہمارے حق کو غصب نہیں کر سکتے تھے۔

ا۔ اگر بنی اُمیہ کے پاس ایسے لوگ موجود نہ ہوتے جو ان کے لئے لکھنے والے تھے، ان کیلئے مال جمع کرتے تھے، ان کی طرف سے جنگ کرتے تھے اور ان کی جماعت میں ان کے ہمراہ ہوتے تھے اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ ہمارے حق کو نہ چھینتے۔

ریاست کا جنون

حاکم نے افریقہ کے غنائم کا سارا خمس مروان کو بخش دیا، اسی طرح کے اور کام،

ان میں ایک کام یہ بھی کیا گیا کہ اس نے اپنے حکم میں لکھا کہ محمد بن ابی بکر کو قتل کر دیا جائے۔ ایسے اعمال تیسرے خلیفہ کے قتل کا سبب بنے، عام مسلمان ان کے ایسے اعمال کو برداشت نہ کر سکے اور ایسا حادثہ رونما ہوا جسے نہیں ہونا چاہیے تھا۔

مصریوں کی دربارِ خلافت میں شکایت

۱۔ مصر کے لوگوں نے اپنے والی کے بارے میں خلیفہ کو شکایات لکھیں خلیفہ نے ان کے جواب میں خط لکھا اور اس میں مصر کے والی کو معزول کرنے کا حکم دیا اور محمد بن ابی بکر کو مصر کا والی و جانشین بنا دیا لیکن دوسری طرف خفیہ طریقہ سے محمد بن ابی بکر کو قتل کر دینے کا دستور بھی دے دیا جو محمد کے ہمراہ تھے ان کے ساتھ دوسرا فرمان بھی جاری کر دیا اور وہ حکمنامہ حاکم مصر کی جانب بھیج دیا جو لوگ محمد بن ابی بکر کے ساتھ تھے انہوں نے دربار خلافت کے دوسرے پیام رساں کو کو راستہ میں شک کی بنیاد پر پکڑ لیا اس کے پاس ایک خط تھا جس میں یہ تحریر تھا جب تمہارے پاس محمد بن ابی بکر آ جائے اور اس کے ساتھ فلاں فلاں بھی پہنچ جائیں تو انہیں قتل کر دو اور ان کے پاس جو تحریر ہے اس پر خط بطلان کھینچ دو اور تم اپنے کام کو جاری رکھو یہاں تک کہ تمہارے پاس میرا نیا حکم آئے۔

۲۔ تیسری خلافت کے زمانہ حالات نے ایسی نہج اختیار کی گئے جو عوام کے غصے اور غضب کا سبب بنے۔ اس وجہ سے چند اصحاب اکٹھے ہوئے اور انہوں نے خلیفہ کو ایک خط تحریر کیا۔ اس خط میں ان امور کا واضح طور پر ذکر کیا گیا جن میں خلافت کے دربار سے سنت رسولؐ اور اپنے اسلاف کی سیرت اور طریقہ کے خلاف عمل کیا گیا تھا۔ ان میں افریقہ کا خمس مروان کے حوالے کرنا، جس میں اللہ رسول اللہ ذوی القربیٰ اور یتامی و مساکین کا حق تھا اور

اس نے اس مال سے اپنے لئے بڑی بڑی عمارتیں کھڑی کیں، سات بڑے گھر جو مدینہ میں بنائے گئے ان کو شمار کیا گیا۔ ان میں نائلہ کا گھر، عائشہ کا گھر، ان دو کے علاوہ اپنے عیال اور بیٹوں کے گھر۔ مروان نے جو لکڑی سے محلات بنوائے خمس کے اموال سے تعمیرات کیں جو کہ اللہ اور اللہ کے رسول کیلئے واجب ہے سرکاری اور حکومتی عہدے اپنی آل، اولاد اور بنی تمیم اور بنی اُمیہ کو دے دیئے جو کہ نوجوان لڑکے تھے اور رسولؐ کی صحبت میں نہیں رہے تھے اور نہ ہی امور مملکت کا کوئی تجربہ رکھتے تھے۔ ولید بن عتبہ نے کوفہ میں جو کچھ کیا وہ سب کے سامنے تھا کہ اس نے شراب پی کر نشہ کی حالت میں نمازِ فجر پڑھائی وہ کوفہ کا گورنر تھا، چار رکعت نماز پڑھانے کے بعد کہا کیا اور نماز پڑھا دوں اس وقت کے خلیفہ نے اس پر کوئی حد جاری نہ کی۔ مہاجرین اور انصار کو کوئی ذمہ داری نہ دی گئی اور نہ ہی وہ ان سے مشورے لیتے تھے اور ان کی رائے کو اہمیت نہ دیتے تھے۔

مروان کا خلیفہ پر اثر تھا اس نے ان سے یہ بات کہہ رکھی تھی کہ لوگوں کے سامنے کسی غلطی کا اعتراف مت کرو۔ معاویہ شام سے مدینہ آیا اور اس نے ان سارے حالات کا جائزہ لیا لیکن وہ مروان کو اپنے ساتھ نہ لے گیا اگر وہ مروان کو اپنے ساتھ لے جاتا تو خلیفہ قتل نہ ہوتا کیونکہ خلیفہ کے کام وزیر کے بغیر ایسے نہیں تھے کہ جو لوگوں کو اس کے قتل پر اُکساتے لیکن جب مروان نے ایسے حالات دیکھے تو وہ خود فرار ہو گیا، اور خلیفہ کو تنہا چھوڑ دیا۔ خلیفہ سے تمام تر فائدے اٹھانے والوں نے خلیفہ کی حفاظت میں کوئی کردار ادا نہ کیا۔

امام حسین علیہ السلام کے وفادار ساتھی

لیکن امام حسین علیہ السلام کے پیروکاروں نے ایسا نہ کیا۔ ستر (۷۰) یا اس سے

زیادہ روز عاشوراء اصحاب کی زیارت جو کتاب اقبال میں ہے اس میں بہتر (۷۲) سے زیادہ تعداد دیکھی ہے سب کہہ رہے تھے کہ ہم امام حسین علیہ السلام سے پہلے مارے جائیں اور آپؑ کو کربلا کے میدان میں اکیلا چھوڑ کر نہ گئے جب کہ آپؑ نے سب سے کہہ دیا تھا کہ تم چلے جاؤ، یہ لوگ فقط مجھے چاہتے ہیں۔

پھر امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام خلیفہ کے دفاع کے لئے ان کے گھر پر موجود رہے لیکن مروان کو جیسے ہی پتہ چلا کہ خلیفہ کے قتل کی باتیں ہو رہی ہیں تو وہ دیواریں پھلانگ کر فرار کر گیا، اپنا گھر بھی چھوڑ گیا۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ وہ خلیفہ کا دفاع کرتا اور خلیفہ سے پہلے خود مرتا۔ اس پر لازم تھا کہ وہ اپنے وقت کے امام، اپنے امیر کا دفاع کرے ،وہ ایک آدمی کو تو کم از کم مار سکتا تھا لیکن اصل بات یہ ہے کہ ان میں ہر ایک اپنی سرداری کا طالب تھا سب کا خیال یہ تھا کہ خلیفہ عثمان قتل ہو جائے تو حکومت کرنے کیلئے ان کی باری آجائے گی ایسی حالت سے پناہ بخدا!...... کتنے دُکھ کی بات ہے کہ خلیفہ کو تنہائی میں مار دیا گیا۔

۱۔ حضرت عثمانؓ پر عوامی اعتراضات کے معاملہ میں مروان کی مسلسل یہ کوشش رہی کہ آشوب وفساد زیادہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت عثمانؓ نے منبر پر جا کر ایسی گفتگو کی جس میں معذرت خواہانہ انداز تھا، مروان نے حضرت عثمانؓ سے کہا کہ اس قسم کی عذرخواہی کو ختم کرو اور غلطیوں کا اعتراف مت کرو۔ (جس کو جو کرنا ہے کرلے، خلیفہ چاہتے تھے کہ عوام کے جائز مطالبات کو مان لیں لیکن مروان نے ایسا نہ کرنے دیا)۔

۳۔ ناحیہ مقدسہ سے امام عصر (عج) یا امام حسن عسکری علیہ السلام سے یہ زیارت روز عاشوراء کیلئے وارد ہوئی ہے جسے زیارت ناحیہ کہا جاتا ہے اس میں اصحاب کی تعداد ۷۲ سے

زیادہ بیان کی گئی ہے۔

۱۔ شب عاشوراء حضرت امام حسین علیہ السلام کے جو خاص اصحاب تھے انہوں نے مختلف بیانات سے حضرت امام حسین علیہ السلام پر اپنی فدا کاری کا اظہار کیا ان میں مسلم بن عوسجہ نے کہا: اللہ کی قسم اگر میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر میری خاک اُڑا دی جائے اسی طرح ستر مرتبہ میرے ساتھ کیا جائے میں آپؑ کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گا یہاں تک کہ آپ کے حضور میں موت پالوں۔ آپؑ کے اہل البیت علیہم السلام نے عرض کیا: ہم آپ کو چھوڑ کر کیوں جائیں کیا آپ کے بعد ہم زندہ رہیں؟ اللہ ہمیں ایسی حالت کبھی نہ دکھائے۔

۲۔ مسعودی نے مروان کے فرار کے بارے اور حضرت عثمانؓ کے دیگر حمایتوں کے بارے میں اس طرح کہا ہے: مروان اور دوسرے افراد راہ فرار اختیار کر گئے ان کا پیچھا کیا گیا لیکن ان کو موجود نہ پایا گیا۔ حضرت عثمانؓ اکیلے رہ گئے ان کے ساتھیوں نے ان کو اکیلا چھوڑ دیا۔

معاویہ کے اعترافات

معاویہ کا خیال تھا کہ دھوکہ اور جھوٹ بولنے سے جس طرح اس مقام پر وہ خود پہنچا ہے وہ اسی طرح یزید کو بھی باقی رکھے گا۔ اس نے سید الشہداء علیہ السلام کو واضح الفاظ میں کہا تھا کہ میں یزید کو تم سے زیادہ لائق سمجھتا ہوں۔ وہ جھوٹ بول رہا تھا اس کا نفس یزید کی محبت میں گرفتار تھا وہ جانتا تھا کہ یزید میں ایسی لیاقت نہیں ہے جس کا وہ اظہار کر رہا تھا۔

شیعوں کے پاس اپنی حقانیت کیلئے جو بڑی دلیل ہے وہ یہ ہے کہ ظالموں نے

امیر المومنین علیہ السلام اور اہل البیت علیہم السلام پر ظلم کا اعتراف کیا ہے لیکن افسوس ہے کہ دشمنوں کے ایسے اعترافات شیعوں میں معروف نہیں ہیں۔

معاویہ اور یزید میں فرق

ایک دن حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے حاکم شام کے بارے میں ایک ایسا جملہ کہا جو ان کی نظر میں بہت ہی سخت تھا، جب آپ وہاں سے روانہ ہونے لگے تو حاکم شام نے اپنے خزانہ داروں کو حکم دیا کہ حضرت کیلئے بہت زیادہ عطیہ دیں۔ یزید نے اس پر اعتراض کیا کہ وہ تو تمہارے لئے اس قسم کی گستاخانہ بات کرتا ہے اور تم ان کے لئے اتنا زیادہ انعام واکرام دیتے ہو تو اس نے جواب میں کہا: اللہ کی قسم! اللہ کے حق کی قسم!...... حق ان کا ہے، ہم نے یہ حق ان سے چھین لیا ہے۔ اب کیا ہم انہیں اس سواری پر پیچھے نہ بٹھائیں جسے ہم نے ان سے چھینا ہے۔ اس بات کی جو معاویہ سے نقل ہوئی ہے اور جو کچھ یزید ملعون نے سید الشہداءؑ کو شہید کرکے بڑے جرم کا ارتکاب کیا تو اگر معاویہ اور یزید کے درمیان موازنہ کیا جائے اور دونوں کی سیاست کا جائزہ لیں تو دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

یزید کے لئے بیعت لینا

۲۔ مدینہ والے یزید کی بیعت کیلئے آمادہ نہ تھے، معاویہ خود مدینہ آیا اور یزید کیلئے بیعت لی۔ مدینہ میں چندروز قیام کرنے کے بعد وہ مسجد آیا اور منبر پر جا کر اس نے یزید کے فضائل اور خوبیاں بیان کیں پھر یہ جملہ کہا اگر میں کسی ایک کو ایسا پاتا جو مسلمانوں کیلئے یزید سے بہتر ہوتا تو بلاشک میں اس شخص کے لئے بیعت لیتا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے

اسے جواب دیا: اللہ کی قسم!...... تو نے اسے چھوڑا ہے جو ماں، باپ اور اپنی ذات کے حوالے سے اس سے بہتر ہے۔

امام حسنؑ شام میں

۳۔ روایت میں آیا ہے کہ حضرت حسن بن علی علیہما السلام معاویہ کے پاس شام پہنچے، وہ اپنے پلنگ پر لیٹا ہوا تھا، معاویہ اُٹھا اور اس نے آپ کے ساتھ مصافحہ کیا اور پھر اپنے پلنگ پر لیٹ گیا۔ امام حسن علیہ السلام اس کے پاؤں والی جانب بیٹھ گئے۔ معاویہ نے امام حسن علیہ السلام کو مخاطب کرکے کہا: اے ابومحمد علیہ السلام!...... کیا تم اس بات پر حیران نہیں ہوئے کہ جناب عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں اس خلافت کے لائق نہیں ہوں۔ تو امام حسن علیہ السلام نے اس کے جواب میں کہا: کیا تم اس کی بات پر حیران ہوئے؟ معاویہ نے کہا: جی ہاں! مجھے اس پر تعجب ہوا کہ وہ یہ کس طرح کہہ رہی ہیں؟۔ تو امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: اس سے زیادہ تعجب اور حیرانگی کی بات تو یہ ہے کہ میں تیرے پاؤں کی جانب بیٹھا ہوں جبکہ تم لیٹے ہوئے ہو۔ معاویہ یہ سن کر شرمندہ ہوا اور اُٹھ کر آپؑ کے سامنے آبیٹھا پھر امام حسن علیہ السلام سے کہا میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر یہ پوچھ رہا ہوں کہ آپ نے کتنا قرضہ دینا ہے؟ تو امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: ایک لاکھ۔ معاویہ نے اپنے غلام سے کہا کہ انہیں ایک لاکھ دے دو۔ جب امام حسن علیہ السلام چلے گئے تو یزید نے اس سے کہا اے بابا جان اس نے آپ سے بہت ہی برا رویہ اپنایا اور آپ اسے اس قدر مال دیتے ہیں؟۔ معاویہ نے کہا اے بیٹے سچ بات تو یہ ہے کہ یہ حق ان ہی کا ہے ہم نے ان کا حق ان سے چھین لیا ہے، کیا ہم نے جو سواری ان سے چھینی ہے اس سواری پر ہم انہیں اپنے ساتھ بٹھانے سے

بھی دریغ کریں یہ سواری انہی کی ہے جس پر ہم براجمان ہیں۔

فاسق کا دوسرا فاسق جانشین

ایک فاسق نے دوسرے فاسق کو اپنا جانشین بنایا۔ معاویہ نے شرابی، بدکردار یزید کو اپنا جانشین بنایا۔ معاویہ کی مجلس میں اس کے ایک درباری نے کہا: جس کسی نے یزید کے انتخاب کو قبول کیا تو ٹھیک!...... وگرنہ ہم اسے اس تلوار سے ٹھیک کر دیں گے۔ معاویہ نے یہ بات سن لی تو اس نے کہا کہ تم نے مختصر جملہ میں اپنی بات سمجھا دی ہے اور جو پیغام تھا پہنچا دیا ہے۔ ذرا سوچیں!...... یہ حضرات پیغمبر کے جانشین ہوئے یا پیغمبر کے خلفاء؟

یزید کے بارے میں مورخین کا بیان

۱۔ مسعودی یزید کے بارے میں لکھتا ہے: یزید لہو ولعب، کھیل تماشا کی محافل کا رسیا تھا، شراب خور، کتے اور، بندر پالتا تھا۔ اس کا ایک بندر تھا جسے ابوقبیس کہتا تھا وہ اس کی شراب کی محفل میں براجمان ہوتا تھا، یزید کے کارندے اور حمایتی بھی یہی جرائم کرتے تھے۔ یزید کے زمانہ میں مکہ و مدینہ میں گانا بجانا، کھیل، تماشے، فحاشی عام ہو چکی تھی، لوگ شراب پیتے تھے اور ناچ گانے کی محفلیں سجاتے تھے۔

مؤرخین کے ہاں فضیلت کا بیان

۱۔ سیوطی نے ''تاریخ الخلفاء'' میں اس بارے میں لکھا ہے کہ رسول اللہؐ کے بعد کون امین ہے اور کون کس سے افضل ہے۔ بہت ساری روایات اس بارے نقل کی ہیں پھر ان روایات کی درجہ بندی کی ہے لیکن اس میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا نام نہیں لیا اور بعض بیانات میں ان کو چوتھے نمبر پر رکھا ہے۔

عساکر سے نقل کیا ہے کہ ابو ہریرہ نے یہاں کہا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: ہم اصحاب کی جماعت بہت زیادہ ہے تو اس پر ہم سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ نبیؐ کی اس اُمت میں بترتیب فضیلت کون کس سے برتر ہے پہلے تین خلفاء کی بات کی جاتی ہے اس کے بعد ہم خاموشی اختیار کر لیتے ہیں۔

یزید شراب خور، کافر کا خلیفہ بنایا جانا

مخالفین میں ایسے افراد ہیں جو یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ اللہ محسن (نیکوکار) کو جہنم میں ڈال دے گا اور اللہ (گناہگار) کو بھی جنت میں بھیج دے گا کسی کو اللہ کے فیصلے کے بارے میں بات کرنے کی اجازت نہیں۔ ابھی تک بھی مخالفین کی اکثریت اسی رائے پر ہے وہ جو باتیں کرتے ہیں ان میں یہ بھی ہے کہ معاویہ مجتہد تھا اس کے اجتہاد کا تقاضا تھا کہ وہ یزید کی بیعت نہ کرنے والوں کو قتل کر دے فقط اس وجہ سے کہ وہ اس کے بعد یزید کو خلیفہ ماننے کیلئے تیار نہیں تھے۔ یزید جو شرابی تھا خلاف اسلام کام کرتا تھا نیک اعمال کا مخالف تھا، اپنے اشعار میں اسلام کی کھلی مخالفت کرتا تھا وہ کہتا تھا کہ کوئی وحی نہیں اتری، کوئی کتاب نہیں آئی پس یہ تو ہاشمیوں نے سلطنت کا کھیل کھیلا نہ کوئی خبر آئی تھی اور نہ ہی کسی پر وحی اُتری تھی۔

نیک اور بد کے بارے میں غزالی کا بیان

۳۔ غزالی اس بارے اس طرح کہتا ہے: ہماری دُعا یہ ہے کہ اگر اللہ نے بندگان کو با اختیار قرار دیا ہے جن بندگان نے اللہ کے احکام کی اطاعت کی ہے تو انہیں اطاعت پر ثواب ضروری نہیں ہے بلکہ اللہ کی مرضی میں ہو تو ان کو ثواب دے، اللہ کی مرضی میں ہو تو اللہ ان کو عذاب دیدے۔ اگر چاہے تو سب کو معدوم کر دے اور ان کو محشور ہی نہ کرے اور وہ

اس کی پرواہ نہیں کرتا، وہ سارے کافروں کو جزا دے اور سارے مومنوں کو سزا دے۔ ذاتی طور پر ایسا کرنا محال نہیں ہے اور نہ ہی یہ بات اللہ کی جانب سے بعید ہے۔

۴۔ یہ اشاعرہ کا نظریہ ہے اہل سنت کے ہاں علم کلام وعقائد میں اشاعرہ کا مکتب مشہور ہے اور اب تک بھی اہل سنت میں اس نظریہ کے حامی موجود ہیں اس نظریہ نے اپنی جگہ بنائی ہوئی ہے اس کا روشن نمونہ جامعہ الازہر مصر ہے جو اسی مکتب کے حامی ہیں۔

۵۔ الصواعق المحرقہ ص ۳۱۴ سے ۳۳۱ تک ابن حجر ھیثمی نے معاویہ کی صفائی میں ساقط شدہ ایک مفصل کتاب بھی لکھی ہے۔ تطہیر الجنان واللسان عن الخطور والتفوہ بثلب سیدنا معاویہ بن سفیان مکمل ہے۔ اس میں معاویہ کی صفائی میں اصلی استدلال یہ ہے کہ معاویہ کے اعمال اور اسلام مخالف اقدامات کی توجیہ اس سے کی ہے کہ معاویہ مجتہد تھا اسے یہ حق حاصل تھا کہ وہ ایسا کرے۔

یزید کی تعریف کرنے والے

وہ یزید جو بہت زیادہ شراب پی لیتا ہے پھر قے کرتا ہے اور وہ اسی سے مرجاتا ہے اس کے رفقاء اس کے باوجود اس کی بڑی تعریف کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہم نے اس سے خیر اور بہتری کے سوا کچھ نہیں دیکھا، شراب پینا تو برابر ساتھ دینے والا گناہ ہے لیکن اس پر یہ کہے کہ نہ غیب کی خبر آئی اور نہ ہی کوئی وحی آئی ہے، عاشورا کے بعد وہ خوفناک قسم کے خواب دیکھتا تھا اور یزید کہتا تھا ''**مالی و للحسین**'' مجھے حسین سے کیا سروکار تھا اس کا قریبی رشتہ داروں سے جو سارے کوفہ کا حاکم تھا وہ یزید سے کہتا ہے کہ معاویہ اس عمل کو ناپسند کرتا، معاویہ حسین علیہ السلام کو قتل نہ کرتا اور اس کا سر قلم کر کے یہاں نہ لے آتا لیکن

یزید نے اسے جواب میں کہا اگر حسین علیہ السلام معاویہ کے خلاف خروج کرتا تو اللہ کی قسم! وہ بھی اس کو قتل کر دیتے۔ سوال یہ ہے کہ کیا امام حسین علیہ السلام نے یزید کے خلاف خروج کیا تھا؟! جس پر یزید نے ان کے خلاف ایسا اقدام کیا۔ (امام حسین علیہ السلام کو تو مجبور کیا گیا کہ وہ باطل کو قبول کر لیں جس پر انہوں نے انکار کیا اور مدینہ چھوڑ دیا اور مکہ تشریف لے گئے جب مکہ میں آئے قتل کا منصوبہ بنا لیا گیا تو آپ نے مکہ چھوڑ دیا عراق کی جانب آ گئے یزیدی آپؑ اور آپؑ کے گھر والوں کو کربلا لے آئے۔ آپؑ نے جنگ کا آغاز نہ کیا آپؑ کی تحریک باطل کے خلاف تھی۔ (مترجم)

یزید کی موت

۱۔ یزید کی موت کے بارے میں یہ بتایا گیا ہے کہ اس نے ایک دفعہ بہت زیادہ شراب پی لی اور پھر قے کی اور اسی سے وہ ہلاک ہو گیا۔ اللہ کی قسم! یزید ملعون کو موت نے جلدی آ لیا اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے قتل کے بعد جو وہ مزے لینا چاہتا تھا وہ حاصل نہ کر سکا۔ اسے ناگہانی موت آئی، رات کو شراب سے مست سویا، صبح چہرہ بدل چکا تھا اور وہ ہلاک ہو گیا، ایسا لگا کہ وہ تارکول میں ڈال دیا گیا ہو۔

یزید کی بیوی کا بیان

۳۔ یزید کی بیوی ہند سے یہ بات نقل ہوئی ہے کہ جس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر یزید کے محل میں لایا گیا، رات کو اس نے خواب دیکھا کہ آسمان تک ایک دروازہ کھلا اور فرشتے گروہ در گروہ امامؑ کے سر کی زیارت کر رہے ہیں اور آپؑ پر سلام بھیجتے ہیں۔ اسی دوران رسول اللہؐ، امیر المومنینؑ، امام حسن مجتبیٰؑ اور کچھ اور اہل بیت علیہم السلام کے

افراد خاص کیفیت کے ساتھ آئے۔ وہ یہ دیکھ کر پریشانی اور حیرانی کی حالت میں بیدار ہوگئی اور اس نے دیکھا کہ گھر کے (اندر شور مچا رہے ہیں کہ.................اس پر غموں کے پہاڑ آپڑے۔)

امیر المومنین علیہ السلام کا معاویہ کیلئے خط

امیر المومنین علیہ السلام نے معاویہ کو خط لکھا، نہج البلاغہ میں خط نمبر ۲۸ ہے اس میں آپ نے یہ بھی لکھا ''پھر جو بات تم نے میرے اور جناب عثمانؓ کے بارے میں لکھی ہے تو اس کا یہ جواب تو تجھے دینا چاہیے تمہاری اس کے ساتھ رشتہ داری ہے، اس بات کا جواب بھی سن لو!......ہم دونوں سے کون تھا جو اس کا بڑا دشمن تھا ہم میں سے کس نے اسے قتل ہوجانے کے حوالے کیا؟ وہ کون تھا جسے عثمانؓ کی مدد کرنی چاہئے تھی لیکن اس نے اس کی مدد نہ لی (اس سے مراد مولاؑ خود کو لے رہے ہیں کہ آپ عثمانؓ کی مدد کرنا چاہتے تھے اور آپ نے اسے مشورے بھی دیئے لیکن عثمانؓ نے آپ سے مدد نہ لی) جبکہ جس سے حضرت عثمانؓ نے مدد مانگی اس نے اس کی مدد نہ کی (تو اس سے مراد معاویہ ہے کہ عثمان نے معاویہ سے مدد طلب کی لیکن اس نے مدد نہ کی) اور وہ اسکی مدد سے پیچھے ہٹ گیا۔ اسے تنہا چھوڑ دیا اور موت کے پنجے میں دے دیا یہاں تک وہ کچھ اس پر آگیا جو اس کا مقدر تھا''۔

مروان بن حکم ایک نامبارک فرزند

معاویہ مدینہ آیا، جھوٹ یا سچ جو بھی اس نے کہا ہوگا وہ مروان کو اپنے ساتھ شام لے گیا کہ اس طرح وہ اس فتنہ کو ختم کردے (جو عثمان کے خلاف تھا) لیکن ایسا نہ ہوا اور خود مروان (جو عثمان کا داماد تھا) نے بھی معاویہ سے ایسا مطالبہ نہ کیا، یہ سب چاہتے تھے کہ

حضرت عثمانؓ کو قتل کردیا جائے تاکہ حکمرانی ان کے پاس آجائے۔ آپ غور کریں کہ اس جگہ اصل مسئلہ کیا ہے؟ ان کے اعمال میں کس قدر فرق ہے، حضرت امیر علیہ السلام نے معاویہ کو خط لکھا؛ عثمانؓ کے قاتل تم ہو تم مدینہ آئے تم نے حالات کو دیکھا، تم بہت کچھ کرسکتے تھے؟ لیکن تم نے ان کے لئے کچھ نہ کیا۔

حضرت سید الشہداءؑ نے فرمایا: جب امیر المومنین علیہ السلام کے خلاف جنگ لڑی جارہی تھی اس بارے میں بات کہی کہ ایک ایسے خون پر جنگ کررہے ہیں جس میں دوسروں کی خطاؤں کو اپنے دوش پر اٹھا کر جہنم لے گئے (یعنی جن کے ساتھ لڑ رہے ہیں ان کا اس خون بہانے میں تعلق نہیں ہے۔ جو مجرم ہیں وہ ایک اور بڑے جرم کا ارتکاب کر کے جہنم کی طرف جارہے ہیں۔)

مروان کا امام حسینؑ کو قتل کرنے کا منصوبہ

مروان کے فدک اور غیر فدک کے بارے میں تصرفات اور مدینہ میں اتنی زیادہ خونریزی جس کا سبب مروان بنا بلکہ خود سید الشہداءؑ کا واقعہ اور آپؑ کی شہادت میں بھی مروان کا کردار موجود ہے۔ اس نے سید الشہداءؑ کے سامنے مدینہ میں معاویہ کے گورنر سے کہا تھا کہ اگر سید الشہداءؑ بیعت نہ کریں تو ان کی گردن اڑا دو۔ اس کا جملہ سن کر سید الشہداءؑ نے بھی اسے سخت جواب دیا تھا کہ نیلی آنکھوں والی کمینی عورت کے بیٹے!......تو مجھے موت سے ڈراتا ہے؟۔

جب آپ کی آواز بلند ہوئی تو بنی ہاشم اندر آگئے اور حاکم مدینہ (ولید بن عتبہ) کی سفارش پر مروان کی جان خلاصی ہوئی اور وہ بنی ہاشم کی تلوار سے بچ گیا۔

امام حسینؑ ولید کے ہاں

۱۔ ابن مخنف نے اس ماجرا (ولید کے ہاں امام حسینؑ کی موجودگی اور مروان کی گفتگو) کو اس طرح بیان کیا ہے ولید کے لئے مروان نے یہ کہا: حسینؑ کو محبوس کرلو، اور انہیں یہاں سے نہ جانے دو مگر یہ کہ وہ بیعت کرلیں یا تم اس کی گردن اڑا دو (اگر بیعت نہ کرے)۔ یہ سن کر حسین علیہ السلام اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا: یا ابن الزرقا!......کیا تو مجھے قتل کرے گا یا وہ (ولید) مجھے قتل کرے گا؟ اللہ کی قسم! تو نے جھوٹ بولا ہے اور گناہ کیا ہے پھر آپؑ وہاں سے نکل پڑے اور اپنے اصحاب کے ہمراہ گھر آ گئے۔

ولید اور مروان کا اکٹھا ہونا

جب ولید نے امام حسین علیہ السلام کو رات کے وقت بلایا تھا تو امام حسین علیہ السلام ولید کے پاس پہنچ گئے ولید کے ساتھ مروان موجود تھا۔ امام حسین علیہ السلام نے دونوں کی موجودگی پر تعجب کا اظہار کیا۔ آپؑ کے بیان کا مفہوم ہے کہ ماشاء اللہ آپ کا اکٹھے ہونا عجیب لگا!۔ امام حسین علیہ السلام اپنے گھر سے ولید کے پاس جانے کیلئے بنی ہاشم کے جوانوں کو ساتھ لے گئے تھے اور انہیں یہ ہدایت دی تھی کہ باہر دروازہ پر موجود رہو اگر میری آواز بلند ہو تو اندر آ جانا۔ ولید نے معاویہ کے مرنے کی خبر دی آپؑ نے اس پر انا للہ پڑھا اور ان سے ہمدردی کے الفاظ کہے اس کے بعد اس نے یزید کا فرمان پڑھ کر سنایا کہ وہ آپ سے بیعت مانگ رہا ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا کہ اب رات ہے، صبح ہو جائے تو کھلے عام اس پر بات ہوگی کہ ہم میں سے کون خلافت کا زیادہ حقدار ہے۔ اس موقع پر مروان نے گستاخی کی جس پر امام حسین علیہ السلام نے اسے سخت جواب دیا، آپؑ

کی آواز بلند ہوئی تو جوانان بنی ہاشم اندر آ گئے جس پر مروان کے اوسان خطاء ہو گئے، وہ ڈر گیا کہ شاید مجھے مار دیں گے۔ ولید نے معاملہ رفع دفع کیا اور مولا حسین علیہ السلام کو احترام کے ساتھ واپس روانہ کیا۔ اسی جگہ مولا حسین علیہ السلام نے اپنا پورا تعارف کروایا اور یزید کا بھی تعارف کروایا اور فرمایا: ''مجھ جیسا اس جیسے کی بیعت نہیں کر سکتا۔''

ابن زیاد کے لئے یزید کا حکم

یزید ملعون نے ابن زیاد ملعون کو یہ حکم دیا کہ تم کوفہ پہنچ جاؤ جس کے بارے میں معمولی سا بھی شائبہ ہو کہ وہ حسین علیہ السلام کے ساتھ ہے تو اسے قید میں ڈال دو اور تہمت لگا کر (بغیر ثبوت کے تہمت لگاؤ) قتل کر دو۔ اصل بات یہ کہی گئی ایک بڑی تعداد کو بلاوجہ قتل کر دو۔ جن کے جیل میں ڈالنے اور قتل کرنے کا کہا جا رہا ہے یہ ان کے بارے ہے جس سے حکومت کے خلاف کوئی جرم سرزد نہیں ہوا ہے۔ یہ اس لئے کیا جا رہا تھا کہ وہ ان لوگوں کی مخالفت سے بے فکر ہو جائے۔ اب جو کر رہا ہے وہ جائز ہے یا ناجائز ہے اس کی پرواہ نہیں۔

مسلم بن عقیلؑ اور ہانی بن عروہؓ کی شہادت کے بعد

۱۔ ابن زیاد ملعون نے مسلم بن عقیل اور ھانی بن عروہ علیہ السلام کی شہادت کے بعد ان دونوں کے سر کاٹ کر یزید کے پاس بھیجے۔ یزید کے اس کے جواب میں خط لکھا جس میں ان کی تعریف کی اور اس خط میں یہ بھی لکھا: مجھے خبر ملی ہے کہ حسینؑ نے عراق کی سرزمین کا رُخ کیا لہٰذا تم ہر طرف دیدہ بان، جاسوس، نگران لگا دو، چوکنے ہو جاؤ، تمام اطراف پہرے بٹھا دو، شک و گمان پر گرفتار کرو اور تہمت لگا کر قتل کر دو اور جو بھی حالات ہوں ان کی

مجھے خبر بھیجتے رہو، مجھے تازہ حالات سے باخبر رکھو۔

امام حسینؑ کی شہادت کے بعد کعبہ سے جنگ

یزید ملعون نے ابن زیاد کو پیغام بھیجا اور اس مضمون کی یہ تحریر لکھی کہ جس طرح تم نے حسین علیہ السلام کا کام تمام کردیا اب مکہ، جاؤ اور ابن زبیر (وہ مکہ پر قابض تھا اور خود کو خلیفہ بنا رکھا تھا) کا کام بھی تمام کردو تو اس نے یزید کو جواب لکھا کہ کسی بھی گناہگار اور فاسق کیلئے دو جرم کہ ابن رسول اللہؐ کا قتل اور کعبہ کا انہدام، یہ دو جرم اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ فاسق ان دو سے ایک کو تو انجام دے سکتا ہے ہر دو کو انجام نہیں دے سکتا۔

کعبہ پر عبداللہ بن زبیر کا قبضہ

کیونکہ عبداللہ بن زبیر خود کو کعبہ سے چسپاں کیئے ہوئے تھا تاکہ وہ امان میں رہے وہ کعبہ سے نہیں لگا مگر اس لئے کہ وہ محفوظ رہے۔ اسی وجہ سے ابن زیاد کو یزید نے کہا جاؤ اور منجنیق لگا کر کعبہ کو گرادو جس طرح فرزند رسول اللہؐ کو قتل کیا ہے تو اس نے جواب دیا یہ دونوں کام ایک فاسق سے نہیں ہو سکتے۔ اس جگہ وہ لکھ رہا ہے کہ فرزند رسولؐ جبکہ ابن زیاد نے مسجد کوفہ میں جو خطبہ دیا تو اس میں گستاخی کی اور یہ کہا تھا: الکذاب بن الکذاب (جھوٹا جھوٹے کا بیٹا...... العیاذ باللہ) یزید نے ابن زیاد کا جواب پڑھ کر اس سے معذرت کرلی کہ میں نے تم سے دوسرا جرم بھی چاہا ہے۔ ایک اور فاسق کو بھیجا کہ وہ یہ کام کرے لیکن یزید کی موت نے مہلت نہ دی اور وہ یہ کام نہ کرسکا۔ (اس سے مراد عقبہ ملعون کا بیٹا (مسرف) ہے جس نے مدینہ کو برباد کیا وہ مکہ کی جانب آیا مگر راستہ میں مرگیا)۔ اس کی جگہ حصین نے سنبھالی لیکن کعبہ پر چڑھائی سے پہلے یزید ہلاک ہوگیا یہ کام یزید کی زندگی میں ہوا لیکن

کعبہ گرنے سے بچ گیا۔

زبیر کی اہلبیتؑ سے دشمنی

عبداللہ بن زبیر صلوٰۃ حضور پاکؐ نماز میں نہیں پڑھتا تھا ایسا نہیں کہ وہ وآلہ کو چھوڑتا تھا بلکہ مکمل صلوٰۃ ہی نہیں پڑھتا تھا، نماز جمعہ کے خطبہ میں صلوات نہیں پڑھتا تھا اس کی دلیل یہ دیتا تھا کہ اس صورت میں بنی ہاشم اپنا سر اور گردن اونچی کر کے رکھیں گے۔ اسی طرح نعوذ باللہ وہ یہ بھی کہتا تھا کہ رسول اللہؐ کے اہل بیت علیہم السلام سوء بھی ہیں۔ وہ یہ بھی کہتا تھا کہ میر دل چاہتا ہے کہ ایک کنواں کھودوں اور ان سب کو اس میں دفن کردوں۔ اس کے باوجود یہی شخص اہل سنت کے ہاں معتبر خلیفہ ہے، لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت گذار ہے مختار چاہتا تھا کہ اسے قتل کرڈالے لیکن محمد بن حنفیہ نے ایسا نہ کرنے دیا۔ آخرکار مختار کو عبداللہ بن زبیر کے بھائی نے قتل کردیا۔

ا۔ ابن زبیر کا ایک مکالمہ و مباحثہ ابن عباس کے ساتھ ہوا اس گفتگو میں اس کی اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ دشمنی بڑی واضح ہے۔ ابن زبیر عبداللہ بن عباس سے کہتا ہے: اللہ کی قسم!...... اگر مجھ سے اور میرے خاندان سے تمہارے دل میں بغض و کینہ تھا تو میں نے چالیس سال پہلے سے تیرے اور تیرے خاندان سے نفرت و دشمنی کو چھپا رکھا ہے۔ تو ابن عباس نے اس کے جواب میں کہا تم اپنے شبیہہ بھی نہیں۔ اللہ کی قسم انہوں نے تجھے نقصان دیا اور تجھے جرم و گناہ کے ارتکاب پر آمادہ کیا کہ تم پیغمبر اکرمؐ پر صلوات نہیں پڑھتے اس وجہ سے تمہاری ملامت ہوئی ہے۔ اس نے جواب میں کہا کہ اگر پیغمبر اکرمؐ پر صلوات بھیجوں تو اُن کا خاندان اُسے اپنے تئیں اعزاز خیال کرے گا لہٰذا میں صلوات نہیں پڑھتا۔ (عجیب

ہے دُنیا، کس قدر مظلوم ہیں اہل بیتؑ......!

۳۔ ابن زبیر نے اپنی خلافت کو مضبوط کرنے کی کوشش کی کہ وہ حضرت محمد بن حنفیہ سے اپنے لئے بیعت لے لیکن وہ اس کیلئے حاضر نہ ہوئے کہ وہ صراحت کے ساتھ اس کی اطاعت کا اعلان کریں۔ اسی وجہ سے ابن زبیر نے محمد بن حنفیہ اور ان کے خاندان کے دوسرے افراد کو قید کر دیا اور اس کا حکم تھا کہ ان سب کو قتل کر دیا جائے۔ محمد بن حنفیہ نے کوفہ میں اپنے ماننے والوں کو جن میں مختار بھی تھے پیغام بھیجا کہ ابن زبیر نے انہیں قید کر دیا ہے، مختار نے ایک لشکر مکہ کی طرف روانہ کیا۔ کیا اس لشکر نے بنی ہاشم کو ابن زبیر کی قید سے آزاد کروایا؟ مختار کے سپاہی زبیر کو قتل کرنا چاہتے تھے لیکن محمد بن حنفیہ اور ابن عباس نے مکہ کے احترام میں انہیں ایسا کرنے سے روک دیا۔

خدا سے بڑا مقدس

ابوسفیان کے نورچشم یزید لعنتی نے صراحت کے ساتھ یہ جملہ کہا بنی ہاشم نے ملک وسلطنت کا کھیل کھیلا، غیب سے خبر آئی نہ وحی آئی۔ اس کمینے کی گفتگو اس گفتگو کی مانند ہے جب اس کا دادا نابینا ہو چکا تھا اس نے حضرت عثمانؓ سے ایسا ہی جملہ کہا تھا (یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت عثمانؓ نے یہ واقعہ شام میں معاویہ کیلئے بیان کیا کہ اس کے باپ نے مجھ سے پوچھا کہ بھتیجے اس جگہ کوئی اجنبی تو موجود نہیں جو ہماری بات کو باہر جا کر بتا دے؟ تو حضرت عثمانؓ نے ان سے کہا نہیں! تو اس وقت یزید کے دادا نے اس طرح گفتگو کی: اے بنی اُمیہ کے جوانو!......خلافت آپس میں ایک دوسرے کے ہاتھوں میں یوں گھماتے رہو جس طرح گیند کو کھیل کے دوران گھمایا جاتا ہے۔ قسم ہے اس ذات کی

جس کے قبضۂ قدرت میں ابوسفیان کی جان ہے جنت ہے نہ جہنم۔ اتفاق سے سیدالشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام اس جگہ پر موجود تھے، آپؑ نے کہا: برا ہو تم پر، تم نے یہ بات کہہ کر کفر کا اظہار کر دیا ہے تم کافر ہو گئے ہو، یہ تم کیا بات کہہ رہے ہو؟ یہ سن کر ابوسفیان نے حضرت عثمانؓ سے کہا: میں نے تو تم سے پوچھا تھا کہ کوئی غیر موجود نہیں۔ تم حضرت عثمانؓ، امام حسین علیہ السلام کو اپنا غیر نہ سمجھے اور ان کو یہ بھی اندازہ نہ تھا کہ ان کے خاندان کے بزرگ اس قسم کی بات کریں گے۔ انہوں نے کہا مکہ ایک ایسا شہر ہے جسے اللہ نے محترم قرار دیا ہے کسی کے لئے اس کی حرمت کو پامال کرنا جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نہ تو اپنے پیغمبرؐ سے پہلے کسی اُسے حلال قرار دیا ہے نہ ہی بعد میں کسی کے لئے حلال قرار دیا ہے (فتح مکہ کی طرف اشارہ ہے)۔

مختار کا شہید ہونا

۴۔ مصعب بن زبیر نے کوفہ پر قبضہ کرنے کے بعد مختار اور اس کے لشکریوں کا محاصرہ کر لیا، آخر کار سب کو قتل کر دیا۔ اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:..................

مختار خود میدان جنگ میں اُترتے ہیں بہت ہی سخت جنگ لڑی وہ مسلسل جنگ کر رہے تھے یہانتک کہ وہ خود مارا گیا۔ مختار کے اصحاب محل میں داخل ہو گئے اور وہاں پر دھرنا دے دیا ان کی تعداد سات ہزار تھی، مصعب نے ان کو امان دی، ان کیلئے ایک ایسی تحریر لکھ کر دی جس میں سخت قسم کا عہد و پیمان وقسم درج تھا اس پر وہ وہاں سے باہر نکلے اس کے بعد مصعب نے ان میں سے کسی ایک کو بھی نہ چھوڑا اور سب کو قتل کر دیا۔ یہ واقعہ تاریخ اسلام میں خیانت اور معاہدہ توڑنے کی بدترین مثال ہے۔

امام حسینؑ کی بنی امیہ سے تعلق داری!

یہاں پر کوئی غیر تونہیں ہے عثمانؓ نے جواب دیا تھا کہ ہمارے اپنے علاوہ کوئی اور موجود نہیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کی اپنی بعض ازواج کی نسبت سے بنی اُمیہ سے ایک طرح کی تعلق داری تھی یعنی امام حسین علیہ السلام ان کے داماد بھی ہوتے تھے اس لئے وہ انہیں اجنبی نہیں سمجھتے تھے اس لئے حضرت عثمانؓ نے کہا تھا کہ کوئی غیر موجود نہیں ہے اس سب باتوں کے باوجود بعض علماء اہل سنت کہتے ہیں کہ یزید پر لعنت نہ کریں۔ یزید پر لعنت کے بارے میں شک کرتے ہیں بعض نے اسے جائز نہیں جانا۔ یہ ہے ان کا تقدس، ان کے نزدیک وہ بہت اچھے اور مقدس ہیں۔

ابن حنبل

ابن حنبل بہت ہی مقدس شخصیت تھے وہ بہت ہی محتاط تھے وہ ایک لحاظ سے وہ واقعہ حرہ کو قبول نہیں کرتے لیکن اُن کا کہنا تھا کہ سید الشہداءؑ کا قتل جرم ہے۔ لہٰذا جب اُن کے بیٹے نے سوال کیا کہ یزید پر لعنت بھیجیں تو وہ جواب دیتے ہیں کہ آپ نے اپنے بابا کو کبھی دیکھا ہے کہ اس نے کسی پر لعنت بھیجی ہو۔

عجب ہے وہ کسی پر لعنت نہ بھیجنے کو اپنی اچھی صفت قرار دے رہے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ظالموں پر لعنت بھیجی ہے۔ کاش وہ اپنے آپ سے سوال کرتا، کیا تم یہ جانتے ہو کہ یزید ظالم ہے یا ظالم نہیں ہے۔ اگر تم یہ کہہ دو کہ میں اسے ظالم نہیں سمجھتا، پس امام حسین علیہ السلام کا قتل ہونا بھی ظلم نہ ہوا۔ اس طرح معلوم ہوا کہ واقعہ حرہ بھی مصلحت تھا۔ (عجب ہے خدا لعنت بھیجتا ہے اور یہ مقدس ہستی ہے کہ میں تو کسی پر لعنت نہیں بھیجتا۔

عجب ہے!)

یزید کے جرائم

۳۔ یزید کی خلافت اور مدت حکومت میں اس کے بڑے جرائم سے واقعہ حرہ ہے جب یزید کو خبر ملی کہ اہل مدینہ نے اس کی حکومت کے خلاف بغاوت کر دی ہے اس نے مسلم بن عقبہ کی سر براہی میں ان کی سرکوبی کیلئے ایک لشکر روانہ کیا، اس ملعون نے تین دن تک مدینہ کو پورے لشکریوں کیلئے حلال قرار دے دیا کہ ان کی جان و مال تم پر حلال ہے۔ ان کو یزید کی دعوت اطاعت دیں اگر وہ قبول کر لیں تو ٹھیک وگرنہ انہیں قتل کر دیا جائے گا۔ اس نے مدینہ کو تاراج کر دیا جو کچھ مدینہ میں موجود تھا مال، جائیداد، خواتین سب کچھ یزید کے لشکر کیلئے حلال ہے۔ تین دن بعد انہیں چھوڑ دو، سات سو بڑے سردار مارے گئے ان میں دو سو اصحاب تھے دس ہزار عام لوگ قتل کئے گئے، ایک ہزار عورتیں حاملہ ہوئیں (یہ مقدس مآب اس پر بھی خاموشی اختیار کرتے ہیں)۔

امام احمد بن حنبل کا یزید کے بارے میں نظریہ

امام احمد بن حنبل سے کہا گیا کہ تم حدیث یزید سے لیتے ہو تو اس نے جواب دیا کہ نہیں! کیونکہ اس کیلئے کوئی کرامت اور عزت نہیں ہے۔ کیا ایسا نہیں ہے کہ اس نے واقعہ حرہ میں جو کچھ کیا سو کیا، اس سے کہا گیا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم یزید سے محبت کرتے ہیں تو ابن حنبل نے کہا کہ کیا کوئی ایسا ہے جو اللہ اور آخرت پر ایمان لائے اور پھر یزید سے محبت کرے؟ تو پھر پوچھا گیا کہ تم یزید پر لعنت کیوں نہیں بھیجتے؟......تو جواب دیا کہ کیا تم نے اپنے باپ کو دیکھا ہے کہ وہ کسی ایک پر لعنت بھیجتا ہو؟ یہ عجیب بات ہے شاید انہوں نے

یہ بات تقیہ میں کہی ہو، کیونکہ یہ بات بیان ہوئی ہے کہ احمد بن حنبل کو اس جرم میں مارا بھی گیا کہ وہ اہل البیت علیہم السلام سے محبت کرتے تھے، انہوں نے اہل البیتؑ کے فضائل کو بھی اپنی کتاب میں نقل کیا ہے لہٰذا ہوسکتا ہے کہ تقیہ کے حوالے سے گول مول جواب کسی خطرہ سے بچنے کیلئے دیا ہو۔ بہرحال جواب عجیب ہے۔ (واللہ اعلم مترجم)

حرمت حرم الٰہی کا پاس نہ کیا گیا

کہتے ہیں یزید ملعون نے تیس آدمیوں کو مامور کیا تھا کہ وہ تلواریں احرام کے نیچے چھپائے رکھیں، جہاں کہیں بھی حسین بن علی علیہما السلام کو موجود پائیں انہیں قتل کر دیں اگر چہ وہ مطاف ہی میں کیوں نہ ہوں۔ یہ یزید کا حکم تھا۔

اسی طرح یزید ملعون نے مدینہ کے گورنر کو لکھا تھا کہ حسینؑ سے بیعت لو اور اگر وہ بیعت نہ کریں تو ان کا سر قلم کر کے میرے پاس بھیجو۔

یزید اس حد تک ملعون تھا اس کیلئے کوئی رکاوٹ نہ تھی کہ وہ یہ جملہ کہہ رہا ہے کہ یہ تو بنی ہاشم کی سلطنت داری کا کھیل تھا اس کی سب باتوں پر پردہ پوشی کیسی؟ انسان کو سمجھنا چاہیئے اگر وہ حیوان نہ ہو۔ یزید شراب پیتا تھا، زانی تھا، فاسق و فاجر تھا ہر برائی اس میں موجود تھی۔ محمد بن حنفیہ نے اس کے متعلق فرمایا: ہم نے اس میں تفقہ اور نیکی کے سوا سب کچھ دیکھا ہے۔

محمد بن حنفیہ نے گورنر مدینہ سے یہ بھی کہا تھا کہ جو شراب خور ہے اس کا نام جمعہ کے خطبوں میں نہ لیا جائے۔ اس نے جواب دیا تھا کہ انشاء اللہ میں اس کا نام چھوڑ دوں گا۔
یہ جملہ اس وقت کہا گیا تھا جب یزید نے مدینہ کے گورنر کے پاس بہت زیادہ مال بھیجا اور یہ

کہا کہ پھر مال کو محمد بن حنفیہ کو دے دو، گورنر نے بہت زیادہ اصرار کیا کہ تم یہ مال لے لو اور اسے بنی ہاشم میں تقسیم کر دو تو اس وقت آپ نے کہا تھا کہ امام حسین علیہ السلام کا قتل قابل معافی جرم نہیں، لیکن اس ھدیہ کو میں قبول کرتا ہوں۔

ولید کیلئے یزید کا فرمان

۲۔ یزید نے مدینہ کے گورنر ولید کو لکھا تھا کہ حسین بن علی علیہما السلام، عبدالرحمن بن ابی بکر، عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن عمر بن الخطاب سے بیعت لے لو اس میں کسی قسم کی نرمی کی گنجائش نہیں ان میں سے جو مخالفت کرے تو اس کا سر قلم کر کے میرے پاس بھیج دو۔ ولید نے یزید کو اطلاع دی کہ حسینؑ نے بیعت سے انکار کیا ہے تو یزید نے لکھا اب تیرا جواب حسینؑ کا سر ہونا چاہیئے۔ اہل مدینہ سے دوبارہ بیعت لو اور اس میں سخت رویہ اپناؤ، کسی قسم کی رعایت نہیں۔

۳۔ یزید کا بیان صریح کفر ہے جو اس نے اپنے شعر میں کہا ہے کہ بنی ہاشم نے سلطنت کا کھیل کھیلا نہ کوئی غیب سے خبر آئی اور نہ ہی وحی نازل ہوئی (اس کے باوجود بعض افراد جب اس کفریہ جملہ پر بھی تامل کریں اور اُسے کفر نہ کہیں تو تعجب کرنا چاہیئے)

محمد بن حنفیہ شام میں

یزید نے محمد بن حنفیہ کو شام طلب کیا وہ مدینہ سے شام آئے اور یزید کی مجلس میں حاضر ہوئے آپ نے کچھ دن شام میں قیام کیا جب مدینہ واپسی کا ارادہ کیا تو یزید نے حکم دیا کہ انہیں بہت زیادہ مال دے دیں اور محمد بن حنفیہ سے درخواست کی کہ وہ ان کیلئے نصیحت کریں تو محمد بن حنفیہ نے اس سے کہا بہرحال جو کچھ تو نے حسین علیہ السلام کے ساتھ

کیا وہ ایسا جرم ہے اس کی تلافی ممکن نہیں لیکن باقی رہی اب کی بات تو سنو!...... میں جب سے یہاں پر ہوں تو میں نے تم سے خیر ہی دیکھی ہے لیکن میں تمہیں ایک بات سے روکتا ہوں اور وہ شراب ہے کہ جو بڑا جرم ہے، اسے چھوڑ دکیونکہ شراب نجاست ہے، شیطان کا عمل ہے جس کے پاس اُمت کی حکومت ہو اور خلافت کا دعویدار ہو اسے ایسا نہیں کرنا چاہئے کہ وہ لوگوں کی طرح گواہوں کی موجودگی میں ایسا صریح عمل کرے تو اس بارے اللہ سے ڈرو اور جو کچھ تجھ سے سرزد ہو چکا ہے اس کی تلافی کرو۔ یزید نے جواب دیا کہ تم نے جو کچھ مجھے کہا ہے میں اسے قبول کرتا ہوں اور میں یہ کہوں گا کہ منبروں پر میرا نام نہ لیں؟

حضرت علیؑ سے ولدالزنا محبت نہیں کرسکتا

کتنا ہی اچھا ہو بہت زیادہ ایسا سامنا کرنا پڑتا ہے کہ ظاہر میں نیک ہے لیکن نسبی خرابی کی وجہ سے علی علیہ السلام کا دشمن ہونا ہے۔ زیاد کا باپ معلوم نہ تھا اس کی نسبت چار افراد کی طرف تھی، ابوسفیان بھی ان میں شامل تھا معاویہ نے اسے اپنا بھائی بنا لیا اور وہ ابوسفیان سے ملحق ہو جاتا ہے جبکہ صحیح نسب کے اعتبار سے یہ درست نہیں تھا اس میں دستاویزی ثبوت موجود ہیں، اس کا یہ انتساب زنا کے ذریعہ سے ہوا اور وہ ولادت کی نسبت اشق الاشقیاء وشقی سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ امیر المومنین علیہ السلام سے بہت زیادہ دشمنی رکھتا تھا۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ اس قدر زیادہ دشمنی رکھتا تھا اتنی ہی دشمنی معاویہ بھی رکھتا تھا۔

سیدالشہداء علیہ السلام ابن زیاد کے بارے میں کہتے ہیں:

''**الدعی ابن الدعی**۔ حرام زادہ، حرام زادے کا بیٹا ہے۔''

اسی وجہ سے امام حسین علیہ السلام کیلئے لکھا تھا میرے ترین گوشت وہ ہے جس

سے تمہارا گوشت تیار ہوا ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے وہی خط معاویہ کو دے دیا معاویہ نے زیاد کو پیغام بھجوا دیا کہ تمہارا ان سے کوئی سروکار نہ ہو۔ معاویہ نے اسے یہ کہا کہ تم ان سے متعلق کچھ مت کرو۔

روایت میں ہے کہ حرام زادہ جس طرح زنا زادہ ہوتا ہے تو اس کا میلان اور جھکاؤ بھی زنا کی جانب ہوتا ہے۔

۲۔ استحضان کا مسئلہ اہل سنت میں بھی معروف ہے کہ یہ اسی کا ہوتا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوتا ہے۔ اہل سنت کے ہاں یہ معروف ہے کہ معاویہ نے واضح حکم کی مخالفت کی ہے۔ زیاد کی ماں سمیہ تھی جو عبید کی بیوی تھی، دونوں حارث بن کلدہ کے غلام تھے۔ سمیہ زناکار عورت تھی ابوسفیان نے اعتراف کیا تھا کہ اس نے سمیہ سے زنا کیا۔ معاویہ نے واضح حکم ''**الولد للفروش**'' بچہ اس کا ہوتا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوتا ہے کے خلاف عمل کیا اور زیاد کو اپنے باپ سے نسبت دیدی اور اسے بھائی بنالیا۔

ولید گردن کش جبار تھا

ہشام کے بعد ولید بن یزید حاکم بنا، عیاشی کے علاوہ اس کا کچھ اور کام نہ تھا۔ وہ دو کنیزوں کے ساتھ شراب سے بھرے حوض میں لہوولہب میں پڑا رہتا تھا، عجیب وغریب بے ہودہ کام انجام دیتا تھا۔ حساب لگایا جائے کہ سارے گناہگار اس شخص کی بدکاریوں اور بے ہودگیوں تک پہنچ سکتے ہیں یا نہیں؟ جب یہ دو کنیزیں مرجاتی ہیں تو ان کو اٹھا کر حوض کے باہر رکھ دیا جاتا ہے، وہ ان کے مرنے کے بعد بھی ان کو نہیں چھوڑ رہا تھا ان کا بدن چند دن تک حوض کے باہر پڑا رہا وہ ان کے جسم کے ساتھ وہی کچھ کرتا رہا جو وہ پہلے کرتا تھا جب وہ

زندہ تھیں اور حوض کے اندر جو کچھ کررہا تھا۔ یہ شخص اس قدر ملعون تھا۔ اس ملعون نے قرآن سے استخارہ کیا تو آیت آئی۔

اس ملعون نے اس کے جواب میں شعر کہے:

تو مجھے سرکش جبار کی دھمکی دیتا ہے، تو لو میں بھی وہ سرکش وجبار ہوں جب تیرا رب محشر کے دن آئے گا تو تو اس سے یہ کہہ دینا کہ اے میرے رب ولید نے مجھے ریزہ ریزہ کیا تھا۔

پیغمبرؐ کی مسند پر آنے والے حضرت زیدؑ کی مظلومیت وعظمت

کیا بیان کریں یہ لوگ پیغمبرؐ اور رسول اللہؐ کے خلفاء ہیں۔

حضرت زید بن علی علیہما السلام پر ظلم

چار سال تک زید کے بدن کو ننگا رکھا، چار سال تک تختۂ دار پر لٹکائے رکھا، مکڑی نے آپ کی شرمگاہ پر جالا بن کر پردہ پوشی کی۔ (ارشاد مفید، ج ۲، ص ۱۷۳، بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۱۸۷، مروج الذھب، ج ۳، ص ۲۰۶ تا ۲۰۸، عمدہ الطالب، ص ۲۳۹، الصواعق المحرقہ، ص ۷۷)

حضرت امام صادق علیہ السلام جہاں پر زید کی لاش لٹکی ہوئی تھی وہاں پر آکر اسی حالت میں آپ نے ان کے بدن پر نماز پڑھی۔ (کافی، ج ۳، ص ۲۱۵)

حضرت زید کس قدر عظمت والے اور شان والے ہیں حضرت صادق علیہ السلام باوجودیکہ اس جنگ کے مخالف تھے اور یہ بھی فرمایا تھا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہیں کوفہ میں پھانسی پر لٹکایا جائے تو ایسا کرو۔ آپ کی عظمت ہے کہ آپ ان کے پیکر پر جا کر نماز پڑھتے

ہیں، ولید نے اپنے گورنر کو کوفہ میں لکھا کہ اس کی لاش کو تختہ دار سے اُتار دو اور اس لاش کو جلاؤ اور ان کی خاک کو دریا میں بہا دو۔ اس ملعون نے ایسا ہی کیا ہے۔

زیدؑ راہ خدا میں موت کے عاشق تھے

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''زید نے مجھ سے حکمران جماعت کے خلاف خروج کرنے کا مشورہ طلب کیا، میں نے ان سے کہا کہ چچا جان اگر قتل ہونا چاہتے ہو اور کوڑا کرکٹ میں پھینکے جانے والے تختہ دار پر آویزاں ہونا چاہتے ہو تو ایسا کرو۔''

عیون اخبار الرضا ج ۱ صفحہ ۲۴۹ میں بھی ایسا ہی مطلب امام باقر علیہ السلام سے روایت ہوا ہے، جو مسعودی نے اس طرح تحریر کیا ہے: ''زید بن علی نے اپنے بھائی ابو جعفر محمد بن علی ابن الحسین علیہم السلام سے مشورہ کیا تو آپ نے مشورہ دیا کہ کوفہ والوں کی طرف مت جائیں کیونکہ کوفی عوام غداری اور دھوکہ دہی میں معروف ہیں۔ لیکن وہ اس سے باز نہ آئے اور فیصلہ کیا کہ وہ حق کے مطالبہ کیلئے قیام کریں گے تو ابوجعفر نے ان سے کہا مجھے اس بارے میں خوف ہے کہ تمہیں کوفہ کے کناسہ میں (کوڑا کرکٹ پھینکنے والی جگہ) سولی پر لٹکایا جائے گا۔ ابوجعفر نے ان کو وداع کیا اور فرمایا کہ ہم آج کے بعد ایک دوسرے سے ملاقات نہ کر سکیں گے۔ یہ آخری ملاقات ہے۔ (مروج الذھب، ج ۳، ص ۱۲۶)

یحیٰی بن زید کا قیام

جب یحیٰی بن زید نے قیام کیا تو ولید نے یوسف کو خط لکھا، جب میرا خط تیرے ہاتھ میں پہنچے تو اس عراقی کو تختہ دار سے نیچے لاؤ، اس کی لاش کو جلاؤ اور اس کی راکھ کو دریا میں

بہادو۔اس خط کے بعد یوسف لعنتی نے خراش بن خوشب کو حکم نامہ پر عمل کرنے کی ذمہ داری سونپی، وہ لاش کو تختہ دار سے نیچے لاتا ہے اور اس لاش کو جلا دیا جاتا ہے اس کی راکھ کو کھجور کی چنگیروں میں رکھا گیا اور کشتی میں راکھ دی کہا اس راکھ کو دریا فرات میں بہا دیا جائے۔ (مقاتل الطالبین، ص ۱۳۹، انساب الاشراف، ج ۳، ص ۲۵۷، تاریخ طبری، ج ۷ م ص ۲۳۰، تمتہ المنتہیٰ، ص ۱۶۵ و ۱۶۶)

امام زمان (عج) کے حضور حالات کا شکوہ

سید حیدر حلی نے اپنے اشعار میں امام زمان علیہ السلام سے فرمایا ہے:

''کیا دردناک فجائع اور حوادث کے بارے کچھ اور ہے جو کربلا کے حادثات سے تلخ ترین ہوتا، کربلا میں امام حسینؑ کی لاش زمین پر پڑی تھی، دشمنوں کے گھوڑوں نے ان کی ہڈیوں، پسلیوں کو پامال کر دیا اور شیر خوار کے گلے کو تیر سے لہولہان کر دیا، آئیں!...... خون میں لت پت شیر خوار کا انتقام لیں! (امام عصر (عج) کو خطاب ہے)

ان کی ولادت سے پہلے حضرت سید الشہداؑ کا حادثہ طے تھا، تم یہ کہہ رہے ہو کہ کربلا کے حادثہ کے بعد اصلاً............ میں نہ ہو کیا سابقہ آئمہ معصومین علیہم السلام کو یہ معلوم نہ تھا کہ تمام مصائب میں بالاتر مصیبت سید الشہداؑ کی مصیبت ہے۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: اگر تم رونے والے ہو تو حسین علیہ السلام پر گریہ کرو۔ کیا تم نہیں جانتے ہو کہ سید الشہداؑ کا قتل، زید کے جسد مبارک کو جلانا، سید الشہداؑ کے قتل سے بالاتر ہے کہ ان کی اولاد کو جلایا نہیں گیا؟ ان کی اولاد کو زہر کے بغیر شہید کیا گیا

امام حسینؑ کی عزاداری

امام رضا علیہ السلام نے ابن شبیب سے فرمایا:

''یا ابن شبیب! اگر تم کسی بات پر رونے والے ہو تو حسین علیہ السلام کیلئے گریہ کرو کیونکہ انہیں اس طرح ذبح کیا گیا جس طرح بکری کو ذبح کیا جاتا ہے۔ (عیون الاخبار الرضا، ج ۱، ص ۲۹۹، امالی صدوق، ص ۱۳۰، وسائل الشیعہ، ج ۱۴، ص ۵۰۲، بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۲۸۶، ج ۹۸، ص ۱۰۳)

قدیم زمانہ کا نجف

نجف ایک ایسا شہر تھا جس کے گرد قدیم زمانہ سے ایک فصیل شہر کی صورت میں حفاظتی دیوار قائم ہے، لہٰذا جب وہابیوں نے نجف اشرف پر حملہ کیا تو نجف کے رہنے والوں نے اس فصیل کے اندر سے اپنا دفاع کیا تھا۔ خود کاشف الغطاء (اس وقت کے بزرگ مجتہد) بھی مورچہ میں جا بیٹھے اور دفاع میں شرکت کی۔ اس فصیل کا جو منارہ تھا اسے مورچہ کے طور پر استعمال کرتے تھے، وہاں سے فصیل کے باہر حملہ آوروں کے ساتھ جنگ کر رہے تھے جس قدر گولیاں ان کے پاس تھیں سب ختم ہو گئیں، کچھ بھی باقی نہ بچا، آپ امیر المومنین علیہ السلام کے حرم میں آ گئے، حرم پر دستک دی اور مولاؑ سے عرض کیا اب تک مجھ سے جو ہو سکتا تھا وہ میں نے کیا، اب آپ پر ہے کہ آپ بھی کچھ کریں!...... ہم سے اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ ہمارے پاس دشمن کو روکنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے اور نہ ہی لڑنے کیلئے ہمارے پاس گولیاں باقی بچی ہیں۔

ایسا ہی ہوا کہ وہابی شہر میں داخل نہ ہو سکے کیونکہ ایک تو شہر کے گرد حفاظتی دیوار

موجود تھی وہ اس دیوار کوتوڑ کر اندر داخل نہیں ہو سکتے تھے، ایک جماعت دفاع میں مصروف تھی۔صاحب کتاب ''مفتاح الکرامۃ'' نے یہ بات لکھی ہے کہ میں اس وقت کتاب لکھنے میں مصروف ہوں، نجفی حفاظتی دیوار کے اندر سے وہابیوں کے ساتھ جنگ کر رہے ہیں۔

(مفتاح الکرامۃ، ج۱۷،ص۱۸۸)

کربلاء کی تباہی

لیکن کربلاء کیلئے حفاظتی دیوار نہ تھی، وہ کربلاء میں داخل ہو گئے اور بہت زیادہ تباہی کی۔ دس ہزار افراد کوقتل کیا ان میں کتنے ہی غریب تھے، اخدا ہی بہتر جانتا ہے، گھوڑوں کیساتھ حرم میں گھس گئے، ضریح کوتوڑ دیا حرم میں بیٹھ کر چائے، قہوہ پیتے رہے ہر طرح سے اہانت و بے حُرمتی کی۔(کشف الارتیاب ص ۱۵ تا ۱۶) وہ لوگ صاحب ریاض (بڑے مجتہد تھے) کی تلاش میں تھے وہ ان کے گھر پر گئے تا کہ وہاں سے انہیں گرفتار کریں وہ شور مچا رہے تھے کہ میر علی (صاحب ریاض کا نام) کہاں ہیں، وہ لکڑیوں کے نیچے ایک کمرہ میں چھوٹے بچے کے ہمراہ چھپے ہوئے تھے اس کی بیوی اور بچے فرار کر چکے تھے گھر سے باہر جا چکے تھے، یہ بچہ قنداق (کپڑا جس میں بچے کو باندھا جاتا ہے) میں باندھا ہوا تھا اسے بھول گیا یہ بھی تقریباً ایک کرامت تھی کیونکہ وہ بیان کرتے ہیں کہ یہ بچہ میرے سینہ پر لیٹا ہوا تھا اور ہم لکڑیوں کے انبار کے نیچے تھے۔ دو گھنٹے تک یہ میرے سینے پر لیٹا رہا اس عرصہ میں اس نے ایک کھانسی تک نہیں کی اور ذرا سی آواز نہ نکالی، اگر ایسا کرتا تو انہیں کو معلوم ہو جاتا کہ لکڑیوں کے نیچے کوئی چھپا ہوا ہے، وہ اس جگہ آئے پورے گھر کا کونہ کونہ چھان مارا انہوں نے دیکھا کہ اس گھر میں ان لکڑیوں کے علاوہ کچھ نہیں ہے لہٰذا وہ یہاں

سے چلے گئے۔

مرحوم صاحب الکرامۃ لکھتے ہیں کہ کربلاء پر دو مرتبہ حملہ کیا گیا، پہلی مرتبہ ۱۲۱۶ ھجری قمری میں، دوسری مرتبہ ۱۲۲۱ ھجری قمری میں۔(مفتاح الکرامۃ، ج۱۷،ص۱۸۸)

تاریخ کا تکرار

ہر انسان جو قرآن وسنت کی پابندی کئے بغیر کسی راستہ پر جائے گا تو وہ روز بروز زوال میں جائے گا۔سقیفہ میں رونما ہونے والے واقعات اور اس پر مرتب ہونے والے سانحہ وحادثات کے نمایاں پہلوؤں میں واقعہ طف (حادثہ کربلاء) سقیفہ کا ہی اثر تھا۔ ایسے ہی حادثات روز نمودار ہوتے رہیں گے کہ کسی کا حق غصب ہوگا، کسی پر ظلم ہوگا یا کسی کے حق کو ثابت کیا جائے گا۔حق اور باطل کا ہمیشہ ٹکراؤ رہا ہے۔عوام حالت جنگ میں ہیں یزید کے ساتھ ہیں یا حسینؑ کے ساتھ، ہر دور میں دو کردار موجود رہے اور آئندہ بھی موجود رہیں گے۔ یزید ملعون کا کردار اور حسین علیہ السلام کا کردار۔

لہٰذا انسان کو چاہئے کہ وہ اپنا مؤقف روزانہ مشخص کرے کہ وہ حق والوں کے ساتھ ہے یا باطل والوں کے ساتھ ہے۔(تیسری صورت نہیں ہے)

کیا ہم عبرت حاصل نہ کریں؟......!

کیا یہ صحیح ہے کہ دُنیا میں جو حادثات، سانحات اور واقعات رونما ہوتے ہیں وہ سب عبرت کیلئے ہیں۔اہل البیت علیہم السلام کے اپنے مقامات بھی آپ کے اپنے سارے فضائل وکمالات ہیں کہ پورے عالم میں کسی کیلئے ایسے کمالات نہیں، کسی کو ان سے نسبت نہیں دے سکتے۔اس عالم کی کیا حیثیت ہے؟ خدا جانتا ہے کہ ان کی کتنی بڑی عظمت ہے۔

حیف ہے!...... افسوس ہے!...... ایک عام آدمی تو باعزت ہو، باکرامت ہو اور ان پر ظلم ڈھایا جائے کم از کم تعداد جو بیان کی جاتی ہے کربلا میں سیدالشہداءؑ سے جنگ کیلئے موجود تھی تیس ہزار افراد موجود تھے۔ حضرت سیدالشہداءؑ سب سے زیادہ حق رکھتے تھے کہ وہ پرامن اور خوشحال زندگی گزاریں لیکن انہوں نے تمام مصائب پر صبر کیا، بردباری دکھائی، ایسے مصائب جو قابل تحمل یا قابل برداشت نہیں انہیں برداشت کیا۔

حسینی یا یزیدی

ہمیں اپنا احتساب کرنے والا بننا چاہیئے اگرچہ ہم توبہ کرنے والوں سے نہ بھی ہوں اور اپنی کمزوریوں کی تلافی نہ کریں اگر احتساب پر پتہ چلے کہ ہم فلاں دن حسینی اور فلاں دن یزیدی رہے، بہتر یہ ہے کہ ہمیں اس کا پتہ بھی نہ ہو کہ ہم حسینی ہیں یا یزیدی ہیں۔ آخرکار ایک دن تو آ ہی جائے گا کہ ہم اپنے بارے میں سوچیں اور خود کو پالیں اور اس کی تلافی کریں، اپنے عیبوں پر نظر ہو اور پھر ان کی اصلاح کرنے کی طرف توجہ چلی جائے۔ ہمارے پاس اپنے بارے میں روزانہ جائزہ لینے کیلئے وقت بھی نہیں چہ جائیکہ ہم دوسروں کا محاسبہ کریں۔ تمام انسانوں میں بہترین انسان وہ ہے جسے اپنے عیبوں نے دوسروں کے عیبوں کے بارے گفتگو کرنے سے روک رکھا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے بارے میں سوچیں، ہم اپنی اصلاح کریں، اگر ہم اپنے بارے میں جائزہ نہ لیں، اپنی اصلاح نہ کریں تو پھر ہم دوسروں کی اصلاح نہیں کر سکتے۔

دین خدا کی نصرت

امام حسین علیہ السلام کسی سے مدد مانگتے ہیں اور کچھ افراد کو چھوڑ کر چلے جانے کی

اجازت دینے کے بارے میں روایت میں اہل البیت علیہم السلام کے متعلق یہ بات آئی ہے ''ان پر سبقت نہ لو وگرنہ تم گمراہ ہو جاؤ گے ان سے متاثر ہونے پر تم ہلاک ہو جاؤ گے''، یعنی اہل البیت علیہم السلام سے آگے نہ بڑھو اور نہ ہی ان سے پیچھے رہو، ان سے جدا نہ ہو، ان کے ساتھ رہو۔

اسی طرح حدیث ثقلین میں ہے ''جب تک تم ان دونوں (قرآن و اہل البیتؑ) سے تمسک رکھو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے''۔ اس کے باوجود تاریخ گواہ ہے کہ اُمت نے ہر طرح کی مخالفت کی۔

کتب میں ملتا ہے کہ حضرت سیدالشہداءؑ خود عبیداللہ بن جعفر جعفی کے خیمہ میں گئے اس سے مدد مانگی، اس نے جواب میں کہا کہ میرا گھوڑا اور تلوار لے لو جبکہ سیدالشہداءؑ اپنے لئے مدد نہیں مانگ رہے تھے بلکہ دین کے استحکام کیلئے مدد مانگ رہے تھے اور پاسداری۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے شب عاشوراء اپنے اصحاب سے فرمایا کہ میں نے تم سے بیعت اُٹھالی، تم سب چلے جاؤ یہ لوگ مجھے چاہتے ہیں کسی اور سے ان کا کوئی سروکار نہیں۔

اسی طرح عبداللہ بن عمر سے فرمایا: اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اے ابوعبدالرحمن تم ہرگز میری مدد مت چھوڑو، مکہ کے راستے میں آپ نے فرمایا: جو جانا چاہتا ہے چلا جائے، رات چھا چکی ہے اسی کو اپنی سواری بناؤ اور یہاں سے چلے جاؤ، مجھے اس قوم میں تنہا چھوڑ دو۔

ان بیانات سے واضح ہے کہ آپ اپنی ذات کیلئے نہیں، دین کیلئے مدد مانگ

رہے تھے۔لیکن سیدالشہداءؑ مکہ سے کربلاء کی جانب سفر کے دوران پھر شب عاشورا بار بار اس بات کو کہہ رہے ہیں کہ جو جانا چاہتا ہے جائے۔فرماتے ہیں: رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھاؤ مجھے اس قوم کے درمیان تنہا چھوڑ دو، یہ میرے سوا کسی اور کو نہیں چاہتے''۔

ہم کیا کریں گے؟......!

کیا ایسا ممکن ہے کہ ہم آئمہ اطہار علیہم السلام تک ''**یا ھل من مزید**'' یا کچھ اضافہ کے ساتھ پہنچیں، اپنے آئمہ کو تھوڑی قیمت پر فروخت نہ کریں؟ کیا یہ بھی ممکن ہے کہ ہم انہیں فروخت نہ کریں؟......خدارا سوچیں!......جس طرح عمر بن سعد نے اہل البیت علیہم السلام کو مفت میں ضائع کر دیا۔

سیدالشہداءؑ نے جو کچھ اُس سے کہا لیکن وہ حاضر نہ ہوا کہ رَے کی سلطنت کو چھوڑے، اس نے دیکھا کہ وہ اسے نہیں چھوڑ سکتا شمر عمر بن سعد سے بھی بدتر تھا اس نے بغیر کسی مفاد کے حضرت سیدالشہداءؑ کو قتل کر دیا اس نے اس بات کی اجازت نہ دی کہ ابن زیاد کسی بھی حوالے سے سیدالشہداءؑ کے ساتھ کسی قسم کی نرمی کرے یا صلح کی جانب جائے۔

بہترین دُنیا امام حسینؑ کے ساتھ رہنا ہے

بہترین دُنیا بھی امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ہے نہ کہ یزید کے ساتھ۔لیکن انسان خوشی اور آرام چاہتا ہے جو بھی اسے ملتا ہے وہ اس سے بہتر چاہتا ہے، اسے سکون نہیں ہے مگر یہ کہ نفس مطمئنہ کی منزل پر پہنچ جائے۔اب یہ جہالت ہے یا غفلت میں ہے، راحت اور رفاہ کے وسائل رکھنے والے نہیں سمجھتے کہ دل کا سکون اور دل کا آرام اس راحت اور سکون سے زیادہ ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ساری کی ساری طاقت اور قوت اللہ کیلئے ہے' مگر یہ کہ انسان خود تباہ ہو جائے کہ سب سے بڑا دشمن تیرا اپنا نفس ہے جو تیرے دو پہلو کے

درمیان ہے''۔

ہمارے لئے امتحان نہیں آیا تا کہ معلوم ہو کہ ہم حسین علیہ السلام کے ساتھ ہیں یا یزید کے ساتھ ہیں۔

سعادت مند دُنیا

انبیاء اور آئمہ اطہار علیہم السلام اس لئے نہیں آئے کہ وہ لوگوں سے یہ کہیں کہ دُنیا سے کچھ فائدہ نہ اٹھاؤ بلکہ وہ اس لئے آئے ہیں کہ وہ سعادت اور عزت و کرامت کی دُنیاداری کی تعلیم دیں۔ہمیں یہ بتائیں کہ اتفاق، احسان، صداقت، دوستی و محبت، ایک دوسری کی فکر میں رہنا، یہ سب دُنیا کی سعادت کے راستوں میں ہے۔اگر ہماری فکر و سوچ میں فکری ہم آہنگی ہو، پیار و غم خواری بھی ہو، تو کیا ہم اپنے بارے سوچ رہے ہیں؟ اس کے نتیجہ میں ہم نے خود اپنی حفاظت کی ہے۔خداوند ہمیں متوجہ کرتا ہے کہ ہم غفلت کا شکار نہ ہوں تا کہ شکست نہ کھائیں، ہم غور کریں کہ ہم نے اس بارے میں اب تک کیوں نہیں سوچا کہ ہم نے انبیاء اور اولیاء علیہم السلام کی پیروی کیوں نہیں کی کہ ہم کس طرح دُنیا داری کریں۔

حسینؑ کے بغیر ہم کہیں کے نہیں

حضرت سیدالشہداء علیہ السلام نے محمد بن الحنفیہ سے فرمایا تھا: جو مجھ سے پیچھے رہ گیا تو وہ فتح و کامرانی کو نہ پا سکے گا''۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کو اس کے بعد کوئی کامیابی حاصل نہ ہوئی۔

فتح وکامرانی کا تنہا وسیلہ

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

''حسین علیہ السلام نے محمد بن علی علیہما السلام المعروف ابن الحنفیہ کی طرف مکہ سے خط تحریر کیا کہ یہ تحریر ہے حسین بن علی علیہما السلام کی جانب سے، محمد بن علی علیہما السلام اور ان بنی ہاشم کیلئے جو اس کے پاس موجود ہیں۔ امابعد!...... جو شخص میرے ساتھ آ کر ملحق ہو گیا تو وہ شہید ہو گیا اور جو میرے ساتھ ملحق نہ ہو گا تو وہ فتح وکامرانی کو نہ پا سکے گا''۔

توابین کا گروہ

۲۔ سلیمان بن صردان افراد سے تھے جنہوں نے حسین بن علی علیہما السلام کی جانب خط تحریر کیا تھا اور ان سے درخواست کی تھی کہ وہ کوفہ آئیں لیکن جب آپ کوفہ کی جانب تشریف لے آئے تو وہ ان کے ہمراہ جنگ میں شریک نہ ہوئے لیکن جب حسین علیہ السلام قتل ہو گئے تو یہ خود مسیب بن نجید الغزاری اور دوسرے افراد جنہوں نے بے وفائی کی تھی اور آپ کے ہمراہ جنگ میں شریک نہ ہوئے تو سب اکٹھے ہوئے اور انہوں نے آپس میں ایک دوسرے سے سوال کیا کہ اب اس جرم کی توبہ کیسے ہو گی تو سب نے یہ طے کیا کہ ہم ان کے خون کا انتقام لینے کیلئے اُٹھ کھڑے ہوں اور اس وقت تک لڑیں حتی کہ کامیاب ہوں یا ہم سب مارے جائیں۔ پس وہ کوفہ سے نکل کر کربلاء کے قریب نخیلہ کے مقام پر اکٹھے ہوئے اور خود کو مسلح کیا یہ 66 ہجری کے ماہ ربیع الاول کے آغاز میں ہُوا، اور اپنا سربراہ سلیمان بن صرد کو بنایا اور شام کی جانب نکل کھڑے ہوئے۔ حسین علیہ السلام کے خون کا بدلہ لینے کا نعرہ بلند کیا انہیں توابین کا نام دیا گیا ان کی تعداد چار ہزار تھی۔

توبہ کا بھی ایک راستہ

اگر جہاد میں امامؑ کے اذن کی ضرورت نہ ہوتی اور یہ واجب کفائی بھی ہے، اس جگہ سوال یہ ہے کہ اگر امامؑ کا اذن نہ ہو امام کا امر بھی نہ ہو تو اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ شاید دوسرے جو کلی اور عمومی ضوابط وقواعد ہیں ان کی............ میں یہ موضوع خون بہا کا ہے اپنی رائے سے اور خود............ ایسا نہیں کیا جا سکتا۔ توابین آئے انہوں نے توبہ کی، توبہ کیسی ہے اور اس کا طریقہ کار کیا ہے؟ ان کی توبہ یہ ہے کہ وہ جائیں اور جہاد کریں؟ سید الشہداء علیہ السلام کے اپنے زمانے کی طرح اور جیسے ان کی جانب سے ہوا؟

جہاد کیلئے وقت کے امام سے اجازت

نہیں ایسا نہیں!...... ان کی توبہ یہ ہے کہ وہ اس وقت جو ولی اور امام موجود ہیں ان کی طرف رجوع کریں، ان سے پوچھیں کہ وہ کیا کریں۔ ایسا نہیں ہے کہ ہم جائیں اور جنگ کریں، کسی سے سوال کی ضرورت نہیں۔ سلیمان بن صردان کے سربراہ تھے وہ لوگ جنہوں نے سید الشہداءؑ کی جانب خطوط بھیجے تھے لیکن وہ کربلاء میں حاضر نہ ہوئے پھر انہوں نے اپنا نام توابین رکھ لیا وہ ایسا خود سے نہیں کر سکتے، اس طرح توبہ نہیں ہو سکتی۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہو بیٹیوں کی اسیری کے بعد اس توبہ کا کیا معنی ہے؟ یہ توبہ ہے کہ ہم سب قتل ہو جائیں۔ وہ خود کو توابین کہتے ہیں لیکن توبہ کا بھی ایک راستہ ہے اس کی شرائط ہیں۔ ابن زیاد نے ان کے خلاف مقابلہ میں آ کر جنگ کی اس نے کہا کہ تمام ترابیوں کو قتل کر ڈالو یہ لوگ توابین ہیں، یہ لوگ توابین نہیں ہیں ترابی ہیں ان کو قتل کرو (حضرت علی علیہ السلام کے چاہنے والوں کو ترابی کہتے ہیں۔

امام حسینؑ کے قاتلوں کا انجام

ابن عساکر نے اسی کی مانند چند روایات نقل کی ہیں ان میں سے ایک ہے:

"اسماعیل بن داؤد بن اسد نے میرے باپ سے اور اس نے بنی سلامہ کے غلام سے اس بات کو نقل کیا ہے کہ ہم نہرین (دجلہ وفرات کے درمیان) کے درمیان اپنے کھیت پر موجود تھے ہم رات کو بات کر رہے تھے کہ ہم کسی ایک شخص کو موجود نہیں پاتے جس نے امام حسین علیہ السلام کے قتل میں مدد دی مگر یہ کہ وہ مصیبت میں گرفتار ہوا ہمارے ساتھ طے قبیلہ کا ایک آدمی تھا میں ان میں سے ایک ہوں جس نے حسین علیہ السلام کے قتل میں مدد فراہم کی مجھے تو کوئی تکلیف نہیں ہوئی ہمیشہ مجھے خیر ہی ملی۔ وہ غلام بیان کرتا ہے کہ چراغ مدہم ہو گیا وہ اسے درست کرنے کیلئے اُٹھا اور اس چراغ کو ٹھیک کرنے میں لگ گیا کہ آگ اس کے دامن میں لگ گئی تو اس نے فرات کی جانب دوڑنا شروع کیا اور خود کو دریا میں ڈال دیا تو ہم اس کے پیچھے گئے تو جیسے وہ پانی میں ڈبکی لگاتا تھا تو آگ کے شعلے پانی کے اوپر نمایاں موجود رہتے اور وہ جب دوبارہ پانی سے خود کو باہر نکالتا تو وہی آگ کا شعلہ دوبارہ اسے اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے اسی طرح ہی ہوتا رہا کہ آکر اس آگ نے اسے قتل کر دیا۔

اپنی عمر کے خرمن کو آگ لگانا

یہ بات نقل کی گئی ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں سے ایک کیلئے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: حسین علیہ السلام کو قتل کرنا عمر کو کم کرتا ہے" تو اس شخص نے اس کے جواب میں کہا: رسول اللہؐ نے بس ایک بات کہہ دی ہے تم مجھے دیکھتے ہو کہ میری عمر اس وقت نوے (90) سال سے اوپر ہے میں حسین علیہ السلام

کے قاتلوں سے ہوں کہ خدا چاہتا تھا کہ اسی طریقہ سے رسول اللہؐ کی بات کی تصدیق ہو جائے تو اسی وقت ہوا کا ایک جھونکا آیا اس جگہ ایک چراغ موجود تھا چراغ کی آگ اس کے بدن سے لگی اور اس نے آہستہ آہستہ اس کے سارے بدن کو جلا دیا۔ خدا چاہتا تھا کہ یہ مرد رسول اللہؐ کے فرمان کی اس طرح تصدیق ہو جائے اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لے کہ حسین علیہ السلام کا قتل عمر کو کم کرتا ہے۔ کربلاء میں لوگ مختلف باتیں کرتے تھے بعض کہتے تھے: ہم تیرے خلاف تیرے باپ سے دشمنی کی وجہ سے جنگ کر رہے ہیں"۔

امام حسینؑ کے قاتل دُنیا کے پجاری

اے جھوٹو! تم اس سے بغض اور دشمنی رکھتے ہو یہ بغض تھا یا نہیں!...... بلکہ تمہاری دنیا سے محبت مانع ہوئی۔ وہ ذات تو ہر ہفتہ کی شب اعمال کے کمرہ کو جھاڑو دیتے تھے تو وہ اس مال سے کس کو دیتے تھے؟ وہ سب کچھ تمہارے علاوہ اور کسے دیتے تھے؟ ہم اس جگہ کیا بات کریں یہ سب بے ایمان تھے، جھوٹے تھے، یہی دُنیا کی محبت سبب بنتی ہے ہم کیا کہیں ہم بھی اللہ سے پناہ مانگیں، یہ مذاق نہیں بہت ہی مشکل مرحلہ ہے۔

امام حسینؑ کا فوج اشقیاء سے سوال

ا۔ پھر امام حسین علیہ السلام قوم اشقیاء کے قریب ہوئے اور ان سے کہا کہ وائے ہو تم پر تم مجھے کس بات پر قتل کرتے ہو کیا میں نے کوئی سنت تبدیل کی ہے؟ یا میں نے شریعت کو تبدیل کیا ہے یا میں نے کسی جرم کا ارتکاب کیا ہے؟ کوئی حق ہے جسے میں نے چھوڑ دیا ہے؟ تو ان سب نے آپؑ کے جواب میں یہ کہا: ہم تجھے قتل کرتے ہیں تیرے باپ سے دشمنی اور بغض کی وجہ سے"۔

۲۔ جھاڑو دینے سے مراد یہ ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام ہر ہفتہ سب مال تقسیم کر دیتے تھے اور یہ اطمینان حاصل کرنے کیلئے کہ کچھ مال باقی نہیں بچا خزانہ خالی ہے خود ہی جھاڑو لے کر اس کمرہ کی صفائی کرتے تھے اور پھر شکر کے نفل پڑھتے۔

میدان کربلاء میں یادِ خدا

اگر کوئی شخص یہ جاننا چاہتا ہے کہ عصمت نبوت و عصمت امامت کے علاوہ غیر معصوم میں عصمت دیکھی جائے تو وہ حضرت زید بن علی علیہما السلام کے کلمات کو دیکھے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ان کے بارے فرماتے ہیں: ''زید میری زبان ہیں، زید نے سخت غضب کی حالت میں بھی اللہ کو فراموش نہیں کیا۔ ایک اُموی خبیث نے بکواس کی، بی بی فاطمہ سلام اللہ علیہا کی شان میں گستاخی کی، زید نے اس حالت میں جواب دیا کہ تم میں کوئی ایک بھی موجود نہیں جو فاطمہ سلام اللہ علیہا کی وجہ سے غصہ میں آئے، غضبناک ہو، تم میں کوئی ایک نہیں ہے جو رسول اللہؐ کی وجہ سے غضبناک ہو تم میں کوئی ایک موجود نہیں جو اللہ کی خاطر غضب ناک ہو؟ ان کلمات کا دوسروں کے ساتھ مدمقابل ہونے کی صورت میں ان حالات و شرائط کی سختی میں اور اتنے برے حالات میں کہ حلال وحرام کے درمیان جدائی ڈالنا مشکل ہو جاتا ہے اس حالت میں وہ شریعت کی حدود سے باہر نہیں نکلتے۔

ہشام ملعون نے اسکے علاوہ زید کی بہت زیادہ اہانت کی وہ زید سے یہ بات بھی کہتا ہے کہ تم جاؤ، تم تو وہی شخص ہو جسے کوفہ والے چاہتے ہیں کہ تمہیں اپنا خلیفہ بنائیں جبکہ تو کنیز کا بیٹا ہے تم اس بات کی اہلیّت نہیں رکھتے ہو۔ زید نے اس کے جواب میں کہا کہ اگر تم چاہتے ہو تو میں اس بات کا جواب دیتا ہوں۔ اس نے کہا تم جواب دو۔ وہ خیال کر رہا تھا اس

کے پاس جواب دینے کی سکت نہیں ہے۔ زید نے جواب دیا؛ تمام مخلوقات میں اشرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو حضرت اسماعیل علیہ اسلام کی اولاد سے ہیں اور اسماعیل علیہ السلام بی بی ہاجرہ کے بیٹے ہیں جو کنیز تھیں، ہشام یہ سن کر چپ ہو گیا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے سے بلند تر اور بزرگ کی آگہی بہت زیادہ مفید ہے۔ یہ جو آیا ہے کہ تم اپنے سے کمتر کو دیکھو اپنے سے بلند تر کو نہ دیکھو تو یہ بات مادی حوالوں اور دُنیاوی معاملات میں ہے لیکن اُخروی معاملات میں بات اس کے برعکس ہے۔ انسان کو چاہئے کہ وہ اس حوالے سے حضرت سلمانؓ، ابوذرؓ کو سامنے رکھے۔ آپ زید بن علی بن الحسینؑ کو دیکھیں، حضرت سید الشہداءؑ کے اصحاب کو دیکھیں!...... انسان کو دینی امور میں بالاتر کی جانب نظر کرنی چاہیئے، دُنیاوی امور میں اپنے سے کمتر کو دیکھیں، اس سے سکون ملے گا۔ تسلی ہوگی کہ وہ لوگ ہم سے زیادہ اللہ کے ہاں مقرب تھے لیکن دُنیاوی امور میں وہ لوگ اس طرح رہتے تھے۔

ہشام ملعون کا حضرت زید سے مکالمہ

۱۔ ہشام ملعون نے حضرت زید سے کہا مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم خود کو خلافت کا اہل سمجھتے ہو جبکہ تم تو کنیز کے بیٹے ہو۔ زید نے اس سے کہا تم پروائے ہو!...... میری اماں کی وجہ سے مجھے خوار کر رہے ہو۔ اللہ کی قسم!...... اسحاقؑ آزاد عورت کے بیٹے تھے جبکہ اسماعیل علیہ السلام کنیز کے بیٹے تھے، اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کیلئے خاص مقام قرار دیا ان سے ہی عزت قرار دی۔ مسلسل پاک نسل میں نشوونما ہوتی رہی یہانتک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان سے قرار دیا پھر فرمایا: اے ہشام اللہ کا تقویٰ اپناؤ تو ہشام نے

جواب میں کہا کہ تم جیسا شخص مجھے تقویٰ کی تلقین کر رہا ہے تو زید علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں! کیونکہ کوئی ایک بھی شان میں کمتر نہیں کہ وہ اس بات کا حق نہیں رکھتا ہو کہ وہ کسی کو تقویٰ الٰہی کا کہے اور کوئی بھی اس سے بالاتر نہیں کہ وہ تقویٰ کے بارے میں بات کو نہ سنے یعنی کوئی اس مرتبہ اور شان کو نہیں پہنچتا کہ وہ تقویٰ کی وصیت سے بے نیاز ہو جائے، ہر ایک کی ضرورت ہے کہ اسے تقویٰ کی وصیت کرے۔

تقویٰ کی نصیحت

۲۔ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

''مال و دولت میں جو تم سے کمتر ہے تم اسے دیکھو، اسے مت دیکھو جو تم سے بڑا دولت مند اور تم سے تونگر ہے، بڑا مال رکھتا ہے، ایسا کرنے سے سبب ہوگا جب کچھ تمہاری قسمت میں آیا ہے تم اس پر زیادہ قناعت کرو اور اللہ تعالیٰ سے اضافہ کا مطالبہ کرو، رب کی طرف رجوع کرو''۔

شہید کامیاب ہے

ہمارے کاموں میں اشکالات بہت ہیں ان میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ باوجودیکہ ہمیں یقین ہوتا ہے پھر بھی بے یقینی کی حالت ہم پر طاری رہتی ہے اس طرح ہم اپنے یقین کو ختم کر دیتے ہیں ایسا کہ ہمیں اس بات بارے یقین نہیں ہے وگرنہ اگر ہم یقین سے معاملہ کرتے اور لائق لوگوں سے لائقوں والا معاملہ کرتے اور نالائقوں سے نالائق والا معاملہ کرتے تو ہم سکون میں ہوتے۔ اگر ہمیں یقین ہوتا کہ ہم شہید ہو جائیں گے مگر شہید ہو جانا کیا ہے کیا شکست سے عبارت ہے؟ امام حسین علیہ السلام نے شکست نہیں کھائی آپؑ

غالب رہے۔ اب آپ اہل بصیرت کے نزدیک غالب ہیں ایک زمانہ ایسا آجائے گا کہ عوام یقین حاصل کر لیں گے کہ ہم جس راستہ پر چلے یہ کونسا اخلاقی راستہ تھا ہم تو اس راستہ پر چلے (یہ بات آ کر سب کو پتہ چل ہی جائے گی)۔

کیا وہ جہنم سے آئے تھے اور ہم جنت سے آئے ہیں

مؤرخین نے لکھا ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام کے کمانڈروں میں سے ایک جنگ صفین میں معاویہ ابن ابی سفیان کے خیمے پر پہنچ گیا اس کے لئے معاویہ کا قتل اُسے گرفتار کرنے سے آسان تھا البتہ اس بیان میں اسی حال میں معاویہ نے اس کمانڈر کیلئے پیغام بھیجا تم نے اپنا کام پورا کر دیا، تم کامیاب اور منصور ہیں لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر تم یہاں سے واپس ہو جاؤ تو تمہارے لئے خراسان کی سلطنت ہے۔ آگے بڑھو اور ہمارا کام تمام کر دو۔ میں نے تم سے کہہ دیا ہے کہ اب کام مکمل ہوا ہم نے اعتراف کر لیا ہے، خراسان تیرے لئے ہے (یہ شخص مالک اشتر نہ تھا ان کے علاوہ کوئی تھا) معاویہ کی بات سن کر اس بدبخت نے عقب نشینی اختیار کی اس گھڑی جو غلبہ ملا تھا اور قدرت اس کے لئے تھی اسے ہاتھ سے دے بیٹھا تا کہ اسے انعام مل جائے بالکل عمر بن سعد کی مانند اس نے کہا کہ وہ رئے کی سلطنت چاہتا تھا جس کیلئے وہ امام حسینؑ کے قتل پر آمادہ ہو گیا۔ ان کا انجام .... میں جو کچھ ہوا مالک اور ان جیسے ثابت قدم رہے اور کچھ وہ تھے جنہوں نے دین کو دُنیا کے بدلے فروخت کر دیا، خراسان ملا نہ ہی دین، نہ بہشت ملی عمر بن سعد کے مانند۔

۲۔ معاویہ نے خالد بن المعمر کے پاس پیغام بھجوایا کہ تم .... لو ہم تم

نے اپنا کام پورا کر دیا اگر اس حملہ کو ادھورا چھوڑ دو تو تمہارے لئے خراسان کی سلطنت ہے۔ خراسان کی سلطنت کا سن کر وہ لالچ میں آ گیا، حملہ کو درمیان میں چھوڑ دیا اور پیچھے ہٹ گیا لیکن خراسان کی سلطنت تک پہنچنے سے پہلے ہی وہ مر گیا (دُنیا و آخرت تباہ کر دی)۔

اپنی اصلاح

کیا ایسا نہیں چاہیئے کہ ہم اپنی اصلاح کریں اس کے بغیر کیا ہم معاشرہ کی اصلاح کر سکتے ہیں؟ کیا ایسا نہیں ہو سکتا؟ اس آدمی سے کہنا چاہیئے اے فلاں مجھے اس کا نام یاد نہیں رہا لیکن اس تحریر میں اس کا نام نہیں لکھا اگر تم اپنی اصلاح نہ کرو آخر کار تم اپنا کام تمام کر دو گے وہی بات آخر کار ایک ۔۔۔۔۔

فلاں قدر فلاں مقدار جسے اس نے خواب میں دیکھا تھا کہا ہم اپنی اصلاح کے بغیر اپنا کام پورا کر سکتے ہیں جو لوگ رشوت کرپشن کے ذریعہ اقتدار میں آتے ہیں ان کے بارے میں کوئی آگاہ نہ کیا۔ کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ فلاں شخص دیانت دار و صحیح ہے اور فلاں شخص کرپٹ اور رشوت خور ہے جس ملک میں ایسا ہو تو اس کا مطلب ہے کہ ہم اس کی اصلاح نہیں چاہتے باوجودیکہ ہم ایسا نہیں کرنا چاہتے ہیں پھر بھی کہتے ہیں ہم ۔۔۔۔۔

ایک مُلک میں رشوت خور ہوں چاپلوس موجود ہوں کرپشن دھوکہ دہی ہو اس سے فرق نہیں خود رشوت دینے والا اور لینے والا دہو یا اس کیلئے واسطہ بنے یہ سب کچھ ہو رہا ہے پھر تم ملک میں اصلاح چاہتے ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہم اپنی اصلاح کریں یہ بات دوسرے اُمور پر ہے مگر ایسا نہیں کہ رضا خان

(رضا شاہ کا باپ جو زبردستی ایران کا بادشاہ بنا تھا اس کے بعد اس کا بیٹا رضا شاہ بنا جس کے خلاف امام خمینیؒ نے قیام کیا اور ستم شاہی کا خاتمہ ہوا اس طرف اشارہ کر رہے ہیں اور یہ باتیں ہمارے ملک پر اور ہمارے اوپر بھی لاگو ہیں ہم سب کا حال ایسا ہی ہے) نے ایران میں رشوت نہیں لی وہ کرپٹ نہیں تھا کیا (سامراجیوں نے) رضا خان کو اس شرط پر ایران کی سلطنت دی کہ وہ ان کا نوکر بن کر رہے کیا ان سامراجیوں نے تُرکی مصطفی کمال کے حوالے نہیں کیا اس شرط پر کہ وہ ان کا نوکر و غلام بنے اور تمام خیرات کافروں کیلئے دے دے کیا انہوں نے ایک اور کارندے کو حجاز میں رشوت نہیں دی کہ ہم جا رہے ہیں تم ہماری شرط پر حکمرانی کرو جو ہم کہیں اس پر عمل کرو۔ ہمارا کام یہی ہے کہ وہ لوگ جہنم سے آئے تھے اور ہم بہشت سے آئے ہیں ایسا کہ ہم سے یہ کہیں کہ ہم یہ دیں گے اور وہ دیں گے ایسی پیشکش جسے ہم نے خواب میں نہیں دیکھا جب ہم سے کہیں کہ ہم یہ نہیں دیتے ہیں البتہ وہ جانتے ہیں کہ جو کچھ وہ ہمیں دے رہے ہیں اس کیبرابر وہ کس طرح ہم سے واپس لیں۔

خلاصہ یہ ہے نفس کی اصلاح کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا اصلاح نفس کے بغیر ہم سوسائٹی اور معاشرہ کیلئے کچھ نہیں کر سکتے وگرنہ ہم آدھے راستہ کے مسافر ہوں گے۔ ضرورت پڑنے پر دوست کو درمیان میں چھوڑ کر کہیں گے بھائی خداحافظ، اب ہم کیا کام کریں؟ بھئی وہی کریں جو نہیں کیا ہے ہم اپنے نفس کی اصلاح کریں۔

آئمہ کے نام سے اپنے مطلب کا حصول

بعض خلفاء اور حکمران آئمہ علیہم السلام کے نام سے سوئے استفادہ کر کے اقتدار حاصل کرتے تھے۔ ابن زبیر کی حالت دیکھیں اس نے سید الشہداء علیہ السلام کی مظلومیت

کا رونا دھونا اور فریاد کی۔ یہ لوگ آئمہ اطہار علیہم السلام کا ذکر کرتے تھے لیکن اس طرح سے خود کو آگے لاتے تھے جب اپنا مقصد حاصل کر لیتے تھے تو اپنے مقاصد کو عملی جامہ پہناتے تھے۔ یہی شخص جب امام حسین علیہ السلام کے لئے کتنی فریاد کرتا ہے؟ کتنا غوغا کرتا ہے؟ یہ کام بہت ہی مشکل ہے اگر ہم موقع پر ہوں تو ہم کیا کریں گے۔ دُنیا کی جانب جھکیں گے یا اللہ کی طرف جائیں گے؟

ا۔ جب امام حسینؑ شہید ہو گئے عبداللہ بن زبیر حق و باطل کے درمیان کھڑا ہوتا ہے ان کے درمیان خطبہ دیتا ہے جس میں وہ خاص کر کوفیوں کی بہت زیادہ مذمت کرتا ہے اس نے کہا انہوں نے امام حسین علیہ السلام کو دعوت دی تا کہ انہیں اپنا حاکم بنا لیں جب امام حسین علیہ السلام تشریف لے گئے تو انہوں نے حسین علیہ السلام سے کہا کہ یا تو خود کو ابن زیاد کے حوالے کر دو یا قتل ہونے کیلئے تیار ہو جاؤ۔

معاویہ بن یزید کا اعتراف

معاویہ بن یزید بن معاویہ خلافت کے پہلے دن منبر پر جاتا ہے اس کے خطبہ میں عجیب سا بیان ہے اس نے کہا کہ امامت اور خلاف اہل البیت علیہم السلام کا حق ہے۔ میرے دادا معاویہ بن ابی سفیان نے ان کا حق غصب کیا پھر میرے باپ نے اس کی پیروی کی۔ یہ خطبہ مروانیوں کیلئے بہت ہی گراں گزرا۔ مروان اس بیان پر سیخ پا ہو گیا اس نے کہا یا ابی لیلیٰ عمر کی سب سے بہتر روش ہے؟ اس نے یہ کہا کہ عمر نے ایک روش و روایت قائم کی تھی تم بھی اسی کی پیروی کرو۔ معاویہ بن ابی سفیان نے کہا اے مروان تو مجھے میرے دین کے متعلق دھوکہ دینا چاہتا ہے بتحقیق عمر نے اسے شوریٰ میں قرار دیا اور میں اسے کس

میں قرار دُوں؟ تم میرے پاس عمر کے زمانہ جیسے افراد لے آؤ تو میں خلافت کو ان افراد کی شوریٰ میں قرار دے دیتا ہوں۔

ا۔ پھر معاویہ بن یزید بن معاویہ حاکم بنا، اس نے لوگوں میں خطبہ دیا۔ اللہ کی حدود بتانے کے بعد کہا اے حضرات!...... ہمارا امتحان تمہارے ذریعہ لیا گیا اور تمہارا امتحان ہمارے ذریعہ لیا گیا۔ ہم سب بھی اس بارے میں مبتلاء ہوئے میں یہ چاہتا ہوں کہ تم لوگ ہمارے اوپر اعتراض کرتے ہو۔ آگاہ رہو کہ میرے دادا معاویہ بن سفیان نے اس امر کا غصب کیا اس سے جو اس سے زیادہ مقام کا حقدار تھا کہ اس کیلئے رسول اللہؐ کی قرابت تھی اس میں وہ زیادہ حقعدار تھا کہ وہ مسلمانوں میں سابقین میں سے تھا مومنین میں وہ اوّل تھا رَسول رحمت للعالمینؐ کی نسل کا باپ تھا وہ تم پر حاکم بن بیٹھا جس کا تم انکار نہیں کر سکتے۔ پھر میرے باپ نے اسے لے لیا اور وہ خیر کے لائق ہی نہیں تھا وہ اپنی خواہشات کے گھوڑے پر سوار ہوا اپنی خطاؤں اور غلطیوں کو اچھائی خیال کرتا تھا۔

۲۔ مروان معاویہ بن یزید کے خطاب کے بعد کھڑا ہو گیا اور کہا اے ابی لیلیٰ کیا عمرؓ کی سنت برائی تھی وہ غلطی پر تھا تو اس نے مروان سے کہا تو مجھے میرے دین کے بارے میں دھوکہ دینا چاہتا ہے میرے پاس عمرؓ کے زمانہ جیسے مردوں کو لے آؤ کہ میں خلافت کیلئے ان کی شوریٰ بنا دُوں۔

امتحان میں کامیاب ہونے والے افراد

اللہ جانتا ہے کہ معاویہ بن یزید جیسے دُنیا میں چند افراد ہی ہوتے ہیں جو اللہ ہی کی رضاء کیلئے سلطنت و حکمرانی کو ٹھوکر مار دیتے ہیں۔ کاش ہمیں معلوم تا کہ وہ اس عمل سے بچ

گیا ہے۔ کیا یہ مذاق ہے کہ انسان خلافت کو چھوڑ دے اور یہ کہے کہ میرا باپ باطل پر تھا اور میرا دادا بھی باطل پر تھا۔ یہ بات معمولی نہیں!......کیا ہم اس سے غیرت نہ لیں۔ معاویہ نے چالیس سال حکومت کی یزید بھی اپنے طور پر یہ خیال کرتا تھا کہ میں بھی ایسی ہی حکومت کروں گا جبکہ دنیا وہم وخیال سے زیادہ کچھ نہیں۔ ایک شخص نے سقیفہ والوں سے کہا تھا تم لوگوں نے اس وقت جو حقداروں سے حق لے لیا ہے میرا یہ خیال ہے کہ یہ تم سے بھی چھین لیا جائے گا۔

یزید کا بیٹا

جب معاویہ بن یزید بن معاویہ نے یہ اعلان کیا کہ خلافتِ علیؑ اور اولادِ علیؑ کا حق ہے اور بنی اُمیہ نے اسے غصب کیا ہے۔ مروان ملعون نے ابن زیاد کو اس بارے آگاہ کیا کہ تم نے دیکھا کہ اس جاہل نے کیا کہا ہے؟ تم جلدی آجاؤ اور دیر نہ کرو وگرنہ حکومت ہمارے ہاتھوں سے جارہی ہے۔ معاویہ بن یزید کے بیانات اور اس کا اعلان مذاق نہیں اس نے دُنیا کی کل آبادی کے ایک چوتھائی حصہ کی حکومت کو ٹھکرا دیا اگرچہ اس کی ذمہ داری یہ نہیں تھی کہ وہ ایسا کرے لیکن اگر ایسے حالات ہمارے لئے مہیا ہوتے کیا ہم اس کیلئے آمادہ ہوجاتے تو کیا ہم ایسا کرتے؟ کیا دین کا معاملہ جب حق اور حق کار کا اپنا نام ہی بنتا ہے؟ لیکن سوال یہ ہے کہ ایسا کون کرسکتا ہے ہم اپنے بارے میں سوچیں!

ہماری موت بھی قریب ہے

ہم گذشتگان سے عبرت لیں ہم بھی ان کی مانند موت کے قریب ہیں۔ زندگی کے چار دن تو ہیں اس بارے میں یہ خیال نہ کریں کہ ہم نے چار لاکھ سال زندہ رہنا ہے کیا

معاویہ یہ جانتا تھا کہ اتنے مظالم کرنے کے بعد اُس کی عمر کم ہوجائے گی۔ ہشام بن عبدالملک زید بن علی بن الحسین علیہم السلام کیلئے بی بی فاطمہ سلام اللہ علیہا کے بارے میں اور بنی ہاشم کے خلاف کیا کچھ کہا کیا کچھ کیا وہ سب اب کہاں ہیں؟ کیا ہم ان سے عبرت نہیں لیتے؟

منصور عباسی خلیفہ عبداللہ بن حسن کا جو خاندان بنی ہاشم کے بزرگ تھے کا احترام کرتا تھا اسی طرح وہ حضرت امام صادق علیہ السلام کا بھی احترام کرتا تھا اور انہیں اپنے پاس بلا کر اپنی جگہ پر بٹھاتا تھا لیکن اقتدار ملنے کے بعد اس کا رویہ کیا ہوا؟

۲۔ منصور نے امام حسن علیہ السلام کی اولاد پر بہت ظلم کیا، شکنجے کس دیئے، جبکہ وہ سب بزرگان دین تھے، بڑے لوگ تھے۔ انتہائی دردناک کیفیت سے انہیں شہید کیا گیا۔

۳۔ موسیٰ بن عبداللہ بن حسن علیہم السلام نے روایت کی ہے کہ وہ زندان میں نماز کے اوقات کو نہیں جاسکتے تھے مگر تلاوت قرآن کے اجزاء سے، جیسے علی بن الحسن علیہما السلام پڑھتے تھے؟

اندر کا یزید

سعد بن وقاص عمر بن سعد کا باپ تھا یہ شخص خلافتِ شوریٰ کا رکن تھا اس نے علی علیہ السلام کی بیعت نہ کی اور معاویہ سے معمر تر تھا لیکن جب معاویہ کے پاس پہنچتا ہے تو اسے سلام کرتا ہے السلام علیک ایھا الملک آپ پر سلام اے بادشاہ!......معاویہ نے اس پر اعتراض کیا کہ تم مجھے امیر المومنین کیوں نہیں کہتے؟ اس نے جواب میں کہا کہ جس طریقہ سے تو نے یہ منصب حاصل کیا ہے اگر یہ مجھے دیتے تو میں اسے قبول نہ کرتا۔ معاویہ اور یزید میں جو کچھ موجود تھا، تو ہمارے اندر وہ چیز بالقوۃ موجود ہے ایسا نہیں ہے کہ وہ جہنم سے آئے

ہوں اور ہم جنت سے آئے ہوں۔ خدا سے پناہ مانگیں! غور کریں ہم کہاں کھڑے ہیں؟!

ذرا اپنا جائزہ لیں......!

اگر ہم بنی اُمیہ اور بنی عباس کی جگہ ہوتے جنہوں نے خلافت کو اُس کے اہل افراد سے چھین لیا تھا اگر ہم میں ایسی توانائی بھی ہوتی جو اُن میں تھی اور اپنے دشمنوں کو نابود اور ختم کر دینے میں کوئی مانع اور رکاوٹ بھی موجود نہ ہوتی اور ہر طرح کے امکانات اور حالات ہمارے لئے موجود ہوتے جیسے ان کے لئے تھے تو کیا ہم ان کی مانند عمل نہ کرتے؟ کیا ہم حق کشی نہ کرتے؟ حق کو غصب نہ کرتے؟ اللہ سے دُعا کریں کہ ہمیں اس قسم کے امتحان میں نہ ڈالے، اگر ایسا امتحان آجائے تو اللہ ہمیں ایسے عمل سے بچا کر رکھے، انسان امتحان کے مقام پر تو سلمان رحمۃ اللہ علیہ کی مانند اطاعت الٰہی میں اعلیٰ ہوتا ہے یا یزید اور معاویہ کی طرح ہلاک ہونے والوں اور اسفل سافلین میں ہوتا ہے۔

کم از کم پولیس کے سپاہی کے خوف برابر اللہ تعالیٰ سے خوف ہو

ایک پاسبان (سپاہی) سے جو خوف آتا ہے اتنا خوف تو خدا سے ہو نہ پہلوی (شاہ ملعون) کے زمانہ میں دینی اجتماعات اور مجالس عزاداری بپا کرنا ممنوع تھا لوگ ایک مسجد میں جمع تھے ایک بزرگ شخصیت منبر پر تقریر فرما رہے تھے، اتفاق سے ایک سپاہی نے مسجد کی کھڑکی سے اندر کی طرف جھانک لیا تا کہ مسجد کے اندر کی صورتحال کا جائزہ لے۔ سب لوگوں نے خوف کے عالم میں اُس کی طرف دیکھا اسی دوران جو شخصیت منبر پر گفتگو کر رہے تھے انہوں نے شرکاء سے کہا اگر ہم جس قدر اس سپاہی سے خوف کھا رہے ہیں اتنی مقدار میں ہم اللہ تعالیٰ سے خوف کھاتے، اللہ کا ڈر ہمارے اندر ہوتا تو ہمارے معاملات

یہاں تک نہ پہنچے ہوتے۔

کیا ہم یزیدیوں کی بیعت نہ کریں گے؟

ہم جو ہزار سال سے سید الشہداء علیہ السلام کی عزاداری کر رہے ہیں تو کوئی ایسا آجائے جو مومنین کے راستہ پر نہیں، فرض کرلیں یزیدی ہو، سید الشہداء علیہ السلام کی عزاداری کی مخالفت کرے، کسی قسم کا خوف بھی درمیان میں نہ ہو تو ذرا سوچیں کیا ہم اس کی بیعت کرلیں گے یا اس کی بیعت نہیں کریں گے؟ کیا ہم امام حسین علیہ السلام کی عزاداری سے ہاتھ اٹھا لیں گے یا ایسا نہیں کریں گے؟! سوچیں!

کہاں پر پناہ لیں؟

ہم جو یہ چاہتے ہیں کہ جنگ (عراق اور ایران کی جنگ کے دوران کی بات ہو رہی ہے) اہل ایمان اور مومنین کے حق میں ختم ہوگئی، ایسا نہیں کرنا چاہئے کہ کتاب خانوں میں جائیں اور کتابیں کھولیں اس بات کو دیکھیں کہ سختیوں اور مشکلات میں جو مومنین ہوں تو کس کی پناہ میں آئیں۔ ہم ان باتوں کو نکالیں اور پھر اس پر عمل کریں کہ جو کچھ کرمان شاہ میں ہوا، وہاں جو بربادی ہوئی ہے کیا وہی بربادی ہمارے ہاں بھی آسکتی ہے؟ کیا ہمارے اوپر ویسا حملہ نہیں ہوسکتا؟

وحشت زدہ ہونا ایک ناقابل برداشت امر ہے کیا ہم بلا تکلیف بیٹھ جائیں؟ خداوند ہمیں جگائے۔

ہمیں متنبہ کرے، فرانس میں دوگروہ آپس میں جنگ کرتے ہیں چاہتے ہیں کہ جو مغلوب ہوئے ہیں ان کا ایک آدمی بھی صحیح وسالم نہ جائے۔ کربلاء کے واقعہ میں ایسا ہی

ہوا جو بھی امام حسین علیہ السلام کے ساتھ تھے وہ سب شہید ہو گئے ۔ ہمیں ابھی سے اس کی فکر ہونی چاہیئے کہ ہم اس کا حل ڈھونڈیں جس طرح فقہی مسائل میں فقہاء کیلئے دوران بحث کسی کیلئے کوئی الہام ہو جاتا ہے اور مسئلہ کا حل نکل آتا ہے ہمیں بھی اس بارے میں چارہ جوئی کرتے ہوئے کوئی الہام ہو جائے ہو سکتا ہے بعض کو معلوم ہو کہ تکلیف اور ذمہ داری فریضہ ہے لیکن ان میں اس بارے میں کہنے کی ہمت و جرأت نہ ہو۔

خدا نہ کرے کہ ہمارے لئے ایسی حالت پیدا ہو جائے

ملا نور الدین کے جانور بھاگ جاتے تھے جو نہیں بھاگتے تھے ان کو وہ مار مار کر بھگا دیتا تھا تو اس سے کہا جاتا کہ جو نہیں بھاگے تم کیوں ان کو مار مار کر بھگا رہے ہو تو وہ جواب میں کہتا کہ ان میں بھی اگر طاقت ہوتی تو یہ بھی فرار ہو جاتے ۔ خدا نہ کرے اس قسم کے شرائط اور حالت جو عمرو بن عاص اور معاویہ بن سفیان کیلئے پیدا ہوئے وہ ہمارے لئے مہیا ہو جائیں وگرنہ جب ایسے حالات ہوں اور کوئی ثابت قدم رہے تو اس وقت معلوم ہوگا کہ وہ شخص مومن ہے کیونکہ مومن کے دل کو اللہ نے امتحان کیلئے منتخب قرار دیا ہے۔

مومن جس کا اللہ تعالیٰ نے امتحان لے لیا ہے وہی کامیاب ہے

۲۔ ہمارا امر سخت اور دشوار ہے کسی کے بس میں اس کا تحمل و برداشت نہیں ہے مگر وہ مومن بندہ جس کے دل کا اللہ نے امتحان لے لیا ہے وہی کامیاب ہوتا ہے۔

مردہ دل سے زندہ دل ہونا

سورۂ یونس آیت ۲۸: اللہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے باہر لاتا ہے۔ یہ واضح ہے ایسا ممکن ہی نہیں بلکہ ایسا یقینی ہے کیونکہ قرآن نے اس بات کی تصدیق کی

ہے خداوند ایسا کرتا ہے۔ ہم نے دیکھا کہ جناب محمد بن ابی معمولی شان پر نہ تھے یا ذرا سوچیں معاویہ بن یزید معمولی شان کے تھے؟ اگر کوئی یہ کہے کہ ایسا نہیں ہو سکتا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ ان کے دستر خوان سے کھا رہا ہے جن کی غذا حرام مال سے ہے۔ شراب خوری گھر میں ہے ہر برائی ہے، ان سے میل جول میں رہا اس کی زندگی اور زندگی کی رنگینیاں سب کچھ ان سے تھا جو باطنی طور پر کافر تھے کیونکہ ہم اس بات کو قبول نہیں کرتے۔ اسے چاہیے کہ وہ اپنے نظریہ سے پلٹ آئے کیونکہ ہم ایسے شخص کو جواب میں کہتے ہیں اللہ ہی جانتا ہے کہ سلطنت کسے ملنی تھی اگر اس کا دسواں حصہ ہمیں ملتا تو کیا ہم ایسے ہو جاتے اور اس سلطنت کو ٹھوکر مار دیتے اور حق کو پامال نہ کرتے؟ اس کا باپ اقتدار پر غالب آ گیا، وہ حسین علیہ السلام جیسی شخصیت پر ظاہراً غالب آ گیا لیکن یزید کا بیٹا معاویہ ہے اس کے پاس وسیع و عریض سلطنت ہے اسے تو سب کچھ آمادہ و تیار شدہ مل گیا۔

اگر وہ اسی راستہ کو اختیار کرتا جو اس کے باپ اور دادا کا تھا معاویہ کی ماں اس کے فیصلہ پر یہ کہتی ہے کہ کاش یہ بچہ (معاویہ بن یزید) حیض کا خون ہوتا اس نے ماں کو اس طرح جواب دیا؟

کہتے ہیں جب معاویہ بن یزید کی موت قریب آ گئی تو بنو اُمیہ اس کے پاس اکٹھے ہوئے اور سوال کیا کہ تم ان میں سے جس کو اس مقام کا اہل سمجھتے ہو اس کے بارے میں وصیت کر دو تو اس نے جوب دیا اللہ کی قسم میں نے تمہاری خلافت کی مٹھاس نہیں چکھی اب میں کس طرح اس کا بوجھ اپنی گردن پر لے لوں؟ تم تو اس کی لذت لینے میں جلدی میں ہو تو کیا میں اس کی تلخی لینے میں جلد بازی سے کام نہ لوں۔ اے اللہ! میں اس خلافت سے بری ہوں اور اس خلافت کو چھوڑتا ہوں۔ اے اللہ! میں ایسے افراد موجود نہیں پاتا جو حضرت

عمرؓ کی شوریٰ کی مانند ہوں تاکہ میں یہ خلافت ان کے سپرد کرتا کہ جس کو وہ اہل سمجھتے اسے خلیفہ بنالیتے۔اس کی ماں نے یہ سن کر کہا کاش! میں پرانا حیض ہوتی اور تجھ سے یہ نہ سنتی تو معاویہ بن یزید نے کہا کہ کاش! میں حیض کے خون کا ٹکڑا ہوتا اور اپنی گردن میں اس خلافت کا طوق نہ ڈالتا کیا بنی اُمیہ اس کی لذات لیں مزید اڑائیں اور میں اس خلافت کو ان افراد کے سپرد کرنے کا گناہ بھگتوں جو اس کے اہل نہیں (خلافت غیر مستحق کے سپرد کرنا بڑا گناہ ہے میں اس کا ارتکاب کیسے کروں اور اپنے لئے عذاب کیوں خریدوں؟)

جو ہمارا عمل ہے اسی کا اثر بھی ہمارا مقدر ہے

ہم اپنے اوپر وہ کچھ لے آتے ہیں جو ہمارا دشمن ہمارے اوپر نہیں لاتا۔کیا جو کچھ عمر بن سعد نے اپنے اوپر بوجھ ڈالا اور اتنا بڑا جرم کیا کیا کوئی اور اس پر یہ سب کچھ لاد سکتا تھا؟نہیں یہ سارا بوجھ اس نے خود اپنے اوپر لادا۔ایک رات میں اس نے اپنے ساتھ یہ سب کچھ کیا۔ان تمام حالات و واقعات کو سامنے رکھتے ہوئے ہم اس بات کے محتاج ہیں کہ اللہ سے دُعا کریں، گریہ وزاری کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی آزمائش میں نہ ڈالے۔

ہم خود کو مریض نہیں سمجھتے

ہم خود کو مریض نہیں سمجھتے وگرنہ اس بیماری کا علاج تو آسان ہے۔روایت میں آیا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے ایک شخص کے کان میں کچھ کہا، اس کے بعد اس کے سر کے سارے بال سفید ہو گئے۔اس کے باوجود ہماری حالت یہ ہے، ہم خود کو عباد الرحمن کی صف میں شمار کرتے ہیں اس سے غافل ہیں کہ کل قیامت کے دن میرے تمام اعضاء و جوارح اُن تمام اعمال پر گواہ ہوں گے جو اعمال ان کے ذریعہ انجام پائے۔سورۂ یٰسین

آیت ۶۵:''آج ہم ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے ان کے ہاتھ بولیں گے، ان کے پاؤں گواہی دیں گے اس کے بارے جو کچھ وہ انجام دیتے تھے''۔آج کی دُنیا میں انسان اس فکر میں ہے۔

امام حسین علیہ السلام کے فضائل سننے کا سوال

ایک آدمی حسین بن علی علیہما السلام کے پاس آیا، اس نے سوال کیا مجھے ایسے فضائل بیان کریں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے قرار دیئے ہیں۔تو آپؑ نے اس سے فرمایا کہ تم برداشت نہ کرسکو گے تو اس نے عرض کیا کہ جی ہاں یا بن رسول اللہؐ میں اسے برداشت کروں گا تو امام حسین علیہ السلام نے اس کے لئے ایک حدیث بیان کی۔جیسے ہی آپؑ نے وہ حدیث ختم کی اس آدمی کے سر اور داڑھی کے بال سفید ہو گئے اور حدیث کو اس نے بھلا دیا۔حضرت امام حسین علیہ السلام نے کہا اللہ کی رحمت اسے نصیب ہوئی کہ اس نے حدیث کو بھلا دیا (یہ بات بہت ہی عجب ہے)۔

امامؑ کا قتل ہو جانا اور عید کا انتظار

روایت میں آیا ہے جس وقت سید الشہداء علیہ السلام کو شہید کر دیا گیا خداوند نے ایک فرشتہ کو حکم دیا کہ وہ اس طرح ندا دے: اوظالم! اپنے نبیؐ کی اولاد کے قاتلو اللہ تمہیں عید فطر و عید الاضحیٰ نصیب نہ کرے۔یہ ایک نداء ہے، اعلان ہے اس کا مصداق ہونا چاہئے اگرچہ ماہ رمضان کی عید میں احتیاط کا ایک راستہ موجود ہے کہ جب تک شوال کا چاند نظر نہ آئے تو روزہ رکھا جائے لیکن عید الفطر اور عید الاضحیٰ کو منانے کے لئے عید کا چاند ثابت ہونا ضروری ہے۔

حقیقت میں یہ روایت بتا رہی ہے کہ جب تم نے امامؑ کو نہیں چاہا انہیں قبول نہیں کیا تو پھر عید فطر اور عید الاضحیٰ کس لئے چاہتے ہو؟ ہم نے تمہارے لئے ناقہ بھیجی خود تم نے اسے پسند نہ کیا اور اس کے پاؤں کاٹ دیئے۔ (قوم صالح علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے) جس اُمت نے اپنے رسولؐ کے فرزند، سردار جنت کو قتل کر دیا اس کے لئے عید الفطر و عید الاضحیٰ کیسی؟

۱۔ امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے بتحقیق جس وقت لوگوں نے امام حسین علیہ السلام کو قتل کر دیا اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو حکم دیا کہ یہ نداء دے دو کہ اے ظالمو! اپنے نبیؐ کی عترت کے قاتلو! اللہ تمہیں روزہ، عید الفطر، عید الاضحیٰ نصیب نہ کرے۔ دوسری روایت میں ہے تمہیں عید الفطر اور عید الاضحیٰ نصیب نہ ہو۔

۲۔ حضرت صالح علیہ السلام کی ناقہ مراد ہے یہ (اونٹنی) حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کا امتحان تھا لیکن ان بدبختوں نے ناقہ (اونٹنی) کو مار دیا۔

ہزار سالہ مصیبت

ہم جب غور کریں تو دیکھیں گے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے متعلق سانحہ اور واقعہ کربلا میں جو کچھ ہوا یہ سارا واقعہ ایک دن میں ہو جاتا ہے جب کوفہ اور بصرہ کے لوگ اس سے آگاہ ہوئے تو انہیں دکھ ہوا۔ حضرتؑ کی مصائب میں شہادت اور اہل البیت علیہم السلام کے قیدی ہونے پر جو اہل ایمان تھے وہ کس قدر دکھی تھے خداوند ہی جانتا ہے۔ اس حد تک کہ انہیں اس کا یقین نہیں آ رہا تھا کہ ایسا ہو گیا ہے لیکن ایک ہزار سال سے زیادہ ہو گیا ہے ہم اس جانکاں غم سے دوچار ہیں، مصیبت زدہ ہیں۔ حضرت حجت علیہ السلام تکلیف و

مصائب میں ہیں۔ دشمن نہیں چھوڑتے کہ وہ تشریف لے آئیں، دُشمنوں نے انہیں روک رکھا ہے، کیا اس سے بالاتر کوئی اور مصیبت ہو سکتی ہے کہ وہ کسی بھی آبادی میں خود کو کھلے عام ظاہر نہ کر سکیں اور مجمع عام میں آ کر اپنا تعارف بھی نہ کروا سکیں۔ ہزار سال سے زائد ہو چکا ہے کہ آپ غیبت کے زندان میں ہیں، اللہ آگاہ ہے کہ اہل ایمان کے دل کس قدر خون روتے ہیں، اور اس غیبت کی وجہ سے کس قدر غمزدہ ہیں تکلیف میں ہیں۔ کہاں کا انصاف ہے کہ حضرت حجۃ علیہ السلام غیبت میں ہوں؟ وہ مصائب و مشکلات سے دوچار ہوں اور ہم سکون میں ہوں؟۔ امام حسین علیہ السلام کے واقعہ سے یہ واقعہ کمتر سخت نہیں، اتنی لمبی مدت گزر جائے اور وہ ہمارے درمیان رہتے ہوئے ہم ان سے آشنا نہ ہو سکیں، ہم خوشیاں اور جشن منائیں اور ہمارے امامؑ غم میں ہوں......؟ (ذرا سوچیں!)

رحمت واسعہ کے مظہر

کہتے ہیں مرحوم دربندی بلند مرتبہ ومقام رکھتے ہیں اس کے باوجود وہ امام حسین علیہ السلام کی ضریح میں اس طرح فریادی ہیں: یا حسینؑ اپنی اماں زہرا سلام اللہ علیہا کا تجھے واسطہ ہے کہ شمر کی شفاعت نہ کریں۔ تین دفعہ بلند تر آواز سے یہ جملہ کہتے ہیں۔ سوال کیا گیا کہ کیا شمر کی شفاعت ممکن ہے؟........... کیوں ممکن نہیں؟۔ کیا یہ محال ہے؟ آئمہ علیہم السلام اللہ کی رحمت واسعہ کا مظہر ہیں، ہم انہیں قسم دے رہے ہیں کہ وہ ایسا نہ کریں (یہ بھی امام حسین علیہ السلام کے دشمن سے نفرت کا انداز ہے کہ جو امام حسین علیہ السلام کے گستاخ ہیں جو ان کے قاتل ہیں جو ان کے دشمن ہیں ان کیلئے معافی ہے نہ شفاعت)۔ ایک امام حسین علیہ السلام کا عاشق اور آپ سے محبت کرنے والا فکرمند ہے کہ کہیں امام حسین علیہ

السلام رحمت واسعہ کا مصداق ہونے کے ناطے کسی کونے کھدرے میں اس کی شفاعت نہ کردیں۔ اس لئے انہیں ان کی مظلومہ ماں سیدۃ النساء العالمین بی بی فاطمہ سلام اللہ علیہا کا واسطہ دیکر کہتا ہے اس ملعون اور خبیث کی شفاعت نہ کرنا۔ یہ بھی محبت کے اظہار اور دشمن سے نفرت کا انداز ہے۔ ان کا رحمت واسعہ کا مظہر ہونا بھی ایسے ظالموں و قاتلوں کو اپنے دامن میں جگہ نہ دے۔ یہ ہر محب، مومن کی آرزو ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ بھی انہیں معاف نہ کرے گا اور نہ ہی قیامت کے دن وہ شفاعت کے دائرہ میں آسکیں۔

رحمت الٰہی کا پھیلاؤ

اسلام لانے سے تمام سختیاں، تکالیف، احترام کے منافی امور سب ختم ہوجاتے ہیں اور مسلمان ہونے پر سارے اسلامی احکام اس پر جاری ہوتے ہیں وہ دوسرے مسلمانوں کی مانند محترم ہوجاتا ہے۔ اسلام ایسی چیز نہیں ہے کہ کسی کو مسلمان کیا جائے اور پھر وہ آزاد نہ ہو۔ ایسا نہیں ہے۔ کافروں کو یہ بات سمجھانا ہے کہ اسلام ہر لحاظ سے امن اور سکون ہے اس میں آرام اور راحت ہے۔ کیا یہ مذاق ہے کہ وحشی بن حرب جو حضرت حمزہ کا قاتل ہے وہ اسلام لے آئے تو اسلام لانے کے بعد اسے قتل کردیں؟ ایسا نہیں ہے وہ نجات پالیتا ہے۔ اسلام لانے سے پہلے جو جرائم تھے اسلام اُن پر پردہ ڈال دیتا ہے فقط اتنا ہوا کہ رسول اللہؐ نے اس سے یہ کہا کہ تم میرے سامنے نہ آیا کرو۔

مثال: آپ فرض کریں کہ شمر ملعون جو درحقیقت سید الشہداء علیہ السلام کے قتل کا موجب بنتا ہے اس کے باوجود وہ اللہ کی رحمت کا سوال بن جائے اور قیامت کے دن ابلیس بھی اللہ کی رحمت کی خواہش کرے گا اس طرح رحمت کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے البتہ ایک

بات ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے حال کا لحاظ کرے گا (اپنے خاصان کی زحمات اور مشقتوں کو سامنے رکھے گا اور اپنی رحمت کو ایسے جرائم پیشہ عناصر سے روک لے گا جن میں ابلیس اور دیگر ملعونین جیسے شمریوں، یزیدیوں پر رحمت نہ کرے گا)۔

۴۔ حضرت پیغمبر اکرمؐ نے اپنی جانب سے چند مشرکین کے بارے میں حکم دے رکھا تھا کہ ان کو قتل کردیا جائے جہاں پر بھی وہ ملیں ان میں سے ایک وحشی بن حرب بھی تھا جو حضرت حمزہ سید الشہداء کا قاتل تھا لیکن جس وقت وحشی اسلام لے آیا، اس نے کلمہ پڑھ لیا اتنے بڑے سنگین جرم کا مرتکب ہونے کے باوجود پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے اسلام کو قبول کرلیا صرف اسے یہ حکم دیا کہ وہ آپ کے سامنے نہ آئے (اسلام لانے کی وجہ سے اس کے قتل کا حکم واپس لے لیا جاتا ہے البتہ جہنم اس کا ٹھکانہ ہے، ظاہری اسلام کا دنیا میں فائدہ ہے۔)

۶۔ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’جب قیامت کا دن ہوگا، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کو پھیلا دے گا اس کو دیکھ کر ابلیس بھی طمع کرے گا کہ اللہ کی رحمت میں وہ بھی شامل ہوجائے۔ (لیکن شیطان اس وسعت کے باوجود اپنے جرائم کی وجہ سے اس رحمت سے فیض نہ پاسکے گا)

جس کی صلب میں اہل ایمان موجود ہوتے، اس کو نہ مارتے

جو لوگ چشم بینا رکھتے ہیں اور پچاس سال پہلے پیش گوئی کردیتے ہیں کہ کیا ہوگا ہم تو مبہم اور اہم کو بیان نہیں کرسکتے ایک روایت سید الشہداء علیہ السلام کے بارے میں نقل ہوئی ہے کہ آپ کربلا میں جنگ کے دوران ہر ایک کو نہیں مارتے تھے یہ بات حکمت سے خالی نہیں۔ یہ بیان ہوا ہے کہ سید الشہداءؑ کے مقابلہ میں مرنے والوں کی تعداد کو دیکھتے ہیں

اگر کسی کی پشت میں ایک بھی مومن کی حلاوت موجود ہوئی تو اسے قتل نہیں کرتے تھے۔ یہ بات کیوں نہیں ہوسکتی ہم یہ دیکھ سکتے ہیں کہ ہمیں اپنے اوپر قیاس نہیں کرنا چاہئے کہ جب ہم نہیں دیکھ سکتے تو وہ بھی نہیں دیکھ سکتے۔

۲۔ الکبریت الاحمر میں ابن ابی جمہور سے ایک روایت درج ہے: حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے بعض حملوں میں اہل کوفہ کو قتل نہیں کرتے ہیں جبکہ انہیں قتل کرنا آپ کیلئے ممکن ہوتا تھا اور بعض دوسروں کو قتل کردیتے تھے تو آپ سے اس بارے سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: ''میں جس کی صلب میں اہل ایمان کو موجود پاتا ہوں تو اسے قتل نہیں کرتا۔''

اشکوری کی محبوب القلوب اور اس کے علاوہ بھی یہ بات امام علی زین العابدین علیہ السلام سے نقل ہوئی ہے کہ میں نے دیکھا کہ جس نے میرے مولاؑ کو نیزہ مار دیا یا تیر برسائے، آپؑ نے اسے قتل نہ کیا۔ جب امامت میری طرف منتقل ہوئی تو میں نے دیکھا کہ جس کو میرے بابا نے چھوڑ دیا تھا ان کی صلب میں ہمارا محب موجود تھا۔

خاک کربلاء میں دردوں کی شفاء

جو یہ جملہ احادیث میں بیان ہوا ہے کہ سید الشہداء علیہ السلام کی تربت میں شفاء ہے۔ (یہ جملہ الشفاء فی تربتہ) آپ کی زیارت میں آیا ہے، یہ تمام بیماریوں، ہر قسم کے دردوں اور ان تمام بیماریوں کیلئے شفاء ہے جس کا علاج اطباء نہ کرسکیں۔ اس کا علاج خاک شفاء کربلاء میں ہے۔ آپ زمزم اور تربت سید الشہداء علیہ السلام کا جہاں بھی مصرف کریں گے اس کا اثر ہے۔ ایک مطلب یاد رہے کہ بعض دفعہ مصلحت ہوتی ہے اور حاجت پوری نہیں ہوتی اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اس سے بہتر چیز عطا کردیتا ہے۔ (اگر درد و تکلیف

دُور نہ ہو تو اس میں بھی کوئی مصلحت ہوگی جس سے اللہ تعالیٰ آگاہ ہے، مایوس نہیں ہونا چاہئے اور اس پر شک بھی نہیں کرنا چاہیے۔

بت پرست ہندو کی داستان

ہندو بت پرست بہت زیادہ تعداد میں سید الشہداءؑ کی مجالس عزاداری کیلئے آتے ہیں اور بہت زیادہ اموال اس حوالے سے خرچ کرتے ہیں۔ کسی نے بیان کیا ایک ہندو تھا جوان کو پیسے دیتا تھا جو عزاداری کررہے ہوتے تھے۔ ہندو بھی باقاعدہ شیعوں کے ساتھ پورے دس دن غم کے مناتے ہیں وہ دستہ جات لے کر آتے ہیں عزاداروں کیلئے پیسے لے کر آتے ہیں (شربت کی سبیلیں لگانے کیلئے)۔ کہتے ہیں کہ ایک بت پرست تھا وہ عزاداری کیلئے باقاعدہ پیسے نکال کر رکھتا تھا، ایک دفعہ اس نے چاہا کہ عزاداروں کی مہمان نوازی کرے۔ اُس نے اپنے مال سے عزاداروں کیلئے مخصوص کردیا اور ان سے کہا کہ وہ جس طرح چاہیں ان پیسوں کو خرچ کریں، اس نے عزاداروں سے کہا آپ میرے گھر آئیں، کھانا بنائیں، جگہ کو دھوئیں، آپ جو چاہیں کریں یہ گھر پوری طرح تمہارے اختیار میں ہے۔ ان کے لئے پیسے دے دیئے اور ان سے کہا کہ ہمارا تمہارے ساتھ کوئی کام نہ ہوگا سب کچھ آپ اپنے ہاتھوں سے کریں، فقط یہ ہے کہ آپ ہمارے گھر پر امام حسین علیہ السلام کی عزاداری کریں وہ ہر سال ایک لاکھ روپیہ اس کام کے لئے خرچ کرتا تھا اس کے ساتھیوں نے اس پر اعتراض کیا اور اس سے کہا کہ تم اس کام کیلئے بہت زیادہ رقم دیتے ہو تم اس کا آدھ کردو۔ اس دور میں ایک لاکھ روپے بہت زیادہ ہوتے تھے یہ آدمی فکر مند تھا کہ وہ اس بارے میں کیا کرے؟ کیا وہ اسے آدھا کردے؟ اس نے سوچا ٹھیک ہے ایسا کردے

گا وہ ایک کارخانہ بنا رہا تھا جب وہ اس کے افتتاح کیلئے گیا تو ایک مشین سے اس کا دامن اٹک گیا اور مشین کے چرخ کی لپیٹ میں آ گیا اس نے اسے گھمانا شروع کر دیا وہاں پر موجود لوگ جو اسے دیکھ رہے تھے وہ کچھ نہ کر سکے سب اس منظر سے پریشان اور حیران تھے کہ اچانک کسی نے آ کر اسے اس چکر سے نکال کر باہر پھینک دیا۔ جب وہ باہر جا گرا تو وہ بے حال تھا جب وہ ہوش میں آیا تو اس نے بلند آواز میں کہا کہ اب میں عزاداری کیلئے دو لاکھ خرچ کروں گا۔ وہاں پر موجود لوگوں نے اس سے سوال کیا کہ کیا ماجرا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ جب میں اس مشین کے چکر میں پھنس چکا تھا تو کوئی آیا اور اس نے مجھے پکڑ لیا اور وہاں سے اٹھا کر مجھے باہر پھینک دیا۔ میں نے سوال کیا جناب آپ کون ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں وہی ہوں جس کی عزاداری کیلئے تم ایک لاکھ روپے خرچ کرتے ہو۔ جب میں ہوش میں آیا تو میں نے بلند آواز سے کہا کہ اب میں دو لاکھ روپے خرچ کروں گا۔ حالانکہ لوگوں نے مجھ سے یہ کہا کہ تھا میں اس کا آدھا کر دُوں، لیکن اب میں دو لاکھ روپے خرچ کروں گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس قسم کے کاموں میں شک نہیں کرنا چاہیے، یہ کرامات ہیں، ہمارا اس بارے میں یقین ہے اگرچہ وہ بت پرست ہے اس قسم کے عمل سے اس کے لئے ہدایت کی توفیق بھی مل سکتی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ مرنے سے پہلے پکا مسلمان ہو جائے، اگر مسلمان نہ ہو تو بھی اس میں شک نہیں کہ ایک ہندو عزادار کیلئے اس کے عذاب میں تخفیف ضرور ہوگی۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ جتنے لوگ جہنم میں ہیں وہ سب کے سب ایک ہی درجہ پر ہوں گے اور سب کا عذاب برابر ہوگا اس میں شک نہیں کہ وہاں پر بھی طبقات ہیں، وہاں بعض جہنمی دوسروں سے متنفر ہوں گے، معلوم نہیں کہ کس قدر انہیں نچلے طبقہ والوں سے

نفرت ہوگی، وہ آرزو رکھتے ہوں گے کہ ہمیں ان کے قریب نہ لے جایا جائے اس کیلئے جو عذاب ہے وہ اسی میں ہے یہ بھی ایک طرح کی رحمت ہے جب وہ نچلے طبقے والوں کے عذاب کو دیکھتا ہے تو سمجھتا کہ وہ ان سے بہتر حالت میں ہے لہٰذا ایک غیر مسلم جو امام حسین علیہ السلام سے محبت کرتا ہے ان کی عزاداری کرتا ہے، مسلمان ہو کر نہ مرے تو اسے عذاب میں ضرور تخفیف ملے گی۔

زیارت عاشورا کی برکات

اگر مصلحت ہو تو اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام و اوصیاء عظام، علماء کرام کے معجزات اور کرامات کو ظاہر کر دیتا ہے جیسا کہ سامرہ میں اللہ نے ایسا کیا۔ ایسا بیان ہوا ہے کہ سامرہ میں سارے لوگ طاعون کی بیماری میں مبتلا ہوئے ہیں طاعون کی بیماری نے وباء کی شکل اختیار کر لی، سید محمد فشارکی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ کا بڑا علمی مقام ہے، ان کے عملی میدان میں کمالات ہیں۔ کرامات کے حوالے سے بھی ان کا بلند مقام ہے۔ انہوں نے سامرہ میں طاعون سے بچاؤ کیلئے فرمایا کہ میں تمام پیروکاروں کو حکم دیتا ہوں کہ وہ تین دن روزہ رکھیں۔ یہ میرا خیال ہے مجھے یقین نہیں کہ انہوں نے یہ بھی ساتھ فرمایا کہ ہر دن زیارت عاشوراء بھی پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ اس عمل کی وجہ سے اس بیماری کو ٹال دے گا۔ سامرہ والوں نے دیکھا کہ غیر شیعہ تو اس موذی بیماری کی وجہ سے گروہ در گروہ مر رہے ہیں لیکن شیعہ طاعون کی بیماری سے فوت نہیں ہوتا۔ غیر شیعہ کو اس پر حیرانگی ہوئی یہ کونسی بلاء اور مصیبت ہے جو شیعہ پر نہیں اور غیر شیعہ پر ہے۔ لہٰذا سامرہ کے سارے لوگ عسکریینؑ (امام علی نقی اور امام حسن عسکری علیہما السلام) کے روضہ اقدس کے صحن میں آ گئے اور آ کر یہ کہتے ہیں:

یاعلی الھادی سلم علیک مثل مایسلم الشیعۃ علیکما اشفعنا لنا کما شفعتما للشیعہ۔

’’اے علی الھادی (امام علی نقی علیہ السلام) اے حسن العسکری ؑ ہم آپ پر اسی طرح سلام کرتے ہیں جس طرح شیعہ آپ پر سلام بھیجتے ہیں، ہماری بھی شفاعت کروجس طرح شیعہ کیلئے شفاعت کی ہے۔ہم دیکھ رہے ہیں شیعہ طاعون سے نہیں مر رہے،ہمیں بھی طاعون سے موت نہ آئے۔ ایسا محسوس ہورہا تھا کہ طاعون غیر شیعہ کیلئے لکھ دیا گیا ہے۔وہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔اسی طرح اہل البیت علیہما السلام کی حقانیت روشن ہوجاتی ہےلیکن وہ زیارت عاشوراءنہیں پڑھتے۔(دوسرے انداز میں آکر عسکریین علیہما السلام کے صحن میں درخواست کرتے ہیں)۔اس طرح اپنی مراد کو پالیتے ہیں کیونکہ اہل البیت علیہما السلام اپنی زندگی میں بھی پوری اُمت پر مہربان تھے اوراس جہان سے جانے کے بعد بھی جواُن کواپنا وسیلہ بنائے اس کیلئے وہ مہربان ہیں۔آئمہ اہل البیت علیہم السلام سب انسانوں کیلئے ہیں فقط شیعہ کیلئے نہیں۔

سیدعبدالغفار کی حاجات

نجف اشرف میں ایک آدمی تھا جو سیدعبدالغفار مازندرانی (جو علماء نجف سے تھے) کی سیادت کے بارے میں شک کرتا تھا کہ کہاں سے معلوم ہو یہ شخص سید ہے؟...... سیدعبدالغفار کہتے ہیں جب میں نے اس کی بات سنی تو میرے سر پر پہاڑ آگرا، میں سیدھا کربلاء گیا میں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا میری تین حاجات ہیں:۔

۱۔ رہائش کا مکان چاہیے۔

۲۔ سیادت کا ثبوت درکار ہے۔

۳۔ اس کے علاوہ تیسری حاجت بھی تھی..............................

اس نے امام حسین علیہ السلام کوخواب میں دیکھا،آپؑ نے اس سے فرمایا کہ جو میری حاجت ہے وہ مجھے عطاء کردی ہے۔گھر کا مسئلہ تو یہ آخرت میں تیرے لئے بہشت میں قرار دیا ہےلیکن تیری سیادت تو میں کہہ رہا ہوں کہ تو سید ہے۔میں سیاہ عمامہ تیرے سر پر رکھ رہا ہوں جب رات اس کی وفات ہوتی ہےتو اپنی وفات سے پہلے ایک خوبصورت آواز والے قاری سے کہا کہ وہ کچھ قرآن پڑھے پھر وہ گھر چلے گئے،وہ ہر رات اذان فجر سے دو گھنٹے پہلے بیدار ہوتے تھےلیکن اس رات وہ بیدار نہ ہوئے،لوگ جب آئے تو انہوں نے دیکھا کہ وہ دُنیا سے جاچکے ہیں۔اس کے بعد ان کے فرزند نے اپنی بہن کیلئے تہران خط بھیجا کہ بابا وفات پاگئے ہیں لیکن بھائی کا خط آنے سے پہلے بہن نے بھائی کیلئے بابا کی تسلیت لکھ بھیجی تھی کیونکہ جب اس کا باپ فوت ہوتا ہے بہن تہران میں رہتی تھی،باپ کی موت کی اطلاع ملے بغیر وہ رات کو اپنے باپ کوخواب میں دیکھتی ہے کہ اس کا باپ سید الشہداءعلیہ السلام کے ہمراہ ایک باغ میں کھڑا ہے تو اس کے باپ نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے سوال کیا کہ میں مرچکا ہوں تو آپؑ نے فرمایا: جی ہاں!......تم مرچکے ہو۔اسی وقت اس نے اپنی بیٹی سے کہا کہ تم اپنے بھائی کولکھنا کہ میری تیسری حاجت تھی کہ مجھے ایسی موت آئے کہ مجھے پتہ بھی نہ چلے،لہٰذا میری وہ حاجت بھی پوری ہوئی۔

شیر پرسوار زائر

آقا شیخ علی زاہد قمی آقای اشرفی رحمۃ اللہ علیہم کے ہمراہ کربلاء مشرف ہوتے ہیں۔آقای اشرفی ان سے پوچھتے ہیں تم اتنے عرصہ سے کربلاء آرہے ہو کیا آپ نے کوئی عجیب چیز یہاں پر دیکھی ہے؟ وہ زیادہ گفتگو تو نہیں کرتے تھے لیکن انہوں نے اپنی جیب سے ایک کتابچہ نکالا اور انہیں پڑھنے کیلئے دے دیا اس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ ایک شخص ہر شب جمعہ نجف سے کربلاء جاتا تھا اور زیارت کا مخصوص عمل بجالاتا تھا، وہ غروب کے قریب اپنی دکان بند کرکے کربلا چلا جاتا تھا۔ ایک دفعہ جمعرات کو دکان دیر سے بند کی، جب کربلاء جانے کیلئے آیا تو اس نے دیکھا کہ سارے قافلے چلے گئے ہیں، اسے یہ دیکھ کر بہت پریشانی ہوئی لیکن اس نے دیکھا کہ ایک کونے میں کوئی چیز موجود ہے، جب اس نے دیکھا تو ایک شیر کھڑا تھا، وہ کہتا ہے کہ میرے دل میں آیا کہ اسی پر سوار ہو کر کربلاء جاؤں اگرچہ اس سے پہلے میرے لئے کوئی ایسی شجاعت اور دلیری کا سابقہ نہ تھا میں آگے بڑھا اور شیر پر چڑھ کر بیٹھ گیا، جب میں بیٹھ گیا تو شیر اُٹھا اور چل دیا اور کربلاء کی طرف روانہ ہوا، وہ اس قافلے سے بھی آگے نکل گیا اس واقعہ کے بعد ہر دفعہ جب وہ شب جمعہ کربلاء جانا چاہتا تو ایسا ہی اس کیلئے ایک شیر موجود ہوتا تھا اور وہ اس شیر پر سوار ہو کر کربلاء زیارت کیلئے پہنچ جاتا۔

حضرت ابوالفضل العباسؑ سے ناراض مت ہو......!

بہت دفعہ ایسا دیکھا گیا ہے کہ بہت سے لوگ عوام سے حضرت ابوالفضل علیہ السلام کے حرم میں آئے ہیں یا حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے حرم میں آتے ہیں ان سے توسل کرتے ہیں تو ان کی حاجت فوراً پوری ہوجاتی ہے۔کتاب دارالسلام میں یہ بات

درج ہے ایک طالب علم تھا اس کی بہت سی حاجات تھیں، بہت عرصہ دراز سے حضرت ابو الفضل العباس علیہ السلام کی زیارت کیلئے آرہا تھا، ایک دن پورے ادب اور احترام کیساتھ ضریح مبارک کے سامنے کھڑا ہو گیا، زیارت پڑھ رہا تھا اچانک اس نے دیکھا کہ کچھ عرب دیہاتی عورتیں ننگے پاؤں آتی ہیں ان کے ہاتھوں پر ایک مفلوج بچہ ہے، وہ حرم مبارک میں داخل ہوتی ہیں، ضریح کے گرد شور مچاتی ہیں، فریاد کرتی ہیں، ان کا بیمار شفاء پا جاتا ہے اور وہ خواتین حرم اقدس سے باہر چلی جاتی ہیں۔ طالب علم نے جب یہ منظر دیکھا وہ ضریح کے قریب آتا ہے اور شکوہ کے انداز میں حضرت عباس علمدار علیہ السلام سے عرض کرتا ہے مولاؑ میں چند سال سے آرہا ہوں لیکن میری حاجات پوری نہیں ہوتیں لیکن آپ ان عراقی عورتوں پر ایسا کرم کرتے ہیں اور ان کی حاجات فوری طور پر پوری ہوجاتی ہیں۔ وہ اس کے بعد ضریح سے باہر آجاتا ہے اور فیصلہ کرتا ہے کہ آئندہ حضرت کی زیارت کو نہ آئے گا، وہ نجف چلا جاتا ہے راستہ میں وہ ایک کارواں سراء میں ٹھہرتا ہے اس جگہ پر اس سے کہا جاتا ہے خادم شیخ انصاری کا خادم کئی دفعہ یہاں پر آیا ہے وہ تمہارا پوچھ رہا تھا وہ خادم اس طالب علم کو شیخ انصاری کے پاس لے جاتا ہے، شیخ انصاری اس سے کہتا ہی: حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام سے ناراض نہ ہو تم عربوں کو مت دیکھو!......ان کی عبادت ہی ایسی ہے، اگر تم حج پر جانا چاہتے ہو تو نیابتی حج موجود ہے، وہ ہم تمہیں دے دیتے ہیں۔

ہم انکی زیارت کے محتاج ہیں

ہم خیال کرتے ہیں معصومین علیہم السلام ہماری زیارت کے محتاج ہیں۔ ایام اربعین میں عراقی شیعہ، عرب، کرد اور دوسرے قبائل مختلف اطراف سے کربلاء آتے ہیں

ماتمی دستہ جات سے کربلاء بھر جاتا ہے، ہم سال کے دوران کسی بھی دن ایسا اجتماع نہیں دیکھتے تھے، تمام آنے والے اپنے اشعار میں حضرت امام علی علیہ السلام کے خاندان سے اظہار محبت ومودت کرتے تھے، پورے عراق سے جو دستہ جات آتے ہیں ان دستوں کا ایک پیر ومرشد ہوتا ہے وہ سب اس کے پیچھے پیچھے چلتے تھے ہر شہر اور ہر گاؤں کا الگ ماتمی دستہ ہوتا ہے۔ وہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اے ہمارے امام!...... دیکھو ہمیں تمہاری ضرورت ہے، ہم تمہارے محتاج ہیں، تم ہمارے محتاج نہیں ہو۔

چنانچہ اللہ سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''ہم نے ان کے دلوں کو باندھ دیا جب انہوں نے قیام کر لیا اور کہا امنا''۔(سورۂ کہف آیت ۱۴)۔ اسی طرح سورۂ الحجرات آیت ۱۷ میں ارشاد ہوا ہے:

''اے رسول! ان سے کہہ دو تم اپنے اسلام لانے کا احسان مت جتاؤ، بلکہ اللہ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کیلئے ہدایت دے دی ہے''

ہمیں اللہ کا شکر بجالانا چاہئے کہ اس نے ہمیں ان حضرات کی مودت وولایت کی نعمت سے نوازا ہے۔

دیدار کی تڑپ

میرا نظریہ ہے کہ آئمہ اطہار علیہما السلام مشاہد مشرفہ سے جس کے مشہد کا طواف کرلیں تو گویا سب مشاہد کا طواف کرلیا ہے اور سب کی زیارت ہوگئی ہے اور زائر کیلئے ایسا عمل مفید ہے وہ سب زندہ ہیں اپنے رب کے پاس روزی لے رہے ہیں، ان کا قیاس

دوسروں سے نہیں کیا جاسکتا ہم ان میں سے ہر ایک سے توسل کرسکتے ہیں۔ سید الشہداء علیہ السلام کی زیارت میں تمام انبیاء علیہم السلام اور تمام معصومین علیہم السلام پر سلام بھیجا جاتا ہے۔ آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ اور محمد صلوات علیہ وآلہ وسلم وعلیہم پر سلام بھیجا جاتا ہے۔ اگر کوئی چاہتا ہے کہ ان کے دیدار کی تڑپ جو اس کے دل میں ہے اور ان ذوات مقدسہ سے ملاقات کی جو پیاس دل میں رکھتا ہے وہ مشاہدہ شرفہ کی زیارت کو ان سے ملاقات قرار دے دیں۔ اس زیارت سے حضرت امام مہدی (عج) کی زیارت بھی ہوجاتی ہے، وہ ہر جگہ حاضر وناظر ہیں۔ جس وقت بھی انسان ان میں سے کسی ایک کی جانب توجہ کرتا ہے تو گویا اس کی توجہ سب کی جانب ہوگئی ہے، اور اس نے سب کی زیارت اور ملاقات کر لی ہے۔ علاوہ ازیں حضرت امام العصر والزمان (عج) نے اسے بعض بیانات میں فرمایا ہے کہ تم اپنی اصلاح کرو، ہم خود تمہارے پاس آئیں گے، ضروری نہیں کہ تم ہمارے پیچھے آؤ۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس عمل سے کتاب خدا قرآن سے بھی توسل ہے یہ حضرات شریک قرآن ہیں بلکہ عین قرآن ہیں۔ اگرچہ اکثر مسلمانوں کا قرآن پر اعتقاد ہے لیکن اہل البیت علیہم السلام کی امامت کے قائل نہیں البتہ اس میں تعجب کا مقام نہیں کہ مسلمانوں کی اکثریت غلطی پر نہیں کیونکہ ہم یہ جانتے ہیں کہ دین کو قبول کرنے والوں کی اکثریت مسیحیوں کی ہے اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کی قرآن نعوذ باللہ باطل ہے۔ تو اکثریت برتری (یا حقانیت) کا معیار نہیں، قرآن سے توسل آرام وسکون دیتا ہے قرآن پر نظر کرنا عبادت ہے یہی تسلی و سکون اور آرام اس کیلئے بھی حاصل ہوتا ہے جو امام زمان (عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے شمائل کا مشاہدہ کرے۔

اہم آدابِ زیارت

زیارت کے آداب میں سب سے اہم یہ ہے کہ ہم یقین کریں کہ معصومین علیہم السلام کی حیات وممات میں فرق نہیں ہے۔

اذن دخول کی علامت

دُعا کیلئے یہ باتیں ضروری ہیں:۔

۱۔ حضرت حق تعالیٰ کی ثناء، تعظیم وتمجید کرنا

۲۔ گناہوں کا اقرار اور گذشتہ گناہوں پر ندامت

۳۔ محمد وآل محمد علیہم السلام پر صلوٰات بھیجنا۔

۴۔ بکاء وگریہ وزاری اور رونا اور اگر رونا نہ آئے تو رونے جیسا انداز اپنانا تو ایسی صورت میں دُعا کی قبولیت یقینی ہے اگر یہ سب کچھ حالت سجدہ میں ہوتو بہت ہی مناسب ہے۔اس حالت میں گریہ وزاری کرنا بہت ہی عمدہ ہے کہ انسان اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ عمل کی قبولیت یقینی ہوتی ہے۔نماز وتر کے بارے میں ہے کہ گریہ آجانا دُعا کی قبولیت کی نشانی ہے۔آئمہ اطہار علیہم السلام کے اذن دخول کے بارے میں آیا ہے کہ اگر گریہ آجائے تو یہ علامت ہے کہ خدا کی جانب سے اندر جانے کی اجازت مل گئی ہے۔اس کا مطلب ہے کہ یہ تکوینی ولایت ہے، خداوند اور غیب کے ساتھ ارتباط ہوجاتا ہے لیکن یہ ان کیلئے ہے جو ان باتوں کے بارے میں یقین رکھتے ہوں۔

۲۔ اُم داوٗد کے طولانی عمل کے اختتام پر مخصوص دُعا کے ساتھ سجدہ ہے اس سجدہ میں آنسو بہانے کی تاکید کی گئی ہے۔کوشش کرو کہ اشک تمہاری آنکھوں سے نکل آئیں، اگر اتنا

آنسو جو مکھی کے پر کے برابر ہو، اتنا اشک کا آنا ہی قبولیت کی نشانی ہے۔

خدا کا سلام

یا ابا عبداللہؑ آپ پر اللہ کا سلام ہو، اس کا مطلب کیا ہے زیارات میں اس قسم کی تعبیریں بہت زیادہ ہیں۔سلام، آل یسٰین، آل یٰسین پر سلام ہو تو اس عبارت کا محل اور مقام کیا ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے یہ اجازت دی گئی ہے کہ میں اللہ کا سلام اور اللہ کے فرشتوں کا سلام حضرت ابا عبداللہؑ تک پہنچاؤں۔میں یہ جانتا ہوں کہ خدا ان پر راضی ہے کہ میں اللہ کی طرف سے ابا عبداللہؑ پر سلام بھیجوں اور پھر ابا عبداللہؑ پر اللہ کے فرشتوں کا سلام پیش کروں۔اس کا مطلب یہی نہیں بلکہ اس عبارت سے زیادہ ظاہر بات یہ ہے کہ تحیت وسلام ہدیہ، تحفہ اور سلام بہ منزلہ مواهب اللہ ہے میں اسے اللہ تعالیٰ کے مقربین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

سوال: کیا سلام علیٰ آل یٰسین، آل یٰسین پر سلام پیش کرتا ہوں یا یہ آیا ہے السلام علیٰ آل اللہ، اللہ والوں پر سلام پیش کرتا ہوں۔

کیا اس کا معنی یہ ہے اللہ کے سلام کو، اللہ کے لطف ومحبت کو، اللہ کے مقرب کی خدمت میں پیش کرتا ہوں یہ بات کس طرح ہے؟ یہ اس حوالے سے ہے کہ مجھے یقین ہے کہ اللہ ان پر راضی ہے کہ میں اللہ کے مواہب وعطا یا اللہ کے مقرب کی خدمت میں پیش کردُوں۔

۱۔ السلام من اللہ علیک، امیر المومنین علیہ السلام کی زیارت میں ہے، اے امیر المومنینؑ اللہ کی جانب سے آپ پر سلام ہو۔ زیارت سید الشہداء علیہ السلام میں ہے:

السلام من اللّٰہ و السلام من ملائکۃ المقربین و انبیائہ المرسلین و عباد الصالحین و جمیع الشہداء و الصدیقین بر کاتہ... آیا ہے۔ اللہ کا سلام، اللہ کے سارے فرشتوں کا سلام، اللہ کے سارے نبیوں اور رسولوں کا سلام، آسمانوں اور زمینوں میں جتنے بندگان اللہ کی اطاعت کرنے والے ہیں ان کا سلام، سارے شہداء اور صدیقین کا سلام، ابو عبداللہ الحسین بن علی پر، اللہ کی رحمت اور برکات ان پر ہوں۔

جذب کی کیفیت

ایک نصرانی جوان کہتا ہے میں مسلمان حاجیوں کے ہمراہ ہو گیا میں نے ان کے ساتھ مل کر ان کی طرح حج کے اعمال کو بجالایا۔ سارے اعمال انجام دینے کے بعد میں ان کے ساتھ ہی بقیع میں آ گیا مجھے تعجب ہوا کہ بقیع میں سوائے اڑتی خاک اور ویران اور بے نشان قبروں کے کچھ نہ تھا لیکن میں وہاں اس قدر مجذوب ہوا کہ قریب تھا کہ میں مسلمان ہو جاؤں۔

یہ نصرانی جوان ہے قبور کی حالت دیکھی، اس میں جذب کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور وہ اسلام کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ ہم جو مسلمان ہیں کیا ہمیں ان ذوات مقدسہ میں جذب نہیں ہونا چاہئے جب ہم ان کے مشاہد پر حاضر ہوتے ہیں ان کی ویران قبروں پر جاتے ہیں ہم تو مسلمان ہیں ایسے افراد جو مشکلات اور مصائب میں مبتلا تھے وہ حرم میں جاتے ہیں جب وہ حضرات معصومین علیہم السلام کے مشاہد مشرفہ سے متوسل ہوتے ہیں اور اپنی حاجت بیان کرتے ہیں تو وہ عجائب کا مظاہرہ کرتے ہیں اگر کسی میں صلاحیت ہو اور اس کے پاس وقت

بھی ہو اور وہ ایسے تمام عجائب وغرائب جو ان مشاہد مشرفہ پر حاضری دینے والوں کیلئے خاص ہوتی ہیں ان کو اکٹھا کرے تو مشاہد مشرفہ سے ظاہر ہونے والی کرامات پر مشتمل ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے گی۔

ہر چار سال میں ایک مرتبہ زیارت کا حکم

مستحبات میں (روایات میں ایسا موجود ہے) ایسی تعبیرات (عبارتیں ہیں) جو اس امر کا اشارہ دیتی ہیں خاص کر ایسے امور کہ جن کے بارے ہم یہ سمجھتے ہوں کہ یہ کام جو کر رہا ہوں روایت میں آیا ہے کہ سید الشہداء علیہ السلام کی زیارت ہر چار سال میں ایک مرتبہ کی جائے ایسا کرنا واجب ہے وجوب کی یہ تعبیر اس عمل کے مطلوب و مراد ہونے کی شدت اور اہمیت کو بیان کر رہی ہے۔ آئمہ اہل البیت علیہم السلام کے بیانات سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ آپ چاہتے ہیں ایسے انداز سے لوگوں سے بات کریں کہ لوگ مستحبات کو بجالائیں کیا وجہ ہے علماء سَلَف صاحبان کرامت تھے لیکن ہم میں ایسا نہیں اس کا جواب دیا گیا کہ ان کے ہاں واجب اور مستحب کی تفریق نہ تھی۔ وہ جس طرح واجبات کو انجام دیتے تھے اسی طرح مستحبات کو بھی انجام دیتے تھے۔

امام حسینؑ کی زیارت کے بارے میں تاکید

کتاب ''کامل الزیارات'' میں موجود ہے ان روایات میں آیا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے بارے میں جو تاکید وارد ہوئی ہے اس میں ایسے جملے موجود ہیں جو زیارت کے وجوب پر دلالت کرتے ہیں ان میں سے ایک روایت امام صادق علیہ السلام سے ہے آپ نے ایک خاتون ام سعید سے فرمایا: امام حسین علیہ السلام کی زیارت کو

جایا کرو اس لئے کہ امام حسین علیہ السلام کی زیارت واجب ہے تمام مردوں اور عورتوں پر۔

اسی طرح امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ

''ہمارے چاہنے والوں کو حکم دو کہ وہ امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لئے جایا کریں کیونکہ ان کی زیارت پر آنے سے روزی میں اضافہ ہوتا ہے، عمر بڑھ جاتی ہے، برائیوں سے چھٹکارا ملتا ہے، تکالیف دفع اور دُور ہوتی ہیں۔ جو شخص امام حسین علیہ السلام کی امامت کا اقرار کرتا ہے اللہ کی جانب سے مومن پر حسین علیہ السلام کی زیارت فرض ہے۔

ان روایات میں امام حسین علیہ السلام کی زیارت کی تاکید وارد ہوئی ہے لیکن کچھ روایات میں امام حسین علیہ السلام کی زیارت کیلئے بار بار آنے پر زور دیا گیا ہے۔ ان میں سے ایک روایات امام صادق علیہ السلام سے ہے کہ حسین علیہ السلام کی قبر پر چار ہزار فرشتے طلوع فجر سے غروب آفتاب تک نماز وصلوات پڑھتے ہیں پھر آسمان کی طرف چلے جاتے ہیں پھر اسی طرح اگلے دن فرشتوں کا گروہ آتا ہے۔ مسلمان کیلئے یہ بات صحیح نہیں کہ وہ چار سال سے زیادہ عرصہ تک امام حسین علیہ السلام کی زیارت کو مؤخر کردے۔

۲۔ ملا محمد صالح برغانی (متوفی ۱۲۷۱ھ ق) سے یہ بات نقل ہوئی ہے کہ انہوں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ کیا وجہ ہے سابقہ علماء صاحب کرامت تھے اور اب نہیں ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح کا جوب دیا جو اوپر آیت ا......بہجت نے بیان کیا ہے۔

ایسا مستحب جو واجب کے مشابہ ہے

جس کے پاس قدرت ہے اسکی حیثیت وشان کے مطابق اس کے پاس مکہ جانے

کیلئے سواری اور راستہ کا خرچہ موجود ہو، اس کیلئے ایسا نہیں کہ سفر پر جانا قابل برداشت نہ ہو، گھر کے اخراجات جو عام لوگوں کی ضرورت ہوتے ہیں وہ بھی اس کے پاس موجود ہوں تو اس پر حج واجب ہے۔ اگر وہ ان شرائط کے ہوتے ہوئے حج پر نہیں جاتا تو اگلے سال اسے جانا چاہیے اگرچہ بغیر خرچ اور سواری کے ہی کیوں نہ ہو۔ اس پر حج واجب ہو چکا تھا وہ خود نہیں گیا اب اس پر ہے کہ وہ حج بجالائے جیسے بھی ہو۔ اگر کوئی شخص بغیر مشقت کے بغیر ذلت وخواری کے بغیر نا قابل برداشت بے احترامی کے حج پر نہیں جا سکتا تو اس پر حج واجب نہیں، ایسی مشکلات کا اسے سامنا ہو جو اس جیسے افراد کیلئے مناسب نہیں تو اس پر حج واجب نہیں البتہ مستحب ہے کہ جس طرح بھی ہو حج پر جائے اگرچہ حاجیوں کا خدمت گزار بن کر جائے۔ حج کے بارے میں ہم ایسا نہیں کہہ سکتے کہ اس میں مستحبات نہیں مگر یہ کہ درمیان حرام کے ارتکاب کا اندیشہ ہو تو پھر دوسری بات ہے۔ حدیث ہے کہ مومن کیلئے جائز نہیں کہ وہ اپنے آپ کو ذلیل وخوار کرے یہ غیر عبادات میں ہے لیکن حج جیسے عمل میں حج کی اہمیت اس سے بالاتر ہے۔ ذلت وخواری بھی برداشت کرنا پڑے تو اس کیلئے حج بجالانا مستحب ہے۔ یہ فقط حج کیلئے نہیں بلکہ ہر عمل جو حج کی مانند ہے یا حج سے بالاتر ہے جیسے حضرت امام حسین علیہ السلام اور باقی آئمہ علیہم السلام کی زیارت جب تک کوئی مانع نہ ہو تو ایسا کرنا واجب نہیں مستحب ہے لیکن امام حسین علیہ السلام کی زیارت میں اس قدر مطلوبیت ہے اور جس کا بدل نہیں قرار دیا جاسکتا اس پر واجب کا اطلاق ہوا ہے جیسے حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت ہر چار سال میں ایک مرتبہ واجب ہے۔

امام حسین علیہ السلام کے زائرین عرفات کے زائرین پر مقدم

حجاج سے مطلوب یہ ہے کہ وہ حرمین شریفین کی زیارت اور کربلا کی زیارت میں جمع کریں بحسب ظاہر کربلا کی زیارت حرمین شریفین کی زیارت سے ثواب کے لحاظ سے بالاتر ہے۔ کربلا میں محافظ کعبہ کی بات ہو رہی ہے کربلا کی جو شان ظاہر ہوئی ہے وہ کعبہ سے بلند تر ہے۔ روز عرفہ جو زائرین کربلا میں موجود ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ عرفہ کے دن پہلے کربلا میں آنے والے امام حسین علیہ السلام کے زائرین پر نظر رحمت فرماتا ہے پھر عرفات کے زائرین پر نظر کرم فرماتا ہے۔ عرفات ان تمام اوصاف کے ہوتے ہوئے کربلاء سے شان میں کم ہے کیونکہ امام حسین علیہ السلام نے کعبہ اور عرفات ایسا کام کیا ہے کہ گزرے ہوئے افراد نے کیا اور نہ ہی بعد میں کوئی کرے گا۔

۳۔ امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے اللہ تبارک و تعالیٰ روز عرفہ عرفات میں موجود زائرین سے تجلی (رحمت) سے پہلے امام حسین علیہ السلام کی قبر اطہر کی زیارت کرنے والوں پر نظر کرم فرماتا ہے ان کی حاجات پوری کرتا ہے ان کے گناہوں کو معاف کرتا ہے ان کے سوالات میں ان کی سفارش کو پورا کرتا ہے پھر اھل عرفات کی جانب نظر تجلی (رحمت) فرماتا ہے۔

نیمۂ شعبان کی زیارت

جی ہاں!...... سختی اور مشقت جو قابل برداشت نہ ہوں وجوب کے منتفی ہونے کا سبب بنتے ہیں لیکن مستحب عبادات میں مشقت اور تکلیف کا برداشت کرنا تو اس میں کوئی اشکال نہ ہے یعنی معلوم نہیں ہے کہ ان کی مظلومیت کے اصل ہونے میں کوئی اشکال ہو بلکہ

ہم اس جگہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ بعض ایسے افراد موجود ہیں جو سید الشہداء علیہ السلام کی زیارت کیلئے یا حج پر جانے کے خواہش مند ہیں اور اس کے لئے رقم موجود نہ بھی ہو، وہ پھر بھی جانے کی آرزو رکھتے ہیں۔

روایت میں ہے اگر لوگوں کو پتہ چل جائے کہ نیمہ شعبان میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کا کتنا ثواب ہے، بڑے عظیم لوگوں کے پاس اگر سواری نہ بھی ہوتی تو لکڑیوں پر بیٹھ کر بھی زیارت کیلئے پہنچ جاتے۔

۴۔ حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے اے یونس نیمہ شعبان کی زیارت میں آنے والے ہر زائر حسینی مومن سے کہہ دو کہ اللہ ان کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے جو گناہ وہ پہلے کر چکا اور بعد والے گناہوں کیلئے وسیلہ فراہم کر دیتا ہے کہ وہ بھی معاف ہو جائیں ان زائرین سے کہا جاتا ہے اب نئے سرے سے عمل شروع کرو۔

یونس سوال کرتا ہے یہ اب نیمہ شعبان میں امام حسین علیہ السلام کی زیارت کرے گا؟ فرمایا: اگر میں لوگوں کو بتا دوں کہ اس رات زائر امام حسین علیہ السلام کیلئے کتنا ثواب ہے تو بزرگ مرد، بڑے لوگ سواری کے بغیر لکڑی پر بیٹھ کر بھی زیارت کیلئے پہنچ جاتے۔

۵۔ حضرت امام سجاد علیہ السلام اور امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے:

''جو شخص یہ بات پسند کرتا ہے کہ اس کے ساتھ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی مصافحہ کریں تو اسے چاہیے کہ وہ نیمہ شعبان کی رات کو قبر امام حسین علیہ السلام کی زیارت کرے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی ارواح امام حسین علیہ السلام کی زیارت کیلئے آنے کی اجازت طلب کرتے ہیں تو ان کے لئے اجازت دے دی جاتی ہے ان میں پانچ اولوالعزم رسول

(نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ، محمدؐ شامل ہیں)۔

ہم نہیں جانتے کہ وہ کوئی راز ہے جو اس کے گھر میں موجود ہے۔

کیا ایسا نہیں کہ سید الشہداء علیہ السلام کی زیارت کا ثواب ہمارے ادراک سے ماوراء ہے؟ کیا ہم جانتے ہیں کہ ایسا کس لئے ہے؟! ہم جانتے ہیں کہ نیمہ شعبان کی شب میں زیارت کا ثواب اور شب عاشوراء میں زیارت کا ثواب اور اسی طرح سے اور ایام میں زیارت کرنے کیلئے جو ثواب بیان ہوئے ہیں یہ سب کچھ کیا ہے؟ کیا ہم اس کا معنیٰ سمجھ سکتے ہیں کہ جس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کی تو اس نے عرش پر اللہ سے ملاقات کی۔ یا زیارت عاشوراء کے بارے جو بیان ہوا ہے کہ ایسا شخص قیامت کے دن خون آلود جسم کے ساتھ حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب کے ہمراہ محشور ہوگا۔

سید ابن طاوؤس نے اس حوالے سے نقل کیا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے خون سے اس کا جسم آلودہ ہوگا۔ امام حسین علیہ السلام کا خون اس کے جسم پر ہوگا۔ ہم اس جگہ کیا بیان کریں؟ اور کیا کہیں؟ سوال یہ ہے کہ کیا ہم ان سب باتوں کو سمجھ سکتے ہیں؟ کیا ہمیں ان باتوں کا ادراک ہے؟ وہ کونسی چیز رہتی ہے جو ہمارے پاس ذخیرہ شدہ نہیں۔ جو حضرت حسین علیہ السلام پر گریہ کرتا ہے اس کا کتنا ثواب ہے؟ ہم اس کیلئے کوئی حدود بیان نہیں کر سکتے جو اس سے بالاتر ہو اس کی کوئی حدود نہیں۔

روایت میں ہے کہ جیسے ہی آنکھ سے اشک نکل آئے سمجھ لو اسے امام حسین علیہ السلام کے حرم میں داخل ہونے کی اجازت مل گئی۔

المختصر اس اشک کا امام حسین علیہ السلام سے واسطہ اور تعلق ہے کہ اگر تھوڑا سا آنسو نکل آئے تو حرم میں جانے کی اجازت مل گئی۔

۲۔ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

''جس شخص نے امام حسین علیہ السلام کی قبر کی زیارت کی اس شرط کے ساتھ کہ وہ حسین علیہ السلام کے حق کا عارف ہو تو ایسا ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی اللہ کے عرش پر زیارت کی۔

۳۔ جو شخص شب عاشورا حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر پر گزارے تو وہ قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ وہ خون میں اس طرح لت پت ہوگا کہ وہ کربلا میں امام حسین علیہ السلام کے اصحاب کے ہمراہ مارا گیا ہو۔

۴۔ وہ شخص جس نے شب عاشورا امام حسین علیہ السلام کی قبر کے پاس گزاری اور صبح تک وہاں پر موجود رہا ہو تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن اس کیفیت میں محشور کرے گا کہ اس کے جسم پر امام حسین علیہ السلام کا خون لگا لیکن وہ اپنے خون سے نہیں بلکہ امام حسین علیہ السلام کے خون سے اس طرح ہوگا۔

حضرت امام حسینؑ کی زیارت کیلئے حضرت موسیٰؑ کی آمد

ایک شخص بیان کرتا ہے کہ شب نیمہ شعبان تھی یا کوئی اور شب تھی میں سید الشہداء علیہ السلام کی زیارت کے ارادے سے گیا۔ میں نے غسل زیارت کیا اور زیارت سے پہلے میں نے ایک سفید پوش شخص کو دیکھا اس نے مجھ سے کہا تم یہاں سے واپس لوٹ جاؤ میں واپس آ گیا، تھوڑا آرام کیا شام کی نماز پڑھی، دوبارہ غسل کیا پھر زیارت کے لئے روانہ ہوا، جب حرم کے قریب پہنچا تو پھر وہی سفید پوش شخص سامنے آ گیا اور مجھ سے کہا تم واپس لوٹ جاؤ، میں پھر واپس چلا گیا۔ کافی رات ہو چکی تھی میں نے ایک بار پھر فرات سے زیارت

کے لئے غسل کیا اور زیارت کیلئے روانہ ہو گیا، پھر وہی سفید پوش سامنے آ گیا اور کہا کہ تم ابھی واپس لوٹ جاؤ۔ میں نے سوال کیا میں فرزند رسول اللہؐ کی زیارت کے لئے کیوں نہ جاؤں؟ کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ صبح ہو جائے اور مسلح افراد مجھے اور دوسرے زائرین کو اذیت دیں سفید پوش شخص نے جو عرب تھا، اس نے جواب دیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے اجازت لے کر چار ہزار فرشتوں کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام کی زیارت پر آئے ہوئے ہیں۔ تم ابھی واپس چلے جاؤ جب صبح ہو جائے تو آ جانا۔ میں نے اسی طرح کیا، جب اذان ہو گئی تو میں صبح کی اذان کے بعد زیارت کیلئے آیا تو مجھے زیارت کیلئے کسی نے نہ روکا۔

۱۔ حسین بن ابی حمزہ سے روایت ہے کہ میں بنی اُمیہ کے آخری دور میں زیارت امام حسین علیہ السلام کیلئے کربلا پہنچا، میں نے غسل کیا اور قبر اطہر کی جانب چل دیا، جب قریب پہنچا تو حائر کے دروازہ پر ایک آدمی میری طرف آیا وہ بہت خوبصورت چہرے والا تھا اس نے سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے اس نے مجھ سے کہا کہ تم ابھی واپس لوٹ جاؤ کیونکہ تم قبر تک نہ پہنچ سکو گے۔ میں فرات کے کنارے چلا گیا وہاں پر کچھ دیر آرام کیا، آدھی رات ہو گئی، میں نے غسل کیا اور پھر قبر اطہر کی جانب روانہ ہوا جب حائر کے دروازہ پر پہنچا تو پھر وہی بزرگ سامنے آ گیا اور کہا کہ اے شخص یہاں سے واپس لوٹ جاؤ تم قبر تک نہیں جا سکتے۔ میں واپس ہو گیا۔ جب رات کا آخری پہر ہو گیا تو میں نے پھر غسل کیا اور قبر مطہر کی جانب آ گیا جب حائر کے دروازہ پر پہنچا تو پھر وہی آدمی آ گیا اور کہا کہ تم واپس ہو جاؤ تم قبر پر نہیں جا سکتے۔ میں نے سوال کیا کہ مجھے بتاؤ کہ میں فرزند رسولؐ کی قبر پر کیوں نہیں جا سکتا، میں سید شباب اہل الجنۃ کی زیارت کیوں نہیں کر سکتا؟ میں کوفہ سے پیدل چل کر آیا ہوں اور آج شب جمعہ ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ اگر یہاں پر صبح ہو جائے اور حکومت

کے مسلح افراد نے مجھے دیکھ لیا تو وہ مجھے قتل کر دیں گے۔ اس نے پھر کہا تم چلے جاؤ اس وقت تم قبر تک نہیں جا سکتے۔ میں نے پھر کہا آخر کیوں؟ تو اس نے کہا کہ حضرت موسیٰ بن عمران نے اپنے رب سے اجازت مانگی ہے کہ وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت پر آئیں، انہیں اجازت مل گئی وہ چار ہزار فرشتوں کے ہمراہ آئے ہوئے ہیں۔ جب وہ آسمان کی طرف چلے جائیں اور طلوع فجر ہو جائے تو آ جاؤ۔ میں اس کے بعد دریائے فرات کے کنارے چلا گیا۔ جب طلوع فجر ہو گیا تو میں نے غسل کیا اور قبر پر آ گیا میں نے آ کر دیکھا کہ وہاں پر کوئی بھی زائر موجود نہ تھا۔ میں نے قبر اطہر کے پاس نماز پڑھی، پورا دن وہیں گزارا پھر میں نماز جمعہ کے بعد واپس کوفہ لوٹ گیا۔

جب تک میرے اوپر سب کچھ حلال نہ کرو، زیارت پر نہ جاؤں گا

ایک محفل میں لوگوں کی موجودگی میں ایک بزرگ عالم دین سے یہ بات نقل کی گئی علماء کرام سے فلاں عالم نے یہ کہا ہے کہ (اس زمانہ کے) ....نجس نہیں ہے اس عالم نے جواب میں کہا کہ اس نے غلط کہا ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ جب وہ عالم کربلا وارد ہوتے ہیں وہ اپنی سواری سے نیچے نہ اُترے، سیدھا اس عالم کے گھر پر جاتے ہیں وہ اپنی سواری پر بیٹھے ہوئے تھے اور ان سے جا کر کہا کہ میں نے آپ کے بارے میں لوگوں کی موجودگی میں لوگوں کے ایمان کی حفاظت کے لئے یہ جملہ آپ کے متعلق کہا تا کہ عوام کا عقیدہ خراب نہ ہو جائے کہ اگر اجازت دیتے ہو اور مجھے معاف کرتے ہو، مجھ سے راضی ہوتے ہو تو میں سید الشہداءعلیہ السلام کی زیارت کیلئے جاؤں، اگر اجازت نہ دیں تو میں ایسی جگہ سے واپس ہو جاؤں گا۔ میرا مقصد آپ کی مخالفت نہ تھا اور آپ کی اہانت بھی مقصود نہ تھی۔ میرا مقصد

مذھب کی تقویت اور ان کے اعتقاد کو محفوظ رکھنا تھا کوئی اور آ جائے گا اور اس سے واضح حکم کو بھی تم سے چھین لے گا وہ انہیں اجازت دیتے ہیں۔

میرزا آقا جواد آقا ملکی تبریزی کی وصیت

مرحوم آقا میرزا جواد ملکی تبریزی سے یہ بات نقل ہوئی ہے کہ تم نے فرمایا: کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ آپ نے اپنی عبودیت اور بندگی کی صداقت اور سچائی کے بارے میں امتحان لیا ہو تا کہ تمہیں کو معلوم ہو جائے کہ تم اللہ کے عبد ہو یا نہیں ہو۔ ذرا سوچئے!...... اگر آپ نے اپنی بیوی اور اولاد کو کربلا کی زیارت کیلئے آمادہ کیا ہو اور وہ سفر پر جانے والے ہوں بہت زیادہ خرچہ آیا ہو اور کافی تکالیف بھی اُٹھائی ہوں لیکن آپ کے سفر میں نامحرم لڑکیاں موجود ہیں تمہیں ان کو دیکھنا پڑے گا تا کہ ایسا کرنے کے بعد ہی آپ کو سرحد سے گزرنے دیں گے اور آپ کے پاسپورٹ پر خروج کی مہر لگانے کے مراحل سے گزرنا پڑے گا اس صورت میں خود کو کیسا پاؤ گے تو انہوں نے فرمایا: اگر تو تم اس حرام سے بچنے کیلئے زیارت کو چھوڑ دیتے ہو تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ آپ کا عمل اللہ کیلئے ہے، اللہ کے حکم کی پیروی میں آپ ایسا کر رہے ہیں۔

امام حسینؑ کی قبر کے پاس سے مراد

عند قبر الحسین علیہ السلام کی تعبیر روایات میں بہت زیادہ آئی ہیں۔ قبر حسین علیہ السلام کے نزدیک جانے کے بارے میں بہت زیادہ ثواب بیان ہوا ہے۔ حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جو شخص قبر الحسین علیہ السلام کے پاس رات گزارے گا وہ خون آلود جسم کے ساتھ قیامت کے دن اللہ سے ملاقات کرے گا۔

ایک روایت میں ہے چار ہزار فرشتے عند قبر الحسین علیہ السلام موجود ہیں، وہ گرد آلود ہیں، خاک بَرسر ہیں، وہ قیامت تک آپؑ پر گریا کنان رہیں گے، ان کا سربراہ منصور فرشتہ ہے، کوئی بھی زائر سید الشھداء علیہ السلام کی زیارت کے لئے نہیں آتا مگر یہ کہ وہ فرشتے اس کا استقبال کرتے ہیں، جب زائر واپس جاتا ہے تو وہ اسے وداع کرتے ہیں، جب وہ زائر مریض ہو جائے تو وہ اس کی عیادت کرتے ہیں، جب وہ مرجائے تو وہ اس کا جنازہ پڑھتے ہیں، اس کی موت کے بعد اس کے لئے استغفار کرتے ہیں، اسے واپس گھر تک چھوڑنے بھی جاتے ہیں۔ (اسی وجہ سے آیت ا......بہجت نے عند قبر الحسین علیہ السلام کے عنوان کی وضاحت کی ہے کہ جب رش نہ ہو کسی قسم کی رکاوٹ نہ ہو تو ضریح کے قریب ہی عند قبر الحسین علیہ السلام ہے، اس کے بعد صحن ہے، پھر صحن کے اطراف ہیں، اسی طرح سے یہ سلسلہ ہے، بہت زیادہ رش کی وجہ سے کربلا پہنچ کر ہر وہ جگہ جہاں تک زائر آ سکتا ہے وہی جگہ اس زائر کے لئے عند قبر الحسین علیہ السلام ہے۔ (کربلاء میں موجودگی کے بعد جس جگہ زائر کے لئے امکان ہو وہ امام حسین علیہ السلام کے قریب تر ہے۔)

قبر حسینؑ کے پاس ہونے کا معنی

روایات میں آیا ہے عند قبر الحسین علیہ السلام اس کا معنی معلوم ہے جو زمین کربلاء کی ہے اس کی وسعت معلوم ہے کہ کونسی جگہ عند قبر الحسین علیہ السلام ہے۔ جیسے ہی کوئی شخص حسین علیہ السلام کی قبر کے قریب ہونے کا قصد کرتا ہو تو ہی جگہ اس کے لئے عند قبر الحسین علیہ السلام ہے جہاں وہ موجود ہے۔ جیسا کہ مجھے یاد پڑتا ہے اربعین کی زیارت کے موقع پر کربلا میں انتنارش ہوتا ہے کہ کربلا میں گیراج جہاں بسیں رکتی تھیں وہاں پر میں اُتر جاتا تھا

۔صحن سید الشہداء علیہ السلام کے قبلہ کی جانب گیراج تھا، تو اس کا رخ قبر امام حسین علیہ السلام کی جانب ہوتا تھا، گیراج سے صحن تک اتنا رش ہوتا تھا کہ آگے جانے کا راستہ نہ تھا۔ ابھی بھی راستے کھول دیئے جائیں تو خدا ہی جانتا ہے کہ اتنی دقت ہوگی جس کا تصور نہیں کیا جا سکتا، اس فاصلہ پر اتنا اژدھام ہوگا کہ کوئی آگے نہ بڑھ سکے گا تو اس رش میں آنے والے سب کیلئے عندقبر الحسین علیہ السلام کا عنوان صادق ہے۔ انسان ایسا تصور کر سکتا ہے کہ وہ عند قبر الحسین علیہ السلام ہے اس جگہ کے حوالے سے جہاں تک وہ پہنچ چکا ہوتا ہے اسی طرح عندقبر الحسین علیہ السلام وہی چار فرسخ ضرب چار فرسخ ہیں، مثال کے طور پر اگر وہ چند فرسخ سے باہر ہے تو پھر اس کا رُخ امام حسین علیہ السلام کی جانب ہے تو اس کا آغاز ہی عندقبر الحسین علیہ السلام ہے۔

قابلِ توجہ امر......!

جب سے صدام ملعون کا خاتمہ ہوا تو اربعین کی زیارت پر ہر سال تعداد بڑھ رہی ہے۔ کربلاء چھوٹا سا شہر ہے اس میں اربعین کے موقع پر لاکھوں زائرین آتے ہیں، زائرین کو کربلاء سے میلوں فاصلہ پر بسوں سے اُتار دیتے ہیں، لاکھوں کی تعداد میں زائرین پیدل آرہے ہوتے ہیں، صحن تک پہنچنا تو اپنی جگہ پر چار فرسخ کے دائرے میں پہنچنا بھی مشکل ہو جاتا ہے تو ایسی صورت میں جہاں تک پہنچ سکے رُخ حسین علیہ السلام کی جانب ہے وہی جگہ اس زائر کیلئے عندقبر الحسین علیہ السلام ہے۔

روایات میں جو ثواب عندقبر الحسین علیہ السلام کا ہے وہ اس کے لئے ہے۔ مراجع تقلید نے فتویٰ دیا ہے کہ لاکھوں کی تعداد میں زائرین اربعین کی زیارت کیلئے پیدل آتے

ہیں جیسے ہی کربلاء کی سرزمین پر پہنچ جائیں ان کی زیارت اربعین ہو جاتی ہے۔ ۲۰ صفر المظفر کے دن کی ضرورت نہیں رہتی جو بات آیت ا......بہجت نے کی ہے تو یہ اس دور کی بات ہے جب فقط عراقی اربعین کی زیارت کیلئے آتے تھے، حکومت اغیار کی تھی؛ اب حالات بدل چکے ہیں تو اس وقت عندقبر الحسین علیہ السلام کا مصداق ہر وہ جگہ ہے جہاں تک زائر پہنچ سکے۔ میں اس وقت نجف اشرف میں موجود ہوں، حضرت امام علی علیہ السلام کے صحن میں داخل ہونا ممکن نہیں، لاکھوں افراد کربلا جا رہے ہیں، رش ہے، سب نجف اشرف سے کربلا معلیٰ جا رہے ہیں میرا ارادہ بھی ہے خدا توفیق دے۔ (مترجم)

حائر حسینیؑ

حائر کا حقیقت میں معنی ہے ایسی گہری جگہ جہاں پانی اکٹھا ہو جائے یعنی گڑھا، تالاب، حائر کو ایک وسیع و عریض تالاب کے مانند لے لیں کہ پانی اس سے باہر نہیں جاتا، اِدھر اُدھر پانی سرایت نہیں کرتا بلکہ اس جگہ ہی زمین میں چلا جاتا ہے، پانی اس دائرہ سے باہر نہیں آتا یہ مطلب متوکل ملعون کے زمانہ میں معلوم ہوا کہ اس نے امام حسین علیہ السلام کی قبر کی جانب پانی روانہ کیا۔ روایت میں آیا ہے کہ قبر تک پانی پہنچتا تھا، بہرحال حائر گہری جگہ ہے، تالاب سمجھ لیں جس زمانہ میں ہم کربلا میں تھے صحن قبر کی نسبت ڈھلوان میں ہے، حرم بہت ہی نیچے ہے، آپ ٹلہ زینبیہ ؑ کو دیکھیں کہ وہ کتنا بلند ہے شاید کعبہ اور مکہ بھی اسی طرح ہے، صحن بہت نیچے ہے اور حرم امام صحن سے بھی نیچے ہے ایسے افراد ہمارے زمانہ میں موجود تھے جنہوں نے بیان کیا ہے کہ ہم تہہ خانہ میں گئے اور قبر اطہر کو دُور سے دیکھا، ان میں سے ایک نے بتایا کہ قبر مطہر ایک کمرہ میں تھی ایک چھوٹا کمرہ تھا جب انسان اندر جاتا تو

اس کا سر چھت سے ٹکراتا تھا۔ اس کمرہ کی چھت وہی جگہ ضریح ہے کمرہ کی چھت ضریح سے متصل ہے، ضریح اس طرح کے ایک کمرہ کے اوپر رکھی گئی ہے۔ اس آدمی نے ہم سے اس طرح بیان کیا وہ بوڑھا آدمی تھا وہی شخص حضرت حمزہ اور دیگر قبور کی توصیف و مشخصات کو بھی بیان کرتا تھا اس وقت یہ واضح اور آشکار ہمارے لئے ہے کہ اس وقت کربلا میں جو حضرت کا مدفن ہے وہ کس قدر آپ کی قتل گاہ سے نیچے ہے انسان قتل گاہ میں جانے کیلئے کتنی سیڑھیاں نیچے جائے تب وہاں تک پہنچتا ہے۔ یہ قتل گاہ حضرت سید الشہداء علیہ السلام کی شہادت کا مقام ہے اس جگہ پر بھی ایک نشانی رکھی ہوئی ہے کہ جو بھی تھا وہ اس کے نیچے ہی تھا۔

کہتے ہیں حضرت مدفن والی جگہ پر اپنے گھوڑے سے اُترتے ہیں (یا آپ کو اُتارا گیا تھا) جب آپؑ نے دیکھا کہ دشمن ان کے حرم کی طرف جا رہے ہیں تو آپؑ نے خود کو اس حالت میں وہاں سے باہر نکالا اور مدفن سے خیمہ گاہ کی جانب تشریف لائے جو آپ کی قتل گاہ ہے یہاں پر بہت ہی مشکل سے آئے اور یہاں آکر آواز دی: او ابوسفیان کے شیعو!......اگر تم میں دین نہیں تو اپنی دُنیا میں تو آزاد مرد بنو!......اگر تم عرب ہو جیسا کہ تمہارا خیال ہے شمر ملعون نے آواز دے کر پوچھا تھا کہ یا ابن فاطمہؑ تم کیا چاہتے ہو؟ کیا کہہ رہے ہو تو آپؑ نے فرمایا تھا کہ میں تم سے یہ کہہ رہا ہوں کہ میں تم سے جنگ کر رہا ہوں تم مجھ سے جنگ کر رہے ہو، خواتین کا اس میں کوئی قصور نہیں ہے اپنے سرکشوں، بدمعاشوں، کمینوں اور جاہلوں کو روکو میرے حرم کے متعرض نہ ہو، تم لوگ ان کی طرف نہ جاؤ۔

اس جگہ پر آپ کا مقتل ہے، قتل گاہ ہے جہاں آپ کو شہید کیا گیا۔ مدفن والی جگہ آپ کی زین ذوالجناح سے زمین پر گرنے کی جگہ ہے اس کے بعد جب آپ کو دفن کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو مدفن کی جگہ پر لے آئے، اسی جگہ آپ کو دفن کیا گیا۔ مقصد یہ بتانا ہے کہ تلہ زینبیہ اور قتل

گاہ میں کافی فرق ہے۔ تلہ زینبیہ بہت بلندی پر ہے یہ جگہ بہت ہی نیچے ہے اسی طرح قتل گاہ پھر مدفن اور صحن کے درمیان بہت فرق ہے اور پھر صحن کے اطراف میں فرق ہے۔ ہمارے زمانے میں یہ پوری طرح معلوم ہوتا تھا کہ تلہ زینبیہ حضرت سید الشہداء علیہ السلام کے صحن سے بلند اونچائی پر تھا (نتیجہ: اس گفتگو سے معلوم ہوا کہ صحن اور پھر قبر کی جگہ، قتل گاہ یہ جگہ ایک بہت بڑے تالاب کی مانند تھا اطراف اونچی تھیں جیسے بارش کا پانی ایک گڑھے میں اکٹھا ہوتا ہے۔ صحن کے اطراف بلند تھے، متوکل کے زمانہ میں جب پانی چھوڑا گیا تو صحن والی جگہ ڈھلوان مانند تھی پانی آسانی سے آ گیا لیکن قبر اور قتل گاہ کے گرد دائرہ کی مانند بن گیا اور پانی قبر و قتل گاہ میں داخل نہ ہوا، یہ پانی زمین میں ہی چلا گیا۔ اطراف بلند تھیں پانی باہر نہیں جا سکتا تھا اسی لئے اس جگہ کو حائر کہتے ہیں)۔

استخارہ الہام کے مشابہ

ایک استخارہ ہے جسے سید الشہداء علیہ السلام کے بالائے سر بیٹھ کر کیا جاتا ہے کہ ایک سو مرتبہ یہ جملہ پڑھے:

"استخير الله برحمته خيرة في عافية"

"اللہ کی رحمت کے واسطہ سے میں اللہ سے طلب خیر چاہتا ہوں کہ یہ کام خیر عافیت کے ہمراہ ہو۔"

اس کے بعد دل میں جو بات کی جائے اس پر عمل کرے جو بھی دل میں آجائے اس کی کوئی شرط وقید نہیں یہ استخارہ بہت ہی عجب ہے ایسے ہی جیسے الہام ہو۔

۱۔ امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ کوئی بندہ کسی بھی امر کے بارے

میں جب اللہ سے خیر طلب کرے تو سو مرتبہ استخیر اللہ برحمتہ خیرۃ فی عافیۃ طلب خیر کرے۔ استخیر اللہ برحمتہ خیرۃ فی عافیۃ۔ حسین علیہ السلام کے سر مبارک کے قریب کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر وہ اللہ کی حمد بجالائے۔ اللہ کی تسبیح (سبحان اللہ) کرے۔ اللہ کی تمجید کرے، ثناء بجالائے، اسی طرح کے جس کا اللہ لائق ہے۔ جو ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ دوامر سے جو اس کے لئے زیادہ بہتر ہے وہ اس کے دل میں ڈال دے گا ایسے امر میں اللہ اسے قرار دے گا جو اس کے لئے بہترین ہے۔

خیمہ گاہ کی صفائی

وہ جگہیں جو بہت ہی معتبر ہیں ان میں معنویت ہے ان جگہوں پر روحانیت ہے، شفافیت ہے ان میں ایک جگہ سید الشہداءعلیہ السلام کی خیمہ گاہ ہے۔ پرانے دور میں خیمہ گاہ کے اطراف میں ایک عمارت تھی جس میں بہت زیادہ روحانیت ومعنویت دیکھی جاتی تھی۔ (اب خیمہ گاہ ایک بڑی عمارت کی صورت میں بنادی گئی ہے۔)

کعبہ اور کربلاء کی بات

ظاہر امر یہ ہے کہ مشاہد، مزارات اور مساجد میں فرق نہیں ہے، تقدس اور احترام کے حوالے سے۔ بعض مساجد بعض دوسری مساجد سے افضل ہیں۔ ہم مطلقاً اس کا حکم تو نہیں دے سکتے، کربلا اور کعبہ کی بات ہے تو کربلاء کیلئے بلند شان اور مرتبہ ظاہر ہوا ہے مکہ کی سرزمین کو خطاب ہوا تم آرام پکڑو، ہم نے ایک ایسی جگہ دیکھ لی ہے جو افضل ہے۔ ٹھیک ہے نا!......

۲۔ حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کعبہ کی زمین نے کہا مجھ جیسا کون

ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنا گھر اس جگہ پر بنایا، لوگ ہر جانب سے میری طرف دوڑے چلے آتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے مجھے حرم امن قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کعبہ کی زمین کو وحی کر کے فرمایا: آرام سے رہو اور چپ ہو جاؤ مجھے اپنی عزت وجلالت کی قسم! جو فضیلت تجھے دی گئی ہے اس نسبت وفضلیت سے جو کربلاء کو دی گئی ہے ایسے ہے کہ سوئی کو سمندر میں ڈبو دیا جائے اور اسے باہر نکالا جائے تو جس قدر پانی کی تری اس پر ہے اتنی فضیلت تیرے لئے ہے اگر خاک کربلاء زمین کربلاء نہ ہوتی تو تجھے میں کوئی فضیلت نہ دیتا، جو مقام زمین کربلاء نے اپنے اوپر لے رکھا ہے اگر وہ نہ ہوتا تو میں تجھے اور اس گھر کو بھی نہ بناتا جس پر تو فخر کر رہی ہے۔ بس آرام سے رہو البتہ یہ فضیلت اور برتری ایک معنوی اَمر ہے۔

ہم یہ بات قبول نہیں کرتے کہ مشاھد اور مساجد میں فرق ہے اسی طرح مسجد کی افضلیت ہر جگہ ہے تو یہ بھی قبول نہیں ہے ہمارے لئے معلوم نہیں یہ ساری باتیں ان کے لئے ہیں جنہوں نے مقام ولایت کو نہیں پہچانا۔ ایسا بیان ہوا ہے کہ بحرین سے کچھ افراد نے بعض ممالک اسلامی کے علماء کے پاس لکھ کر یہ سوال کیا کہ کیا حسینیہ بنانا جائز ہے۔ کیا حسین علیہ السلام کے لئے خاص عمارت یا جگہ بنائی جائے تو جواب آیا جس شخص نے حسین علیہ السلام کیلئے گھر بنایا تو گویا اس نے اپنے لئے جنت میں گھر بنایا۔ ایک اور نے جواب لکھا جس کے بارے معلوم ہے کہ وہ کون ہے کہ جس نے حسین علیہ السلام کے نام پر گھر بنایا اس کے لئے کوئی جگہ مخصوص کی تو اس نے اپنے لئے جہنم میں جگہ بنائی ہر ایک کی طینیت مختلف ہے ہر ایک نے اسی حوالہ سے جواب دیا۔

سنگ نشانی

تربت کربلا کی تعظیم اوراس پر سجدہ، یہ سجدہ اس تربت کے لئے سجدہ نہیں ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضریح کی تعظیم کرنا اسے قبلہ قرار دینا نہیں اسی طرح آئمہ اطہارعلیہم السلام کے مزارروں کی تعظیم ان کوقبلہ قرار دینا نہیں ان کی تعظیم کعبہ کی مانند ہے ان کی طرف رُخ کیا ہے نہ کہ ان کے لئے رُخ کیا ہے۔آج کل بعض لوگوں نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسم کی قبرمبارک کے اطراف کومیخیں لگا کر چارکونوں سے بند کر دیا ہے تا کہ کوئی قبرکوہاتھ نہ لگائے۔حتیٰ کہ قبرکو ہاتھ لگانا شرک نہیں ہے۔

ضریح کا بوسہ لینا

اہل البیت علیہم السلام کی شان کے بارے میں مسلمانوں میں انتہاء درجہ کا اختلاف ہے۔قرآن کے متعلق بھی اسی طرح ہے کچھ تو اس قدر کمزور اور ضعیف عقیدہ کے ہیں کہ وہ ضریح کے بوسہ لینے پر اعتراض کرتے ہیں اوراس میں انہیں شرک لگتا ہے۔ایک آدمی نے مرحوم شیخ انصاری کو جب دیکھا کہ آپ نے ضریح کا بوسہ لیا تو وہ شخص آپ سے کہنے لگا آقا جان! آپ بھی بوسہ لے رہے ہیں؟......اس کے برعکس بھی ہے ایک مجتہد سے یہ کہا گیا تھا آقا آپ کا عمل لوگوں کیلئے حجت بنتا ہے، جب آپ حرم میں جاتے ہیں تو حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام کے دروازہ کا بوسہ لے لیا کروتا کہ لوگ بوسہ لینے کو شرک خیال نہ کریں۔آپ نے جواب دیا میں حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام کی چوکھٹ کا بوسہ لیتا ہوں کہ اس جگہ پر زائرین کے پاؤں کی خاک وگرد لگی ہوتی ہے۔حضرت سیدالشہداءعلیہ السلام کی زیارات سے ایک میں یہ آیا ہے کہ پھرتم چاراطراف میں ضریح کا

بوسہ لو،ضریح کا بوسہ لینا زیارات میں وارد ہوا ہے، یہ شرک نہیں ہے عبادت ہے۔

حوزہ نجف اور زیارات کے ایام

حوزہ علمیہ نجف کی سالانہ تعطیلات کے دوران سیدالشہداءعلیہ السلام کی مخصوص زیارتوں کے ایام ہوتے ہیں، آپ کے لئے سال بھر میں سات مخصوص زیارتیں ہیں بعض میں ایک دن، بعض میں دودن اور بعض میں چاردن کی چھٹیاں کی جاتی تھیں، اس کے علاوہ ایام فاطمیہ سلام اللہ علیہا اول اور دوم میں تین تین دن کے لئے تعطیلات ہوتی ہیں۔ماہ مبارک رمضان، اوراول محرم سے پندرہ محرم تک تعطیل ہوتی تھی البتہ یہ تعطیل کے پروگرام عمومی دروس کے لئے ہوتے تھے۔خصوصی دروس اکثر جاری رہتے تھے۔

زیارت کیلئے تعطیل

یہ بات نقل کی گئی ہے کہ سابقہ دور میں جمعرات کوتعطیل نہیں ہوتی تھی فقط جمعہ کو تعطیل ہوتی تھی لیکن محقق پہلے مدرس تھے جنہوں نے جمعرات کی تعطیل کرنا شروع کی تا کہ طلباء زیارت کیلئے کربلاء جاسکیں اس زمانہ سے مروّج ہوگیا کی جمعرات کو بھی تعطیل ہوتی تھی اوراب تک ایسا ہی ہے۔اس دور میں سفری سہولیات کم تھیں، شب جمعہ کی زیارت کیلئے جمعرات کے دن سفر کرنا پڑتا تھا۔

زیارتِ عاشورا پڑھنا سیرتِ علماء سے ہے

شیخ انصاری رحمۃ اللہ علیہ حرم امیر المومنین میں زیارت عاشورا کوایک سومرتبہ سلام اورایک سومرتبہ لعنت کیساتھ پڑھتے تھے۔اس پر وہ آدھ گھنٹہ لگاتے تھے البتہ آپ سریع البیان تھے کیونکہ عام طور پر ایک سومرتبہ سلام اور سومرتبہ لعنت کے ساتھ زیارت آدھ

گھنٹے میں مکمل نہیں ہوتی۔ شیخ انصاری عجیب شخصیت کے مالک ہیں آپ کے تمام عملیات، آپ کے مطالعات، آپ کی تدریس اور تالیف آپ ان سب کے درمیان کیسے جمع کرتے تھے تو یہ عجیب لگتا ہے اگر عام طریقہ سے حساب لگائیں تو ایسا ممکن نہیں لگتا۔

آپ نماز جعفر طیار، زیارت جامعہ، زیارت عاشوراء، ایک بار ختم قرآن روزانہ، پھر تدریس، مطالعہ، تالیف، یہ سوائے توفیق الٰہی اور خداوند متعال کی خصوصی عنایت و برکت کے ممکن ہی نہیں۔ آقائی سید حسین کا تعبد (عبادتی عمل) دوسروں سے زیادہ تھا وہ دائم الذکر تھے، زیارت عاشوراء، زیارت جامعہ باقاعدہ پڑھتے تھے۔

ملا فتح علی سلطان آبادی کا دستور العمل

تحریم تمباکو کے معاملہ میں علماء اصفہان نے مرحوم میرزا کو خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ لوگوں نے آپ کے فتویٰ کا زیادہ خیر مقدم نہیں کیا۔ حامل نامہ آقای حاج منیر آخونزادہ ملا فتح علی سلطان آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جاتا ہے وہ اسے کہتے ہیں کہ جو خط تمہارے پاس ہے اس میں یہ کچھ لکھا ہوا ہے۔ حامل نامہ کے پاس جو خط تھا اسے بغیر دیکھے انہوں نے اول سے آخر تک اسے بتا دیا کہ اس میں کیا ہے یہ سننے کے بعد حامل نامہ آقای منیر ان سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ انہیں کوئی عمل تعلیم دیں تو وہ جواب دیتے ہیں تم تو بحر مواج (موجیں مارتا سمندر ہو) جب اس کا اصرار بڑھا اور بار بار درخواست کی تو انہوں نے فرمایا تین امور کی پابندی کرو اور وہ خود بھی ان تین امور کی پابندی کرتے تھے۔

۱۔ روزانہ زیارت عاشوراء پڑھنا

۲۔ مومنین و مومنات کے لئے روزانہ نماز وحشت پڑھنا (جہاں کہیں بھی کوئی

فوت ہوا ہو اس کی نیت سے نماز وحشت پڑھنا)

۳۔ اول ماہ کی نماز کو ترک مت کرو۔

حضرت زینبؑ کی زیارت

زیادہ صحیح تو یہ ہے کہ آپ کی قبر مبارک مصر میں ہے۔ جو زینبؑ بی بی فاطمہ سلام اللہ علیہا کی دختر ہیں وہ مصر میں دفن ہیں لیکن جو امام علیؑ کی اولاد سے بی بی سیدہ زینب سلام اللہ علیہا ہیں لیکن فاطمہ سلام اللہ علیہا سے نہیں وہ شام میں دفن ہیں۔ شام میں بہت زیادہ کرامات ظاہر ہوئی ہیں، ہمارے لئے بھی ایسی کرامات بیان کی گئی ہیں کہ ایسے لوگوں نے بتایا جنہوں نے ایسی کرامات دیکھی ہیں۔ ایک شخص بیان کرتا ہے شب عاشوراء تھی اسے حضرت زینب سلام اللہ علیہا کے حرم میں خلوت مل گئی، کلید دار نے حاجی تاج کو حرم میں اکیلا چھوڑ دیا تھا۔ وہ کہتا ہے میں نے آدھی رات کے بعد قبر سے یہ آواز سنی: یا حسینؑ، یا حسینؑ، یا حسینؑ۔ تین مرتبہ آواز سنی، اسے یقین ہو گیا کہ یہ زینب سلام اللہ علیہا ہی ہیں۔

۱۔ مرقد مطہر حضرت زینب سلام اللہ علیہا کے بارے میں اختلاف موجود ہے کچھ آپ کی مرقد مدینہ منورہ میں کہتے ہیں، کچھ شام میں آپ کی قبر کے قائل ہیں، کچھ علماء جن میں آیت اللہ بہجت بھی ہیں۔ مصر میں آپ کی قبر سمجھتے ہیں۔ کچھ روایات کے مطابق یزید نے حاکم مدینہ کو حکم دیا کہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا کی واضح تبلیغات کی روک تھام کیلئے انہیں مدینہ میں نہ رہنے دے۔ بی بی زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا اور بنی ہاشم کی دوسری خواتین کے ہمراہ مصر کی جانب تشریف لے گئیں، چند ماہ کے بعد آپ وفات پا گئیں اور اسی جگہ مدفون ہیں، مصر میں آپ کا مزار معروف ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک عورت تھی جو سابق

.................کی عورتوں سے تھی اس کے پاس ایک کپڑا تھا جسے وہ ہر ضریح سے لمس کرتی رہتی جتنے بھی مشاہد مقدسہ ہیں مکہ، مدینہ، کربلا تو وہ جہاں پر جاتی اسے مس کر کے اپنے ساتھ لے آتی تھی۔ ایک دفعہ یہ کپڑا اس کے ہاتھ سے چھوٹتا ہے اور ضریح کے اندر چلا جاتا ہے، اس نے بہت کوشش کی کہ اسے ضریح سے اٹھا لے لیکن وہ اسے نہیں اٹھا سکی، کلید بردار موجود نہیں تھا کہ وہ ضریح کو کھول کر اسے کپڑا نکال دیتا۔ دوسری خواتین جو قدیم ایام سے اس کے ہمراہ موجود تھیں وہ سب جمع ہو جاتی ہیں کہ اب کیا کریں؟ ایک آدمی کہتا ہے کہ میں تمہیں اس کے بدلے میں دو کپڑے دیتا ہوں، تم اس کو چھوڑ دو، وہ عورت کہتی ہے مجھے تو وہی کپڑا چاہئے میں اس کے علاوہ دوسرا کپڑا نہیں چاہتی۔ دس کپڑے ہوں تو بھی قبول نہیں کروں گی کیونکہ وہ متبرک ہے وہ کپڑا تمام ضریح ہائے مقدسہ سے مس شدہ ہے۔ سب لوگ پریشان تھے کہ کیا کریں، لیکن سب نے دیکھا کہ وہی کپڑا ضریح کے اندر سے باہر آتا ہے اور باہر آ کر اس عورت کے سامنے گرتا ہے۔ بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے یہ خود دیکھا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بی بی زینب سلام اللہ علیہا کے روضہ سے بہت زیادہ کرامات دیکھی گئی ہیں۔ ہم اس جگہ یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ اولاد علی علیہ السلام کے لئے بہت بڑے مقامات ہیں لہٰذا ان سے کرامات کا ظاہر ہونا تعجب کی بات نہیں، جس طرح اولاد فاطمہ سلام اللہ علیہا سے کرامات ظاہر ہوتی ہیں اسی طرح حضرت علی علیہ السلام کی باقی اولاد جو بی بی زہرا سلام اللہ علیہا سے نہیں ان سے بھی کرامات ظاہر ہوتی ہیں۔

علماء کے مقابر کی زیارت

نجف اشرف میں حضرت امیر علیہ السلام کی غیر معمولی عظمت کی وجہ سے بہت

سے علماء کے مقابر سے غفلت ہوئی ہے جبکہ ہم ان کے مقابر کی زیارت کے بھی محتاج ہیں۔ وہ ہمارے محتاج نہیں ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے کام کر دیئے ہیں۔ ان پر فاتحہ پڑھنا خود ہمارے اپنے لئے مفید ہے کربلاء میں سید رضی اور سید مرتضیٰ دونوں بھائی اپنے جد ابراہیم مجاب کے نزدیک رواق حسینی میں مدفون ہیں۔ نقل ہوا ہے کہ مرحوم شریف العلماء کی قبر کے اطراف کو کربلا میں آقائے سید محسن الحکیم نے آباد کیا، اس بارے میں کیا کہہ سکتے ہیں کہ جو دین اور علماء دین کی قدر و قیمت اور اہمیت کے قائل نہیں وہ چاہتے تھے کہ حرمین کے درمیان سڑک بنا دیں لیکن مرحوم سید ابوالحسن اصفہانی یا حاج آقا حسین قمی اس میں مانع ہوئے اور انہیں دینی آثار اور علماء کی قبور کے نشانات کو مٹانے سے روک دیا تاہم ان کی وفات کے بعد پھر انہوں نے خراب کاری شروع کر دی۔ روس میں لنین کی قبر ایک محلہ میں ہے کیا ایسا ممکن ہے کہ کوئی حکمران اس کے درمیان سے سڑک نکالے اور اس کا نشان مٹا دے۔ ایسا ہرگز نہیں کریں گے کیونکہ ان کی سیاست اس قبر کی بقاء میں ہے۔ جس طرح بعض فرقوں کی بقاء اس میں ہے کہ قبور کو منہدم کیا جائے، آپ سوچیں! ہمارے بزرگان دین اور آئمہ بقیع کے مزارات کو گرا دیا جائے، دینی آثار، مدارس، مساجد، مراکز جو بعض شہروں میں ہیں ان کو ویران کر دیا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کچھ لوگ مسلح اور راہزن تھے وہ قافلوں کو لوٹتے تھے قافلوں سے بھتہ وصول کرتے تھے، پھر وہ اس مال کو اپنے سربراہ کے پاس پہنچاتے تھے تو وہ اس مال سے بڑا حصہ لے لیتا اور باقی انہیں دے دیتا وہی لٹیرے آج خادم الحرمین بن گئے ہیں۔ جب راہزن، چور لٹیرے حرمین پر قابض ہو جائیں گے تو پھر دینی آثار مٹایا جانا بنتا ہے، ان سے ایسے قبیح اعمال ہی سرزد ہوتے ہیں اللہ ان کے شر سے نجات دے۔

اس سے بالاتر مستحب نہیں ہے

اہل البیت علیہم السلام کے مصائب پر رونا خصوصیت کے ساتھ سید الشہداءعلیہ السلام پر گریہ کرنا ایسے مستحبات سے ہے کہ اس سے بالاتر کوئی اور مستحب عمل نہیں ہے، مستحبات میں اس سے افضل کوئی نہیں ہے۔ ''بکاء من خشیة اللہ '' اللہ کے خوف کا گریہ کرنا۔بھی اس طرح ہے کہ شاید اس سے افضل کوئی اور عمل نہ ہو۔کیا نماز شب بھی اسی قسم سے ہے؟ کیا ممکن ہے کہ وہ اس درجہ میں یا پھر گریہ کرنا نماز شب پر مقدم ہے۔اللہ کی خشیت سے گریہ کرنا اور سید الشہداءعلیہ السلام کے مصائب پر گریہ کرنا، معلوم نہیں کہ اس کے ہم پلہ کوئی اور عمل ہو، کیونکہ نماز شب فقط عمل قلبی نہیں ہے بلکہ قلبی کی مانند ہے لیکن حزن، اندوہ اور گریہ وبکا یہ عمل عمل قلبی ہے، اس حد تک آیا ہے کہ نماز وتر کے قبول ہونے کی علامات سے ہے یہ کہ اس پر انسان پر گریہ طاری ہوجائے۔

سید الشہداءؑ پر گریہ کرنا

ابن عباسؓ سے مروی ہے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ آپؐ فرماتے ہیں: دو آنکھوں کو آگ نہیں چھوئے گی؛

۱۔ جو آنکھ اللہ کی خشیت میں روئے، جو لوگ لوگوں کے رونے کے عمل کو غلط قرار دیتے ہیں وہ اس مقام پر کیا کہنا چاہتے ہیں؟ اللہ کی خشیت سے گریہ کرنا انبیاء علیہم السلام کا عمل ہے۔

۲۔ سید الشہداءعلیہ السلام پر گریہ کرنا اللہ کی خشیت سے گریہ کرنے کی مانند ہے۔

وہی اجر ہے، اس کا ایک قطرہ بہت زیادہ اجر رکھتا ہے۔بعض کہتے ہیں کہ اس رونے کا کیا

فائدہ ہے؟ اس کا فائدہ یہ ہے کہ روحانی اتصال سید الشہداءعلیہ السلام کے ساتھ ہوجاتا ہے۔حضرت رسول اللہؐ سے اتصال ہے، اللہ کی راہ پر قائم رہنے کا وسیلہ ہے اس رونے سے کن بلندیوں تک پہنچا جاتا ہے اس کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔

دردانی (قیمتی موتی)

قیامت کے دن انسان سے کچھ بھی نہیں خریدیں گے مگر جو اشک سید الشہداءعلیہ السلام پر بہایا جائے گا تو اسے دردانہ کی مانند (قیمتی موتی کی مانند) خریدلیں گے۔

صراط مستقیم پر

یہ فرمان ہے کہ دُعائے فرج کو آخری زمانہ میں پڑھنے سے دین پر استحکام و ثابت قدمی نصیب ہوگی۔

وہ دعا یہ ہے:

''یااللہ، یارحمن، یارحیم، یامقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک''۔

''اے اللہ جو ایمان کا احسان تو نے میرے اوپر فرمایا ہے اس کی حفاظت فرما دے''۔

کیونکہ اس میں تثبیت نہیں ہے اسی لئے اس دُعاء کو پڑھنے کی تاکید ہے کہ اے اللہ میرے دل کو اپنے دین پر ثابت وقائم رکھ اور یہی ارتباط اور تعلق دین کے ثبات کا سبب بنتا ہے۔عزاداروں، ماتمداروں، سوگواروں کی زیارتیں اہل بیت علیہم السلام کے مزارات کی زیارتیں اس بات کی علامت ہیں کہ اہل ایمان کا ان سے اتصال اور ارتباط ہے۔

ایسا مستحب جس میں ہزار واجب موجود ہیں

ہم یہ کہتے ہیں ہم تو واجبات کو ادا کرتے ہیں مستحبات ہو گئے تو ٹھیک لیکن درحقیقت یہ مستحبات ہی ہیں جو انسان کو کسی مقام پر پہنچاتے ہیں اسی وجہ سے شیطان صفت درندہ صفت انسان مستحبات سے روکنے کیلئے لوگوں کو رشوتیں دیتے ہیں۔ رضا خان کی ذمہ داری تھی کہ وہ روحانیت اور علماء کے وقار کو ختم کر دیں، مجالس، عزاداری کو ختم کر دیں، اس کے زمانہ میں آقا شیخ عبد الکریم حائری رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا تھا کہ مجالس عزاداری تو مستحب عمل ہے تم رضا خان کی اس بارے میں مخالفت نہ کرو تو انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! مستحب ہے لیکن اس میں ہزار واجب پوشیدہ ہیں کیونکہ عزاداری کی مجالس فقط مجالس نہیں بلکہ ان میں احکام دینی، دینی معارف، عقائد، مذہب کی ترویج سب شامل ہیں۔ خدا ہی جانتا ہے کس قدر واجب احکام عزاداروں کی مجالس میں بیان ہوتے ہیں، کتنے زیادہ آئمہ اطہار علیہما السلام کے حالات، ان کی سیرت اور سید الشہداء علیہ السلام کے کلمات اور باقی معصومین علیہم السلام کے بیانات مجالس کا حصہ ہوتے ہیں اور یہ مجالس میں دین کی تقویت کا سبب ہیں۔ یہ مجالس لوگوں کے ایمان کی تقویت کا سبب ہیں۔

علماء کیلئے مجالسِ عزاداری

معصومین علیہم السلام کی شہادت کے ایام میں خاص عنایات الٰہیہ شامل ہیں، اگرچہ ماضی میں ایسا نہیں تھا کہ علماء اور مراجع عزاداری کی مجالس بپا کریں، ہمارے دور میں نجف میں اس کا رواج نہ تھا فقط نجف اشرف میں ایام فاطمیہ سلام اللہ علیہا میں تین مجالس آقائے ابوالحسن کے ہاں اور فاطمیہ دوم میں آقای نائینی کے ہاں ہوتی تھیں جبکہ آئمہ معصومین علیہم السلام کے باقی ایام شہادت میں اور عاشوراء میں مراجع کے ہاں مجالس

عزاداری قائم نہیں ہوتی تھیں، عمومی مجالس جو مساجد اور امام بارگاہوں میں ہوتی تھیں وہ ان میں شرکت کرتے تھے۔ دینی علوم کے مدارس (ہاسٹل) میں طلباء آپس میں چندہ کر کے مجالس عزاء منعقد کرتے تھے اسی طرح آئمہ معصومین علیہم السلام کے ایام ولادت میں بھی رسم نہ تھی کہ علماء تشریف رکھتے اور جشن مناتے البتہ مجھے یاد پڑتا ہے کہ آخری ایام میں سید ابو الحسن اصفہانی نے کربلا میں ایک گھر لیا تھا جو حرم سید الشہداء علیہ السلام کے قریب تھا، روز عاشوراء اس گھر میں مجلس عزاء منعقد ہوتی تھی کچھ بوڑھے افراد بیان کرتے ہیں کہ آقاء اراکی ہر ہفتہ یا ہر ماہ مجلس عزاداری بپا کیا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں پنکھا اور کولر تو نہ تھا، مجلس میں دستی پنکھے استعمال ہوتے تھے، کربلا میں بھی دستی پنکھے اور چائے مجلس عزاداری کیلئے بنیادی شرط سمجھی جاتی تھی۔

دوسروں کے آرام میں خلل ڈالنا

مساجد اور مجالس عزاداری میں اتنی آواز رکھنا کہ اگر کوئی آرام کرنا چاہے تو کر سکے اس کیلئے خلل واقع نہ ہو تو کوئی حرج نہیں لیکن اگر آواز اتنی اونچی ہو کہ اگر کوئی آرام کرنا چاہے تو آرام نہ کر سکے تو اس صورت میں یہ عمل شریعت کے خلاف ہے کیونکہ ہو سکتا ہے مسجد یا امام بارگاہ کے اطراف میں کوئی مریض موجود ہو، دل کا مریض ہو؛ آواز کی وجہ سے وہ سو نہ سکے یا اس نے اپنے عیال کیلئے مزدوری کیلئے جانا ہے، اگر نہ سو سکا ہو تو وہ کس طرح اپنے عیال کا حق ادا کر سکے گا اگر ایک مسلمان اسلام پر چلنا چاہتا ہے اور دوسروں کو اسلام کے حقائق کی دعوت دینا چاہتا ہے یا مسلمانوں کو دین پر قائم رکھنا چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ مکمل طور پر اسلامی احکام کی پیروی کرے کیونکہ اس طرح کی دوسروں کے لئے مزاحمت

ایجاد کرنا اوران کے آرام میں خلل ڈالنا حتیٰ کہ غیر مسلم کیلئے بھی مزاحمت ایجاد کرنا جائز نہیں ہے۔اخلاقیات اور صحیح اسلامی تعلیمات سے غیر مسلموں کو بھی دعوت دے سکتے ہیں۔

دین اور مذہب کی ترویج کے مظاہر

ہماری گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ دین اور مذہب کی ترویج کیلئے ہر قسم کے مظاہر میں اموال خرچ کرنا ملت کے مفاد میں ہے خاص کر وہ مفادات جن کی تشخیص اہل مذہب کریں جیسے مجالس عزاداریِ سید الشہداء علیہ السلام کے شیعوں میں یہ مظاہر دوسروں سے زیادہ ہیں اس لئے دشمنوں نے یہ چاہا کہ وہ اُن سے اس بارے میں مقابلہ کریں تو انہوں نے بھی عشرہ عاشورا کو عشرہ فاروقیہ میں تبدیل کر دیا کیونکہ ان کو سمجھ آئی کی عاشورا اوراس سے متعلق چیزیں بہت زیادہ اثر رکھتی ہیں۔روز عاشور میں بعض امور کو دیکھ کر لوگ مسلمان ہو گئے اور کچھ نے مذہب شیعہ اپنا لیا۔مقصد یہ ہے کہ دین یا مذہب کی ترویج بلاشبہ سبیل اللہ ہے۔(اس میں اموال خرچ کرنا صحیح اور ثواب رکھتا ہے)

بابِ رحمت

جب کوئی مصیبت یا بیماری وباء نجف میں آجاتی تو بازار میں بھی مجالس عزاداری منعقد کرتے تھے اور توسل کی مجالس کا اہتمام کیا جاتا تھا لیکن ہماری حالت مایوس لوگوں کی سی ہے کہ ہم اس طرح کے توسلات سے اللہ کی رحمت میں وارد نہیں ہونا چاہتے۔ہمیں چاہیے کہ مشکلات کو حل کرنے اور مصائب سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے آئمہ معصومین علیہم السلام سے توسل کریں۔کیا آج کے دور میں سچائی اور پوری دیانت کے ساتھ تمام مسائل کے حل کیلئے گناہوں سے توبہ اور توسل کے لئے کوئی اور راستہ ہمارے پاس موجود

ہے؟ ہمارے مسلمان بہن بھائی اس وقت دشمن کی آتش جنگ میں جل رہے ہیں اور ہم کس حال میں ہیں؟ کیا یہ درست ہے کہ ہم ان واقعات وحادثات سے لاتعلق رہیں اور پریشان نہ ہوں؟ (صدام کی طرف سے مسلط کردہ جنگ کی طرف اشارہ ہے سرحدی علاقوں میں جس حالت میں لوگ تھے ان کی تکالیف کو بیان کر رہے ہیں اور قم میں موجود افراد کو متوجہ کر رہے ہیں کہ وہ اپنے بھائیوں کے درد اور تکلیف کو سمجھیں۔)

علماءِ دین سے عزادار تر

مرحوم آقا سید ابوالحسن اصفہانی عزاداروں کی جو مجالس نجف اشرف میں مرسوم تھیں وہ اس انداز میں بپا ہونیوالی مجالس کی تائید نہیں کرتے تھے۔تہران کے خیابان اسلامبول پر ایک ہزار آدمی جمع ہوتے ہیں اور وہ مرجع تقلید حضرت آیت ا......العظمیٰ السید ابوالحسن اصفہانی کی مخالفت میں قمہ زنی کرتے ہیں۔کسی نے ان کو نہیں روکا جب کہ مرحوم حضرت آیت ا......العظمیٰ السید ابوالحسن اصفہانی نے منع کیا تھا۔اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان پر کتنے مصائب ڈھائے گئے اور ان کے بارے کیا کچھ نہیں کہا گیا جبکہ وہ اپنے دور میں شیعوں کے تنہا مرجع تھے اس کے باوجود لوگ ان کی مخالفت کرتے ہوئے قمہ زنی کرتے ہیں اور اس عمل سے ان کی مخالفت کرتے ہیں جبکہ حضرت آیت ا......العظمیٰ السید ابوالحسن اصفہانی صاحب کرامت تھے، اپنے زمانہ کے امامؑ سے وصل تھے، ایک واقعہ بیان کیا جاتا تھا کہ سید صالح منبر حسینی پر آکر حضرت آیت ا...... سید ابوالحسن اصفہانی کے خلاف گفتگو کرتے تھے (بات یہ ہے کہ جس شخص کو زمانہ نائب امام مانتا ہے، لوگ جن کی تقلید کرتے ہیں لیکن قمہ زنی میں اور ماتم داری میں وہی لوگ ان کی بات کو نہیں مانتے بلکہ ان کے خلاف

بات کرتے ہیں، لوگ خود کو خیال کرتے ہیں وہ عالم دین سے زیادہ عزادار ہیں۔

مداحوں (ذاکرین) سے گفتگو

مداحان اور ذاکرین صاحبان جو اس عمل میں لگے ہوئے ہیں اور ان کا یہی شغل ہے کہ وہ اہل البیت علیہم السلام کی مداحی کریں، لوگوں کے درمیان ان کے فضائل بیان کریں اور ان حضرات علیہم السلام پر جو مصائب آئے ہیں ان کو بیان کریں، اُن لوگوں کو رُلائیں۔ ان کو یہ معلوم ہے کہ ان کا مقام کیا ہے اور ان کی حیثیت کیا ہے، کس ذمہ داری کو انہوں نے اپنے ذمہ لیا ہوا ہے؟...... انہیں پتہ ہونا چاہیے کہ وہ کتنا بڑا عمل کرتے ہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ وہ اتنا بڑا کام کیوں انجام دے رہے ہیں۔ ان کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ جس مودت فی القربیٰ کا حکم قرآن میں ہے وہ اسے عملی جامہ پہنا رہے ہیں چاہے وہ اہل البیت علیہم السلام کے فضائل کو بیان کرنے سے ہو یا اہل البیت علیہم السلام کے مصائب کا بیان کر کے ہو۔ یہ سب کچھ اجر رسالت کی تعمیل میں آتا ہے لوگوں کو ان پر قائم رکھنا ہے کیونکہ قرآن میں ہے:

''قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ''

اللہ تعالیٰ نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا کہ وہ لوگوں کو بتائیں '' تم سے اجر رسالت نہیں چاہتا مگر یہ کہ میں تم سے مودت فی القربیٰ '' چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ سے یہ کہہ دیا کہ ان سے یہ عہد لے لو کہ اجر رسالت کے طور پر قربیٰ سے مودت کریں۔ اگر کوئی یہ کہے کہ ہمارے پاس قرآن ہے، ہم تو قرآن سے لیتے ہیں پھر وہ یہ کہے کہ اہل البیتؑ سے ہمارا کیا تعلق ہے ہمیں تو اللہ کی کتاب ہی کافی ہے تو ہم ان سے کہتے

ہیں کہ اللہ کی کتاب میں تو مودت فی القربیٰ کا حکم بھی موجود ہے اس حکم کے ہوتے ہوئے کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا اہل البیت علیہم السلام سے کوئی سروکار نہیں؟۔ اللہ کی کتاب میں **الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی** ہے، تمہارے اوپر دین کامل کر دیا اور نعمت تمام کر دی گئی، تم کیسی بات کرتے ہو؟ سوال یہ کیا جا سکتا ہے کہ کیا ولایت کے بغیر دین کی تکمیل ہو سکتی ہے؟ قرآن سورۂ مائدہ آیت ۵۵ میں کہتا ہے: **انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین اٰمنوا و یقیمون الصلوٰۃ و یوتون الزکاۃ و ہم راکعون** قرآن میں یہ آیت موجود ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ سب قرآن میں موجود ہے یا نہیں ہے؟ کیا تمہارے درمیان قرآن میں یہ آیات موجود نہیں؟...... جی ہاں! موجود ہیں۔ قرآن میں یہ آیات موجود ہیں تو پھر تم کہہ سکتے ہو کہ ہمارے لئے قرآن کافی ہے، اہل البیت علیہم السلام کی ضرورت نہیں، لہٰذا ہم سب کو معلوم رہے کہ یہ ایک فرض ہے جو ہم سب پر ہے، معلمین تعلیم کے ذریعہ اور مداحان و ذاکرین عمل کے ذریعہ ان لوگوں کو سمجھائیں کہ ہم کسی بھی حوالے سے مودت اہل البیت علیہم السلام سے ہاتھ نہیں اُٹھا سکتے؛ اگر ہم خدا کے دوست ہوتے تو یہ واضح ہے کہ ہم خدا کے دوستوں کو دوست رکھتے اور جن اعمال کو خدا دوست رکھتا ہے وہ اعمال ہمارے لئے پسندیدہ ہوں۔ کیا ہم ان اعمال کو دوست رکھتے ہیں جو اللہ کو ناپسند ہیں کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ہم اللہ کو دوست رکھیں اور اللہ کے دوستوں کو دوست نہ رکھیں؟ حتمی بات یہ ہے کہ جس نے یہ کہا کہ **حسبنا اللہ** تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وصیت ہے اور نہ ہی کسی اور چیز کی ضرورت ہے۔ یہ سیدھا اور صاف جھوٹ ہے ایسے ہے کہ کوئی دن کے بارے میں کہے کہ اب رات ہے یا رات کے بارے میں کہے اب دن ہے۔ اس بات سے بھی بڑی بات ہے کہ **کونوا مع الصادقین**، سچوں کا ساتھ دو۔ اب سچے کون ہیں؟ یہ سوال ہے!

قرآن میں متقین اور فاسقین کی بات ہے یہ دو وصیتیں ہیں دیکھو!......سوچو متقین کون ہیں؟ سچے کون ہیں؟ جھوٹے کون ہیں؟ کیا ہم قرآن کی آیات میں تفریق وتبعیض کر سکتے ہیں کچھ آیات کو لیں اور کچھ کو چھوڑ دیں جیسا کہ یہود ونصاریٰ کے کچھ لوگوں نے اپنے حامیوں سے یہ عہد لیا تھا کہ قرآن سے یہود ونصاریٰ پر لعنت کو ہٹا دو۔ یہ تین سو سال پہلے کی بات ہے، (آج بھی ایسی کوششیں ہورہی ہیں) خدا پرستی کے علاوہ کچھ بھی قرآن میں موجود نہ رہے، سوال ہے کہ کیا جس کو ہم آدھا کردیں تو کیا وہ قرآن ہوگا لہٰذا یہ بھی کہہ دو کہ خدا پرستی بھی ضروری نہیں۔ بس یہ بات لکھ دو کہ انسان کسی کو قتل نہ کرے، کسی کو نہ مارے، لہٰذا خدا پرستی کی ضرورت بھی نہیں، یہی بات کافی ہے، مستی رہے، نکاح کی بجائے زنا رہے، لوگوں کا مال ناجائز کھالے، خلاصہ ان کی بات کا یہ ہے کہ کچھ باتیں ہیں جن کے قائل ہوں، باقی باتیں قرآن سے نکال دیں، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے پاس لے جانے کیلئے ہمارے پاس بہت زیادہ سفارش ہے، اگر تبعیض کے قائل ہوجائیں تو لوگوں کی اکثریت تو خدا پرست نہیں، اکثریت بت پرست ہیں دین خدا میں تبعیض نہیں ہے، اگر دین لینا ہے تو پھر پورا لو گے یا پھر اس کا کچھ بھی نہ لو۔ (سارے کو چھوڑ دو، قرآن اللہ کا کلام ہے پورے پر ایمان لانا ہے اور اس میں درج تمام مطالب کو لینا ہے نہ کہ کچھ کو لے لیں اور کچھ کو چھوڑ دیں۔ مودت فی القربیٰ قرآن میں ہے اولو الامر کی اطاعت قرآن میں ہے۔ آیت تکمیل واتمام نعمت قرآن میں ہے)۔

مداحی اور ذاکری پر اعتراض

لہٰذا جو لوگ مداحی وذاکری پر اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مصائب پڑھنا

کونسا عمل ہے آنسو بہانے سے کیا ملنا ہے یہ لوگ کس قدر احمق ہیں کیا ان کو معلوم نہیں کہ آنسو بہانا، گریہ کرنا سارے انبیاء علیہم السلام کا طریقہ رہا ہے؟ لقاء اللہ کے شوق میں گریہ، رضوان اللہ کے حصول میں گریہ، اللہ کے دوستان، اولیاء اللہ کا معاملہ بھی اسی قبیل سے ہے، ان کی محبت، ان کی خوشیوں میں خوش ہونا اور ان کے غموں میں غمناک ہونا اور ان پر آنے والے مصائب کو یاد کرکے گریہ کرنا بھی اسی قبیل سے ہے اس سلسلہ میں بہت زیادہ دلائل موجود ہیں۔ سارے انبیاء علیہم السلام خوف خدا سے گریہ کرتے تھے۔ سوال ہے کہ کیا انبیاء علیہم السلام اللہ کی لقاء کے شوق میں گریہ نہیں کرتے تھے؟ انبیاء علیہم السلام کا تو یہی کام تھا اگر کوئی شخص انبیاء علیہم السلام کو مانتا ہے تو انہیں انبیاء علیہم السلام کے گریہ کرنے کو بھی قبول کرنا چاہیے۔

حرم امامؑ میں اذنِ دخول کی علامت

اسی مطلب پر یہ دلیل بھی ہے کہ روایات میں ہے کہ سید الشھداء علیہ السلام کے حرم کے اذن میں آیا ہے کہ زائر کہتا ہے کہ کیا میں اس گھر میں آسکتا ہوں؟ اے اللہ! کیا میں اس گھر میں آسکتا ہوں؟ یا رسول اللہؐ کیا میں اس گھر میں آسکتا ہوں؟ اسی طرح سے بالترتیب تمام آئمہ اطہار علیہما السلام سے زائر اذن طلب کرتا ہے۔ اس کے بعد روایت میں آیا ہے کہ اگر اس دوران آنکھ سے آنسو نکل آئے تو یہ علامت ہے کہ اسے اجازت مل گئی ہے لیکن کون ہے جو اس مطلب کی گہرائی کو سمجھ سکے؟ کون ہے جو عقل کو استعمال میں لائے؟ آنکھ کا یہ آنسو ملاء اعلیٰ سے مربوط ہے لیکن وہ لوگ احمق ہیں جو کہتے ہیں کہ گریہ وزاری نعوذ باللہ خرافات سے ہے ان کی یہ باتیں عجیب ہیں۔ آنکھ سے آنسو کا ٹپکنا عالم بالا سے مربوط

ہے۔ یہ عمل صبح سے زوال تک، پھر ظہر سے غروب تک دُعا مانگنا جاری رہتا ہے کچھ لوگ پھر بھی دُعاءِ مکمل نہیں کر سکتے جبکہ روایت میں ہے کہ سجدہ میں کوشش کرو کہ آنکھ سے اشک جاری ہوجائے۔ اشک جاری ہونا دعا کی قبولیت کی نشانی ہے۔ اگر آنسو کا ایک قطرہ گرا تو سمجھ لو کہ دُعا قبول ہے۔

یہ سب کچھ ہوتے ہوئے تعجب ہے کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ رونا کیسا ہے؟ اس رونے کا کیا فائدہ؟ ہم کہتے ہیں کہ تمہاری یہ بات بالکل غلط ہے، تم لوگ غلطی پر ہو یہ اشک خداوندِ متعال کے اعلیٰ مقام سے ملا ہوا ہے وہاں سے اشک جاری ہونے کا اذن ملتا ہے تب حرم سید الشہداء علیہ السلام میں جانے کے لئے اذن طلب کرتا ہے تو ایسے ہی گریہ نہیں آجاتا، اذن اوپر سے ملتا ہے، یہ آنسو اذن کی نشانی بنتے ہیں، یہی آنسو دُعا کی قبولیت کی نشانی بن جاتے ہیں لہٰذا وہ لوگ اس بات کو جان لیں کہ جن کی کوئی خاص حاجت ہے تو وہ اپنے اوپر گریہ کی کیفیت طاری کریں۔ سجود میں کوشش کریں کہ اشک جاری ہوجائیں اگرچہ مکھی کے پر کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔ تھوڑا سا گریہ اس بات کی علامت ہوگا کہ مطلب پورا ہوگیا۔ جی ہاں!...... اصل بات یہ ہے کہ ہماری اپنی ذہنیت صاف نہیں، جس وجہ سے ہمیں یہ سب کچھ نظر نہیں آتا ہم اس کے راز کو نہیں سمجھتے۔

دُعا کی قبولیت کے بارے میں

آپ ذرا فرض کرلیں کہ ہم خدا سے جب اپنے لئے گھر مانگتے ہیں لیکن خدا گھر دینے میں ہماری مصلحت ومفاد نہیں دیکھتا، خدا کیا کرتا ہے؟ کیا اللہ ہماری دُعا کو باطل کر دیتا ہے؟ نہیں!...... اللہ تعالیٰ ہمیں گھر سے بڑی چیز دے دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرشتہ سے فرماتا

ہے کہ دُعا کی وجہ سے اس کی عمر بڑھا دو اس شخص نے اتنی پریشانی اٹھائی، لمبی دُعا مانگی، اسے گھر تو نہ ملا اور اس دُعا کا اثر بھی اسے نظر نہ آیا تو سوال ہے کہ اس کی دُعا قبول نہیں ہوئی؟...... ایسا نہیں! دُعا قبول ہوچکی اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ دُعا قبول کرتا ہے اور اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا لیکن دُعا مانگنے والا نہیں جانتا اسے اس دُعا میں مانگی گئی چیز سے زیادہ دیدیا گیا ہے۔

ہم سب جوابدہ اور ذمہ دار ہیں

حدیث میں ہے ”کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ“

آپ سب لوگ ذمہ دار ہیں اور سارے ہی اپنی رعیت کے حوالے سے جوابدہ بھی ہیں۔ سب نگہبان ہیں، محافظ ہیں، ہر ایک کا اپنا اپنا دائرہ کار ہے جو بھی اس دائرے میں آتا ہے اس کی ذمہ داری اس پر ہے کوئی غیر ذمہ دار نہیں بلکہ سب ذمہ دار ہیں اور سب جوابدہ بھی ہیں۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اہل ایمان جس بات کو جانتے ہیں اگرچہ ایک جملہ پر مشتمل ہی کیوں نہ ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس بات کو اس کے اہل تک پہنچا دے وہ اس بات کی آگے تبلیغ کرے۔ اس بات کو نا اہل افراد سے بچائے رکھے اور اس سے عمدہ اور فائدہ کی بات کو چھپالے وہ جو بات نہیں جانتا تو وہ اسے سیکھے۔ اس حوالے سے وہ خود معلم ہے۔ پس ہر شخص معلم بھی ہے اس بات کا جو وہ جانتا ہے اور متعلم بھی ہے اس حوالے سے جسے وہ نہیں جانتا۔ پس ہر شخص کیلئے ہے کہ وہ معلم بھی بنے اور متعلم بھی۔

علماء سے خالی جگہ

ایسا بہت جلد ہونے والا ہے کہ چھوٹے شہر بزرگ علماء سے خالی ہوجائیں گے،

یہ علماء ہی ہیں جو عوام کو دین کی باریکیوں سے آگاہ کرتے ہیں وہ ان کے دین کی حفاظت کرتے ہیں وہ دین کی ضروریات کو عوام تک پہنچاتے ہیں۔ایک آدمی کسی جگہ پر گیا تھا اس نے دیکھا کہ لوگ اپنے مردہ کو دیوار میں رکھتے ہیں اور اس پر دیوار بنا دیتے ہیں۔کیا ایسا ہو سکتا ہے؟ جو شیعہ مسلمان غیر اسلامی ممالک میں زندگی گزار رہے ہیں انہیں ایک عالم تک بھی رسائی نہ ہو تو وہ کیا کریں؟ ترکی میں کئی لاکھ شیعہ بکھرے ہوئے ہیں، اللہ ہی کو معلوم ہے کہ ان کے لئے کیا دس کی تعداد میں ایسے عالم دین ہیں جو انہیں رسالہ عملیہ (بنیادی احکام کی کتاب) پڑھائیں تاکہ ان کیلئے بالکل سادہ اور دین کی انتہائی ضروری باتوں کا علم ہو سکے۔

اسی طرح پوری دنیا میں کروڑوں کی تعداد میں ایسے لوگ ملیں گے جو خود کو مسلمان سمجھتے ہیں یا جو کہتے ہیں کہ ہم شیعہ مسلمان ہیں تو ان کے واسطے کوئی دینی مسائل بیان کرنے والا موجود ہے؟ کیا ہمیں اس بارے میں فکر نہیں کرنی چاہیے؟ کم از کم جو اسلامی ممالک ہیں ان میں چھوٹے چھوٹے شہروں میں دین شناسی کیلئے ایک عالم موجود ہو جو انہیں دینی احکام کی تعلیم دے سکے۔(آقائی بہجت ایران کے بارے میں یہ کہہ رہے ہیں کہ چھوٹے شہر علماء سے خالی ہو جائیں گے۔ ایران جہاں پر لاکھوں علماء ہیں ہزاروں مجتہدین ہیں اس میں پاکستان کے بارے سوچنا چاہیے یہاں کی بستیوں میں ایک معمولی معلومات، انتہائی ابتدائی احکام کی تعلیم دینے والا نہیں عالم موجود نہیں اور بڑے شہروں میں بھی صورتحال ایسی ہے کہ مسجدیں علماء سے خالی ہیں۔ یہ المیہ ہے!......اسی وجہ سے لوگ اسلام سے آگاہ نہیں۔ مسلمان ہیں لیکن مسلمان کو کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا اسکے بارے میں واقف نہیں ہیں۔) پہلے کے علماء اپنے ہمراہ جو کی روٹی، دہی لے لیتے تھے اور دُور دراز آبادیوں میں چلے جاتے

تھے جہاں پر جا کر وہ لوگوں کو نماز، قرآن کی قرأت اور دیگر ضروری مسائل کی تعلیم دیتے تھے جبکہ وہ اپنے زمانہ کے بہت بڑے عالم تھے لیکن ان کا ایسا پروگرام ہوتا تھا لہٰذا جو بھی متدین ہے بنیادی اسلامی احکام سے آگاہ ہے وہی اس کام کو انجام دے سکتا ہے۔(جب ایک مجتہد فقیہ اپنے زمانہ کا بڑا عالم اپنے مرکز سے کھانا پینا ساتھ لے کر دُور دراز کے دیہاتوں میں رہنے والے عام لوگوں کو ابتدائی احکام کی تعلیم کیلئے جاتا ہے تو یہ کام دوسرے افراد جو اس حوالے سے معلومات رکھتے ہوں کیوں انجام نہ دیں؟

تبلیغ کے اثرات اور کرامات

عظیم مرجع تقلید میرزا محمد حسن شیرازی بزرگ جو سامرہ شہر میں رہتے تھے اس وقت بڑا علمی مرکز سامرہ تھا طلبا کا جائزہ لیتے تھے اور جن کے بارے میں تشخیص دیتے تھے کہ وہ اجتہاد تک نہیں جا سکتے تو جب ایسے طلباء جامع المقدسات اور رسالہ عملیہ (احکام کی ابتدائی کتاب) پڑھ لیتے تھے تو وہ انہیں لوگوں کی نماز ٹھیک کرواتے، انہیں ابتدائی احکام کی تعلیم دینے کے لئے ان کو اپنے اپنے علاقوں میں بھیج دیتے تھے۔ بہرحال عوام جو کہ محبان آل محمدؐ ہیں انہیں دینی احکام کی تعلیم دینا علماء کی ذمہ داری ہے۔ عام دیہاتی لوگوں کے پاس اتنے پیسے نہیں ہوتے کہ وہ کسی عالم کو بلائیں اور ان کی پذیرائی کریں، پھر وہ عالم ان کی نماز، رکوع و سجود صحیح بجالانے کی تعلیم دے۔(علماء کو چاہیے کہ وہ خود سے ایسا منصوبہ بنائیں کہ وہ ایسے افراد کو دینی احکام کی تعلیم دینے کی ذمہ داری کو ادا کرسکیں بہرحال یہ ذمہ داری بڑی حد تک علماء پر ہے اگر یہ نہ کہا جائے کہ ساری ذمہ داری علماء کی ہے)۔قم میں

ایک عالم دین تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں اپنے محلہ کی مسجد میں ہوتا ہوں تو دینی احکام کی تعلیم دیتا ہوں مجھے ایک پیسہ بھی کسی سے نہیں ملتا لیکن جب میں قم سے باہر کسی دُور دراز علاقہ کی مسجد میں جاتا ہوں وہاں پر دینی احکام کی تعلیم دیتا ہوں تو اس دوران میرے لئے کسی نہ کسی جگہ سے پیسے کا چیک پہنچ جاتا ہے جب میں شہر سے باہر نہ جاؤں میرے لئے ایسی امداد نہیں ملتی۔ قدیم ایام میں اہل علم اپنے لئے ایسے کاموں میں لگے رہتے تھے۔ تبلیغ کے کام میں انہوں نے کبھی کوتاہی نہ کی انہوں نے اس بارے میں بہت سے معجزات کا مشاہدہ کیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کس طرح ان کے اخراجات کا انتظام ہو جاتا ہے۔ (یہ بات ایران سے مخصوص نہیں، جہاں بھی اللہ کی خوشنودی کیلئے اللہ پر ہی توکل کرتے ہوئے بغیر کسی لالچ اور طمع کے دینی احکام کی تعلیمات کمزور لوگوں میں جا کر دیتے ہیں تو خداوندا یسے علماء کی ضروریات کا انتظام ایسے جگہ سے کر دیتا ہے جس کا اس عالم کو معلوم بھی نہیں ہوتا۔ شرط یہ ہے کہ اپنے رب رحمان پر کتنا بھروسہ واعتماد ہے)

پیغمبر کا پیغمبر

جو شخص پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کام کو انجام دیتا ہے اور تبلیغ کیلئے جاتا ہے تو اس کے پاس جو پیغام ہے اس کا نسخہ حضور پاکؐ کیا حکام کے مطابق ہو جہاں پر جائے تو وہ ان میں نور افشانی کرے، مردہ دلوں کو زندہ کرے، غیر آباد بنجر زمینوں کو زرخیر بنائے۔ ہر پیغمبرؑ کے پیام کا مبلغ اس پیغمبرؑ کے حواریوں سے ہوتا ہے اور حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیام پہنچانے والا ایک واسطہ سے یا چند واسطوں سے یا بغیر واسطہ ان کا نمائندہ ہے۔ رسول اللہؐ نے ان کو اپنا خلیفہ، بھائی تک قرار دیا ہے۔ شرط یہ ہے کہ پیغمبر کے احکام

کے مطابق پیام رسانی کرے نہ کہ لوگوں کی خواہشات اور ان کے مقاصد کو پورا کرتا پھرے بلکہ وہ لوگوں کے اندر جو روحانی بیماریاں موجود ہیں ان کے حالات کے مطابق اُن کی انہیں شفاء دے نہ یہ کہ وہ اپنی بیماریوں کا شفاء دینے والا ہو اپنی ذاتی خواہشات کو پورا کرنے والا ہو اپنی ضروریات پوری کر رہا ہو جیسے لوگ اس سے چاہتے ہیں کہ وہ خوش الحانی سے ان کے لئے کچھ منقبت پڑھ دے۔ (احکام کا بیان اس سے نہیں سننا چاہتے مریض ہیں لیکن اپنی بیماری کا علاج نہیں کروانا چاہتے تو ایسے شخص کو ہلاکت سے بچانے کے لئے کام کرنا ہوگا نہ کہ بیماری کی مرضی پر چلنا ہوگا۔)

ایک عالم کی تبلیغ کیلئے منصوبہ بندی

ایک عالم تبلیغ کیلئے ایک شیعہ نشین گاؤں میں تشریف لے گئے اُنہوں نے دیکھا کہ وہ لوگ نماز بالکل نہیں پڑھتے اُنہوں نے اس کے لئے ایک منصوبہ تیار کیا کہ وہاں کے لوگوں کیلئے تجویز دی کہ جو شخص مہینہ میں ایک دفعہ نماز پڑھے گا تو میں اسے وعدہ کرتا ہوں کہ وہ نجات پائے گا، اس کے سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ لوگوں نے ان کی یہ تجویز مان لی اور مہینہ میں ایک نماز پڑھ لیتے تھے اس کے بعد اُنہوں نے لوگوں سے درخواست کی کہ وہ ہر ہفتہ میں ایک نماز پڑھ لیا کریں۔ اس کے بعد یہ خواہش کی کہ دن میں ایک نماز پڑھ لیں اسی طرح آگے بڑھتا گیا، آخر کار اس عالم نے اس بستی کے تمام بے نمازیوں کو نمازی بنا لیا۔ اس مقام پر اگر ہم ہوں تو شاید یہ کہیں کہ اس عالم نے انہیں اتنا عرصہ بے نماز کیوں رہنے دیا؟ یہ بات صحیح نہیں کہ اس عالم نے انہیں بے نماز رکھا ہو بلکہ وہ تو پہلے سے ہی بے نماز تھے لیکن وہ عالم منصوبہ بندی سے انہیں پہلے مہینہ میں ایک نماز کا عادی

بناتے ہیں اور پھر آہستہ آہستہ انہیں پنجگانہ نماز پر لے آتے ہیں۔

بنابرایں اگر ہم سے یہ ہوسکتا ہے کہ ایک کافر کو مسلمان بنائیں تو اسے مسلمان بنائیں اگرچہ وہ نماز نہ پڑھے (باقی باتیں بعد کیلئے چھوڑ دیں، تبلیغ میں عقلمندی، منصوبہ بندی، ہوشیاری اور سمجھداری سے کام لیں۔)

(ایک عالم تھے ان کا نام مولانا سید شمین السبطین تھا، اصل میں ساہیوال کے تھے۔ نجف اشرف میں تعلیم حاصل کی، افریقی ممالک میں بہت زیادہ تبلیغ کی، زندگی کا آخری حصہ یوکے (UK) میں گزارا۔ دوسال قبل لندن میں ان کی وفات ہوئی۔ انہوں نے مجھے بتایا کی انہیں کسی افریقی ملک کے دُوردراز دیہات میں تبلیغ کیلئے جانا ہوا، مسجد بڑی خوبصورت تھی، خوجہ اثناعشری تھے، نماز کیلئے جوان نہ آتے تھے، میں نے ان کے ساتھ والی بال کھیلنے کا پروگرام بنایا، مسجد کے احاطہ ہی میں گراؤنڈ موجود تھا وہیں پر کھیلنا شروع کیا اس طرح میں انہیں وضو سکھانے، نماز کی تعلیم دینے اور دین دار بنانے میں کامیاب ہوا۔ بغیر منصوبہ بندی کے تبلیغی عمل میں کامیابی ممکن نہیں۔)

تبلیغ میں احتیاط

عام رواج ہے کہ اہل علم، خطباء، ذاکرین منبر پر آ کر مطالب کو کتاب سے دیکھ کر نہ پڑھیں جبکہ ایسا کرنا احتیاط کے خلاف ہے۔ خاص کر جب روایات بیان کرنا ہوں اور وہ بھی ماہ رمضان میں۔ میں نے سنا ہے کہ جب مرحوم آقای حاج شیخ عباس قمی (جنہوں نے مفاتیح الجنان لکھی ہے) مشہد مقدس میں مقیم تھے، کتاب سے دیکھ کر منبر پر جاتے تھے لیکن نجف اشرف میں کتاب کے بغیر منبر پر گفتگو فرماتے تھے۔ آقائی شیخ ہادی واعظ خراسانی اس

کام میں بہت ہی محتاط تھے۔ رضا پہلوی کے زمانہ میں انہیں ایران سے نکال دیا گیا تھا۔ نجف اشرف میں ہمارے مدرسہ ہی میں ان کا کمرہ تھا، وہ ستر سالہ تبلیغی تجربہ کے باوجود جب منبر پر جاتے تو پابندی سے وہ اس طرح مطالعہ کرتے تھے کہ جس طرح کوئی مدرس درس کیلئے تیاری کر کے جاتا ہے۔

تمام خطابات روایات پر مشتمل ایک یادگار واقعہ

سامراء کے مدرسہ شیرازی میں تین رجب کی مناسبت سے بغداد اور اہل کاظمیہ کی طرف سے مجلس کا انعقاد ہوتا تھا وہاں پر ایک بوڑھا لاغر اندام سید واعظ تھے اُنکا قد دراز تھا اور عوام میں ان کا بہت ہی مقام تھا۔ وہ بہت ہی عمدہ خطیب تھا، اُن کی پوری گفتگو روایات کے مطابق ہوتی تھی۔ میں نے اس سے پہلے اور اس کے بعد ان جیسا خطیب نہ دیکھا۔ گفتگو کی ابتداء سے لے کر آخر تک ایک جملہ بھی روایت سے ہٹ کر نہیں ہوتا تھا۔ بہت ہی پابند تھے کہ روایت سے آگے نہ بڑھیں، جب کوئی مشکل روایت پڑھتے تھے تو پھر دوسری روایت سے اس روایت کی تشریح کرتے تھے۔ روایت کے معنی کو بھی روایت کے ذریعہ بیان کرتے تھے۔ روایات چھوٹی اور مختصر ہوتی تھیں، واقعاً ایسا کرنا کمال ہے کہ انسان ایک گھنٹہ منبر پر گفتگو کرے اور پھر اپنی طرف سے کچھ بھی نہ کہے۔ میں تو اب بھی جب اُنہیں یاد کرتا ہوں تو تعجب کرتا ہوں کہ کس طرح وہ روایات کو بیان کرتے تھے۔ جی ہاں! وہ ایسے ہی تھے، میں نے جہاں انہیں دیکھا وہاں پر اس کے برعکس بھی دیکھا ہے کہ جس شخص کے خطاب میں ایک روایت بھی نہ ہوتی تھی سوائے اس بات کے کہ امریکہ کس طرح ہے اور روس کس طرح ہے۔ ادھر اُدھر کی ایسی باتیں لوگوں کو ایک گھنٹہ مصروف رکھنا

اور بس!...... سچی بات یہ ہے کہ ہم ابھی تک خواب میں ہیں کس طرح جاگیں گے؟۔افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جونعمتیں ہمارے پاس موجود ہیں ہم ان نعمتوں کو ہاتھ سے دے بیٹھے ہیں ، حالت یہ ہے کہ اپنے علمی خزانہ سے بے خبر ہیں اگر کوئی خبر یورپ سے ہمارے پاس آجائے اگرچہ وہ بات ہمارے علمی خزانوں سے ہی چرائی گئی۔کیوں ہم یورپ کی چھاپ کو اہمیت دیتے ہیں یہ بدبختی ہے جو کچھ ہمارے پاس موجود ہے وہ بڑا خزانہ ہے۔کتنا افسوس ناک امر ہے کہ اپنے ہاں جو کچھ موجود ہے ہم اس کی تصدیق بھی یورپ سے کروائیں؟......!)

خطابت کیلئے مناسب کتاب

شیعوں کیلئے نہج البلاغہ، بلکہ ہر وہ مسلمان جو متعصب نہیں اس کے لئے یہ کتاب بہت ہی باعظمت اور مفید ہے ہمیں چاہئے کہ اس کا بہت زیادہ مطالعہ کریں اور اس کی حفاظت کریں۔اس کے مفاہیم کو سمجھنے کیلئے عربی زبان اور بلاغت سے آشنائی ضروری ہے، اگر ہمیں پتہ ہو کہ قرآن کیا ہے تو پھر ہم نہج البلاغہ اور صحیفہ سجادیہ کو بھی سمجھ سکتے ہیں۔جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم قرآن کو سمجھتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ ہم نہج البلاغہ کو نہیں سمجھ سکتے تو وہ جھوٹ بولتے ہیں کیونکہ قرآن میں دقیق مطالب بہت زیادہ ہیں کہ ان کو سوائے نابالغہ روزگار کے کوئی اور نہیں سمجھ سکتا۔نہج البلاغہ سند کے لحاظ سے معتبر ہے۔اہل سنت کے ہاں خطبات موجود تھے۔نہج البلاغہ کے بعد بھی کچھ عناوین کے ساتھ خطبات لکھے گئے ان کے لئے اسناد موجود تھیں۔نہج البلاغہ کے شارح ابن ابی الحدید معتزلی اہل السنۃ سے ہیں بڑے عالم ہیں وہ ایک آدمی کا ذکر کرتے ہیں کہ اس نے سید رضی کی ولادت سے پہلے خطبہ شقشقیہ کو اپنی کتاب

میں درج کیا تھا۔

پھر ابو محمد عبداللہ بن احمد المعروف ابن الخشاب نے کہا اللہ کی قسم!...... میں نے اس خطبہ کو ایسی کتابوں میں دیکھا ہے جو رضی کی ولادت سے دوسو سال پہلے کی ہیں۔ میں نے ان کے خطوط سے لکھا ہوا دیکھا جس کو میں پہچانتا ہوں اور ان علماء کو بھی پہچانتا ہوں کہ جن علماء اور اہل ادب نے اس خطبہ کو تحریر کیا ہے کہ سید رضی کے والد کی ولادت سے بھی پہلے اس خطبہ کو لکھا گیا۔

میں کہتا ہوں کہ میں نے اس خطبہ کا بہت زیادہ حصہ اپنے شیخ ابوالقاسم امام البغدادی جو معتزلہ سے ہیں جو المقتدر کی حکومت میں تھے اور سید رضی کی ولادت سے بہت پہلے موجود تھے اس طرح ابوجعفر بن قبہ جو امامیہ کے مخالفین سے ہیں ان کی مشہور کتاب ''الانصاف'' ہے۔

بنابر ایں نہج البلاغہ اتنی بلند شان کتاب ہے، اس کی حفاظت کریں اس کو پڑھائیں ان کے خطبات کو منبروں پر پڑھا جائے (خطابت اور منبر پر جانے کیلئے یہ انتہائی اہم کتاب ہے۔)

مبلغین کیلئے نصیحت

اللہ ہم کو مفید علم سے منفعت دے اور عمل صالح کی ہمیں توفیق دے۔ایک دن بچا ہے آپ لوگ تبلیغ پر جا رہے ہیں آپ صحیح دینی تعلیمات دینے کیلئے تیار ہوں۔انشاء اللہ سفر میں اور حضر میں خدا آپ کو توفیق دے گا۔تمام حالات میں خدا کی مدد حاصل رہے گی، یقینیات سے باہر نہ جائیں، صحیح تعلیمات آگے پہنچائیں اس کے برعکس اگر ہم یقینات سے

تجاوز کریں گے تو ہم خود ہی اس کے ذمہ دار ہوں گے کہ ہم نے ایسی گفتگو کیوں کی پھر یہ کہیں گے کہ کاش فلاں بات کی ہوتی اور فلاں بات نہ کی ہوتی۔ (آپ کے لئے میری نصیحت ہے) کہ یقینیات سے تجاوز نہ کریں خود کو اسی پر قائم رکھیں آج لوگوں کو ان ہی یقینیات کی اور صحیح تعلیمات کی سخت ضرورت ہے۔ (خیالی باتوں سے بچیں، بے مقصد قصوں کہانیوں کا سہارا نہ لیں، دین کے احکام واضح ہیں اسی تک خود کو محدود رکھیں، جس کا علم نہیں اسے نہ بتائیں، گفتگو علمی حوالوں سے جب کوئی سوال کیا جائے اور اس کا جواب معلوم نہ ہو تو اس سوال کا غلط جواب نہ دیں بلکہ کہہ دیں کہ مجھے اس کا جواب معلوم نہیں کتاب سے دیکھ کر بتاؤں گا۔ ایک بہت بڑے مجتہد تھے بھرے اجتماع میں جب ان سے کوئی سوال کیا جاتا تو آہستہ سے اس کا جواب دیتے اور جب ایسا سوال جس کا جواب معلوم نہ ہوتا تو بڑے زور دراز آواز سے کہتے کہ مجھے اس سوال کا جواب معلوم نہیں!...... جسے سب سن لیتے تھے۔ جہالت کا علم ہی اصل علم ہے۔ جو اپنی جہالت سے آگاہ نہیں وہی سب سے بڑا جاہل ہے)

ہر شے سے بہتر

بیان کیا گیا کہ ایک عالم تھے جب وہ منبر پر گفتگو کر رہے ہوتے تھے تو سامعین کی تعداد بہت زیادہ ہوتی تھی ان کی گفتگو کے نتیجہ میں چار ہزار افراد شیعہ ہو گئے۔ جو اس قسم کا بیان رکھتا ہو اس کا ثواب مرجع تقلید سے زیادہ ہے۔

روایت میں ہے کہ رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: اگر آپ کے ذریعہ ایک آدمی ہدایت پا جائے تو وہ آپ کیلئے ہر اس شئ سے بہتر ہے جس پر سورج طلوع ہرتا ہے اور سورج غروب ہوتا ہے۔ خدا ہی اس کا ثواب جانتا ہے کہ لوگوں کی ہدایت کی کتنی اہمیت ہے،

البتہ تبلیغ کے آغاز میں سامع پر اتنا زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے کہ طرف مقابل مذہب سے ہی بیزار ہو جائے۔ ایسا نہ ہو کہ جس امر میں اسے داخل کیا ہے پھر خود ہی اسے باہر نکال دے۔

ایک سبق آموز واقعہ

مرحوم آقائی میرزا حبیب اللہ رشتی بہت ہی عقیدت والے تھے، ایمان کی بنیاد ر پر مطالب کو بیان کرتے تھے، انہوں نے اس خطیب کی پیشانی کا بوسہ لینے کی خواہش کی اور انہوں نے یہ جملہ بھی کہا کہ میں حاضر ہوں اپنی تمام ریاضتیں اور عبادتیں جو میں نے انجام دی ہیں وہ اس خطیب کو دے دوں وہ مجھے ایک منبر کا ثواب دے دے۔ تبلیغ کرنے کا بہت زیادہ ثواب ہے جس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔

اہلِ سنت کی کتاب اور مذہب کی تبلیغ

ہم اعتراض کرتے ہیں اہل منبر سے کہ وہ اہل سنت کی کتابیں کیوں نہیں پڑھتے کیونکہ ان کی کتابیں اس قابل نہیں کہ ان سے کچھ لیا جائے۔ اسی قسم کے کمزور دلائل دے کر کہتے ہیں کہ ان کی کتابوں سے کچھ نہ لیا جائے۔ یہ سوچ غلط ہے بابا جان!...... اہل سنت کی کتابوں سے آپ کے نظریہ کے بارے میں مضبوط دلیل مل جائے تو کیا پھر بھی ہم اہل سنت کی کتابوں کو نہ پڑھیں اس وجہ سے کہ وہ اہل سنت کی ہیں۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: یہ مت دیکھو کس نے کہا ہے، یہ دیکھو کہ اس نے کیا کہا ہے۔ کتاب اپنے مخالفین کی پڑھو، اس لئے اسے نہ چھوڑو کہ وہ آپ کے مخالف کی کتاب ہے۔ ممکن اس میں آپ کیلئے کوئی کام کی بات ہو۔ یزید کے بیٹے نے منبر پر امیر المومنین علیہ السلام کے فضائل کو بیان کیا بعض منقولات میں سب کچھ بیان نہیں کیا گیا بعض کتابوں میں ان کی پوری گفتگو موجود ہے۔

یزید کی خواہش اور ابن زیاد کا جواب

یزید نے اپنی تمام خباثتوں اور برائیوں کے باوجود ابن زیاد کو یہ بھی تحریر کیا کہ جس طرح تم نے حسین بن علی علیہما السلام کو قتل کیا ہے اب جاؤ اور عبداللہ ابن زبیر کو بھی قتل کر دو؛ اس نے اس وقت ہمارے خلاف قیام کیا ہوا ہے۔ ابن زیاد نے اس کے پیغام کے جواب میں کہا کہ تم ایک فاسق کیلئے دو جرائم کو اکٹھا نہیں کر سکتے اور میں نے حسینؑ کو قتل کیا ہے اور کعبہ کو بھی میں ہی جا کر منہدم کر دُوں اور کعبہ کے خلاف جنگ لڑوں جیسا کہ بعد میں حجاج نے کیا۔ یزید نے اس کے بعد ابن زیاد کو پیغام بھیجا کہ میں معذرت چاہتا ہوں کہ میں نے تمہیں اس ذمہ داری کیلئے آمادہ کرنے کی کوشش کی میں یہ تمام کسی اور کے ذمہ لگاتا ہوں ۔مروان نے اس خون ریزی کو بپا کیا اور مسجد کے اندر اور مسجد کے باہر جرائم کا ارتکاب کیا۔

اہل سنت کی کتابوں میں شیعوں کے حق میں دلائل

ہمارے اہل ممبر حضرات اہل سنت کی کتابوں سے شیعہ کے حق میں موجود دلائل کو تلاش کرنے کیلئے کوشش نہیں کرتے۔ خدا جانتا ہے کہ کتنے مطالب ان کتابوں سے لئے جا سکتے ہیں، ان کی کتابوں میں یہ بات آئی ہے کہ مغیرہ ہر رات معاویہ کے پاس آجاتا اور اس کے ساتھ شب گزارتا تھا پھر واپس آکر رات کا کھانا کھاتا تھا۔ ایک رات وہ معاویہ کے گھر سے اپنے گھر واپس آتا ہے وہ کھانا نہیں کھاتا اور بہت ہی پریشان تھا اس کے بیٹے نے اس سے سوال کیا کہ آپ پریشان کیوں ہیں؟ کیا ہوا ہے؟ آپ تو ہر رات ایسا نہیں کرتے تھے آج کوئی نئی بات ہے تو اس نے جواب دیا آج میں عجیب شخص کی طرف سے آرہا ہوں، میں نے معاویہ سے کہا کہ اب بنی ہاشم میں کوئی نہیں بچا جو تیرا مقابلہ کر سکے لہٰذا تم ان پر

احسان کرو تو اس نے جواب دیا کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ یہ جملہ تین دفعہ کہا اور یہ بھی کہا کہ سنو! ......ابوبکر، عمر، عثمان مر گئے ان کا نام نہیں رہا اسی طرح مجھے بھی دفن کر دیں گے اور میرا نام تک نہ رہے گا لیکن تم دیکھتے نہیں کہ اس نے (پیغمبر اکرمؐ کا نام لیا) ان کا نام دن میں پانچ مرتبہ میناروں سے لیا جاتا ہے اور اللہ کے نام کے ساتھ ان کا نام لیا جاتا ہے۔

مطالب نقل کرنے میں احتیاط کریں

امام حسین علیہ السلام سے متعلق واقعات وحالات کے بارے میں بہت زیادہ دقت سے کام لیں کیونکہ ایسا ہوسکتا ہے اس ضمن میں جو بیان کیا جاتا ہے وہ صحیح نہ ہوا گرچہ ہم جانتے ہیں کہ جو کچھ واقع ہوا ہے وہ سننے سے بالاتر ہے اس کے آخرت میں جو کچھ ہے وہ اس سے زیادہ اور بالاتر ہے اور بہتر ہے۔ تبلیغ میں ہماری کوشش ہو کہ ہم قرآن اور عترت اہل البیت علیہم السلام سے یقینیات کو نقل کریں، مسموعات پر اکتفاء نہ کریں، کتاب کی طرف رجوع کئے بغیر بات نقل نہ کریں، کم از کم ایسی کتاب کا حوالہ دے دیں جس سے وہ واقعہ نقل کیا جا رہا ہے۔ مرحوم آقائی میرزا ھادی خراسانی، مرحوم آقائی سید محمد کاظم یزدی کے بعد مرجعیت کے زیادہ لائق تھے لیکن انہوں نے مرجع بننا قبول نہ کیا کہ انہوں نے اعلان کیا کہ وہ مرجع نہیں لیکن ان سے اس بات کو نقل کیا گیا ہے کہ وہ مقتل حسین علیہ السلام کے بارے میں بہت ہی احتیاط سے مطالب نقل کرتے تھے اور دوسرے موضوعات کے بارے میں بھی اسی طرح تھے وہ جو بات نقل کرتے تھے اس کی سند کو بھی بیان کرتے تھے۔

گذشتہ دور کے علماء اور ہمارے درمیان فرق

ماضی کے دور میں جو علماء تھے ان کے اور ہمارے درمیان بڑا فرق موجود ہے۔

فرق کی وجہ کیا ہے؟ ماضی کے علماء صاحبان کرامت تھے جبکہ ہم ایسے نہیں۔ ہماری پسماندگی کی وجہ کیا ہے؟ اس امر کا سبب تلاش کریں جبکہ وہ بھی یہی کام کرتے تھے جو آج ہم کر رہے ہیں۔ وہ درس دیتے تھے ہم بھی درس دیتے ہیں، درس پڑھنا، مباحثہ کرنا، دروس تحریر کرنا یہ سب کچھ تھا، سوال ہے کیا وجہ ہے کہ وہ تو تمام مستحبات کو انجام دیتے تھے جبکہ ہم انجام نہیں دیتے۔ میرا گمان یہ ہے کہ اگر ہم اس فرق کے بارے میں جستجو کریں تو معلوم ہوجائے گا ان کے پاس زندگی کے وسائل کم تھے اس کے باوجود وہ ہم سے زیادہ متحرک تھے جس کی وجہ ان کا کام بھی تھا ہم کار کے ذریعہ، بس کے ذریعہ، ہوائی جہاز کے ذریعہ ایک مقام سے دوسرے مقام تک جاتے ہیں، منبر پر ایک گھنٹہ خطاب کرتے ہیں پھر واپس گھر آجاتے ہیں، دیکھنا یہ ہے کہ ہماری بات کا عوام پر کیا اثر ہوتا ہے جبکہ وہ اس فاصلہ کو ایک ماہ میں یا چند دنوں میں طے کرتے تھے لیکن اس وقت کے لوگ کس قدر صحیح راستہ پر تھے اور علماء نے کس قدر عوام پر مثبت اثرات چھوڑے ہیں۔ ہم بیت المال میں بہت زیادہ تصرف کرتے ہیں اس کے باوجود ہمارے کام کا نتیجہ کم ہے، ان کے کام کا اثر زیادہ تھا۔ بہر حال ہمیں دیکھنا ہوگا کہ ہمارے اور ان کے درمیان فرق کس امر کا ہے؟...... ان میں سے بعض رکوع و سجود میں فقط سبحان اللہ کو تین مرتبہ کہتے تھے جبکہ ہم زیادہ کہتے ہیں، ہمارے کام کا نتیجہ ایسا کیوں ہے؟ ہمیں چاہئے کہ ہم اپنا احتساب کریں اور اپنے اندر جھانکیں کہ ہمارے اور ان کے درمیان کیا فرق ہے؟ ان کی اکثریت صاحب کرامت تھی۔ ان میں بعض کا یہ دعویٰ تھا کہ سید رضی کی تمام کتابیں ضائع ہوجائیں تو وہ دوبارہ سب کو لکھ دیں گے۔ وہ کوئی فضول بات نہیں کرتے تھے مرحوم شیخ انصاری تمام دروس، تحقیقات، ملاقاتوں کے ساتھ ہوتے ہوئے زیارت عاشوراء ضرور پڑھتے تھے، زیارت جامعہ پڑھتے تھے لہذا ہمارا حال تو یہ

ہے کہ ہم نے مستحبات کو چھوڑ دیا ہے، سابق علماء اس کی پابندی کرتے تھے جیسے زیارت، دعا، قرآن کی تلاوت، نماز اول وقت میں، مکروہات چھوڑ دینا، طلوعین کے درمیان نہ سونا۔

کل سے آج کی رونق کمتر ہے

سابق علماء کے پاس زندگی کے وسائل کم تھے جبکہ ان کی عوام کو ہدایت دینے، تبلیغ کرنے اور اس کام کیلئے ان کی جدوجہد بہت زیادہ تھی اور تیز تر بھی تھی اور ان کے کام کا نتیجہ بھی ہم سے زیادہ تھا، ہم آج کل جہاز، بس پر سفر کر کے تبلیغ کیلئے جاتے ہیں لیکن ہمارا عوام پر کتنا اثر مرتب ہوتا ہے، ان کی اصلاح اتنی نہیں کرتے تھے جتنا وہ کرتے تھے ان کا زیادہ تر وقت سفر میں گزرتا تھا لیکن اس زمانہ کے لوگ ہمارے زمانہ کے لوگوں سے زیادہ صحیح راستہ پر تھے، سابقہ علماء کے لئے زندگی کے وسائل کم اور مختصر تھے وہ مختصر پر قانع تھے، وہ کام بہت کرتے تھے لہٰذا ان کے کام میں برکت بھی بہت تھی، ہماری زندگی کے مصارف بہت زیادہ ہیں ہمارے کام کا نتیجہ کم تر ہے۔

عالم، عامل اور معلم

میں نے یہ سنا ہے کہ مرحوم آقائی شیخ غلام رضا یزدی یزد میں مقیم تھے بہت ہی خوش زندگی گزار رہے تھے لیکن جب بھی وہ یزد کے اطراف کی بستیوں میں جاتے تھے روٹی، پنیر اور دہی اپنے ساتھ لے جاتے تھے جس بستی میں جاتے تھے تو انہیں نماز میں صحیح قرأت اور نماز کے مسائل کی تعلیم دیتے تھے پھر وہاں سے دوسری آبادی میں چلے جاتے تھے۔ وہ ہر حال میں غذا اپنی جیب سے کھاتے تھے، لوگوں سے کچھ نہیں لیتے تھے۔ جو لوگ انبیاء علیہم السلام کی مثل تبلیغ کیلئے مامور ہیں وہ بغیر کسی پر احسان چڑھائے اور بغیر کسی

قسم کی توقعات کسی سے رکھے اپنے کام کو انجام دیتے ہیں، خدا ہی جانتا ہے کہ ان کے کتنے بڑے مقامات ہیں البتہ یہ اسی صورت میں ہے کہ عالم جو جانتا ہے وہ اس پر خود عمل کرے اور جس کو وہ خود چھوڑتا ہے تو اس سے وہ لوگوں کو روکے۔ اگر کوئی تشخیص دے دے کہ اس بارے میں وہ کوئی قدم اٹھائے، ضروری ہے کہ وہ اس کام کا عالم ہو اور اس پر عمل کرنے والا بھی ہو پھر علم نشر کرے، نشرِ علم شکرانہ ہے اس کا کہ اللہ نے اسے علم سے نوازا ہے۔ ایسے شخص کو چاہئے کہ وہ اپنی پگڑی کو عرش سے جوڑ دے، خوشی سے پھولا نہ سمائے کہ اس نے وہ کیا جو اللہ تعالیٰ نے اس سے چاہا ہے۔

کل کی ناشکری، آج کی گرفتاری

ایران کے شہروں میں بڑے بڑے مقامات اور کرامات والے بہت زیادہ افراد موجود تھے وہ دوسروں کو تعلیم دینے اور دینی فائدہ پہنچانے کیلئے ہر وقت تیار رہتے تھے لیکن ان کے وجود سے کوئی فائدہ اٹھانے والا موجود نہ تھا۔ ناشکری اور ناقدری سبب بنی کہ ہم آج کے حالات سے دوچار ہوئے ہیں۔ دوسری جگہوں پر (جیسے ہند، پاکستان) دس لاکھ افراد یا اس سے زیادہ کی تعداد کیلئے ایک عالم دین کی ضرورت ہے لیکن وہاں پر عالم موجود نہیں، ترکیا میں شیعہ صرف چند لاکھ ہیں کیا ان کے پاس دس دینی عالم ہیں؟ کیا وہ اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ ایک غیر جانبدار عالم دین ہو جو حکومت کے حق میں یا مخالفت میں نہ ہو یا دوسرے مذاہب کے مخالف بھی نہ ہو وہ فقط شیعوں کو دعوت دے، انہیں دینی احکام کی تعلیم دے، کیا ایسی اجازت مل سکے گی؟ مشائخ اور بزرگان میں ایک کے چلے جانے سے اسلام کے جسد پر کاری ضرب لگتی ہے۔ شیعہ مذہب کے حالات

دوسرے تمام ادیان اور مذاہب سے خراب تر ہیں اور یہ لوگ سب سے زیادہ مشکلات میں گرفتار ہیں اور دشمن کے نشانے پر ہیں۔

محروم مناطق میں تبلیغ کی ضرورت

کیا محروم طبقات اور دُور افتادہ علاقوں میں رہنے والے، پریشان حال غیر مسلم کہ جن کی کسی بھی عالم دین تک رسائی نہیں کیا انہیں نظر انداز کر دیا جائے اور ان کے بارے میں فکر نہ کی جائے؟ اگر ہم انہیں کالعدم جانیں یا انہیں بالکل نظر انداز کر دیں یا ایسا فرض کر لیں تو کیا اوپر بیٹھے لوگ ہمیں چھوڑ دیں گے؟ وہ علماء جو تبلیغ کیلئے جاتے ہیں اور خود کو تبلیغ پر جانے سے معذور نہیں سمجھتے تو انہیں چاہئے کہ اسی جگہوں پر جائیں جہاں پر دوسرے نہیں جاتے۔ آقا شیخ غلام رضا تمام تر عظمت وجلالت کے باوجود تبلیغ کیلئے ہمہ وقت آمادہ رہتے تھے تو ہمارے اوپر حجت تمام ہے کیونکہ یہ کام ان کے شاگردوں یا بالواسطہ چند اور افراد کے ذریعہ بھی ہو سکتا تھا لیکن وہ خود جانے کو ترجیح دیتے تھے۔

بین المللی تبلیغ

جو لوگ یورپ یا امریکا جاتے ہیں انہیں وصیت ہے کہ وہ تبلیغ کے بارے میں کوتاہی نہ کریں اگرچہ شہادتیں اور چند بنیادی عقاید کے بیان کی حد تک ہی کیوں نہ ہو اگر وہ فروعات پر عمل نہ بھی کریں تب بھی انہیں بنیادی اور چند سادہ عقائد کی تعلیم تو دے آئیں۔ خدا جانتا ہے اتنی مقدار ہدایت دینے کا بھی کتنا بڑا ثواب ہے۔ اگر ہو سکے تو عمل کے ذریعہ دعوت دیں خود بھی عمل کرو اور دوسروں کو عمل کی دعوت دیں کیونکہ قرآن میں خداوند متعال فرماتا ہے:

''جتنا ہوسکتا ہے اتنی مقدار میں تقویٰ اختیار کرو''۔(سورۃ النساء، آیت:۱۶)

یہ مت کہو کہ اگر عمل نہ کریں یا اہل عمل نہ ہوں اور اہل عمل نہ بنیں تو ایسی تبلیغ کا فائدہ نہیں ہے کیا ہمارے پاس جتنی معلومات ہیں وہ سب ہمیں عمل کی طرف لے جاتی ہیں؟ سوال ہے کیا ہم انہی سب معلومات کے مطابق عمل کرتے ہیں یا ہم یقینی تکالیف اور عملیات پر عمل کرتے ہیں بلکہ ہم تو مصلحت کو دیکھتے ہیں اگر مصلحت ہو تو عمل کرتے ہیں وگرنہ عمل نہیں کرتے۔(جب ہمارا اپنا یہ حال ہے تو تبلیغ کرنے میں کیوں یہ سوچ لیتے ہیں کہ تبلیغ کیلئے عمل کی شرط ہو؟ اگر عمل نہیں تو بنیادی عقیدہ کلمہ شہادتین پڑھنا بھی چھوڑ دیں یہ سوچ غلط ہے۔)

خدا کے لئے تبلیغ چھوڑ دینا

میری ایک آقا سے قم میں ملاقات ہوئی جو نجف کے اہل علم سے تھے۔ میں نے ان سے سوال کیا کہ تم سوریا (شام) میں تبلیغ میں کامیاب ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا میں نجف واپس آ گیا ہوں۔ میں نے سوال کیا کیوں؟ اس نے کہا جہاں پر میں تبلیغ کیلئے گیا وہاں پر تین جماعتیں تھیں ہر ایک کہتا تھا کہ میں ان کی جماعت کا حصہ بن جاؤں اور دوسری دو جماعتوں کے خلاف کام کروں، حق و باطل درمیان میں نہیں فقط جماعت بندی ہے۔ میں نے دیکھا کہ اگر میں اس جگہ پر موجود رہوں تو مجھے ان تین احزاب سے کسی ایک کا حصہ بننا پڑے گا ایک جماعت کیلئے کام کروں، دوسری دو جماعتوں کے خلاف کام کروں۔ اگرچہ وہ حزب باطل پر ہی کیوں نہ ہو اور دوسرے حق پر ہوں میں ان کے مطابق کام کروں۔ جب میں نے ایسی صورتحال کو دیکھا تو میں نے دیکھا کہ دینی کام اس جگہ میرے بس میں نہیں ہے اس لئے نجف اشرف واپس آ گیا ہوں اور پڑھائی میں مصروف ہوں۔

تمہارے اوپر ساری توجہات ہیں

اللہ ہمیں علم نافع کی توفیق دے، عمل صالح کیلئے توفیق دے اور جس کو وہ چاہتا ہے اور جو اس کی خواہش رضا ہے اس کی توفیق دے انصاف بھی یہی ہے جو لوگ تبلیغ کیلئے جاتے ہیں ان کا مقام و منصب بہت بلند ہے ان کو چاہئے کہ بہت زیادہ متوجہ رہیں کیونکہ مومن کی ساری توجہات ان معلمین اور مبلغین پر ہوتی ہیں۔ اگر ان سے ذرہ برابر کمزوری سرزد ہوگئی یا انحراف آ گیا تو وہی صورت نیچے کے تمام طبقات میں جائے گی لوگ اگر انکو صحیح سمجھتے ہیں اور ان کے عمل کو صحیح قرار دیتے ہیں اور صحیح بات جانتے ہیں تو وہ انہی کے مطابق کریں گے جو کچھ انہوں نے ان مبلغین اور معلمین سے سنا ہے تمام مومنین ان مبلغین کو دیکھتے ہیں اگر مبلغین چاہتے ہیں کہ ان سے بھرپور فائدہ اٹھایا جائے تو اپنی اصلاح کریں اور انہیں معلوم ہو کہ جو کہہ رہے ہیں اس میں اللہ کی رضا ہے اور جو نہیں کہہ رہے تو اس میں اللہ کی رضا نہیں ہے۔ جہاں اللہ کی ناراضگی ہے وہ نہ کہیں۔ اللہ کی رضا ہر حال میں مبلغین کے مدنظر ہو تو لوگوں کی اصلاح ہوگی انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ ایک ایک جملہ کے ذمہ دار ہیں، علماء جوابدہ ہیں کہ یہ کیوں کہا تھا اور یہ کیوں نہیں کہا تھا۔ ایک کلمہ ایک لفظ کے بارے میں بھی سوال ہوگا جہاں کہا تھا اُس جگہ کے بارے میں بھی سوال ہوگا۔

لکھا گیا ہے آقائی شیخ عباس قمی نے بھی شاید اسے لکھا ہے سید مہدی قزوینی بنی حلہ میں ایک مجلس کے منبر پر جاتے ہیں، وہی ایک خطاب سبب بنا کہ چار ہزار افراد مستبعر ہوگئے۔ خدا جانتا ہے کہ اس کام کی کتنی بڑی قیمت ہے مرحوم صاحب جواہر نے فرمایا تھا کہ میں اپنی کتاب جواہر لکھ رہا ہوں مولا علی علیہ السلام کی شان میں لکھا گیا کلام اگر اس شاعر

کے نامۂ اعمال سے یہی ایک قصیدہ میرے عمل کے نامہ میں لکھ دیں تو میرے کتاب لکھنے سے بہتر ہے اس قصیدہ میں یہ شعر ہے کہ

"مصطفیؐ علم کے شہر ہیں اور وہ (علیؑ) اس کا دروازہ ہیں جو اس کے پاس آیا تو وہ علم کے شہر میں آئے گا۔"

شاعر آگے چل کر کہتا ہے، کس کی بیٹی!......کس کی ماں!......اور کس کی زوجہ؟ پھٹکار اس پر جس نے اس پر ظلم کی رسم ڈالی اور اسے اذیت دی۔

معلمین اور مبلغین کا بڑا مقام ہے شرط یہ ہے جو کچھ وہ جانتے ہیں وہی بیان کریں۔

۱۔ مرحوم سید مہدی جب نجف اشرف سے ہجرت کر کے حلہ گئے اور وہاں قیام کر لیا تو وہاں لوگوں کو ہدایت اور راہنمائی دینا شروع کر دی، حق کا اظہار اور باطل کا صفایا۔ ان کی دعوت کی برکات سے اعراب (دیہاتی عرب) سے ایک لاکھ خالص مخلص بارہ امامی شیعہ ہو گئے انہوں نے مجھ سے خود فرمایا کہ جب میں حلہ میں گیا تو میں نے دیکھا کہ وہاں کے شیعہ امامیہ کی علامات اور ان کی خصوصیات سے عاری ہیں ان کی شیعیت اتنی ہی تھی کہ وہ اپنا جنازہ نجف لے آتے ہیں باقی تمام خصوصیات سے خالی تھے حتیٰ کہ اللہ کے دشمنوں سے تبرا اور بیزاری سے بھی فارغ تھے۔ (اُنہوں نے ان کو ایک اچھا شیعہ مسلمان بنایا، بنیادی احکام کی تعلیم دی، باعمل بنایا خود باعمل تھے اس لئے ان کی بات مؤثر تھی۔)

یقینیات پر اکتفاء کریں

اللہ تعالیٰ ہمیں علم نافع دے، عمل صالح کی توفیق دے اور سلف صالح اور علماء

وصلحاء کی پیروی کی ہمت دے جو اللہ کی رضا میں غرق تھے، اللہ ان پر راضی تھا۔ خداوند متعال توفیق دے کہ ہم ثقلین، قرآن وعترت کے بارے میں تبلیغ کرنے سے باہر نہ جائیں جو یقینی امر ہے اسی پر اکتفاء کریں، جہاں بھی مصائب ہیں تو جس قدر ہو سکے ایسے مدارک سے مصائب بیان کریں جو یقینی ہیں۔ جس قدر انسان سے ہو سکتا ہے تو وہ اس کا ضرور لحاظ رکھے اگر دیکھے کہ ایسا ممکن نہیں تو وہ اس کتاب کا حوالہ دے دے جس سے وہ بات نقل کر رہا ہے۔ ایک مرجع کے بارے میں کہتے ہیں میں خود ان سے نہیں ملا وہ فرماتے تھے کہ معجزات کے متعلق روایات میں اصل جھوٹ ہے (اس واقعہ کے بارے پہلے سچ ثابت کریں پھر بیان کریں) اسی طرح ان کے علاوہ دوسروں سے نقل ہوا ہے کہ مصائب کے بارے میں روایات میں جھوٹ موجود ہے، بہت ساری روایات جھوٹی ہیں میرا عقیدہ یہ ہے کہ معجزات سے متعلق روایات میں جھوٹ ہے لیکن اس وجہ سے کہ جو کچھ موجود تھا وہ بیان نہیں ہوا بلکہ واقعیت سے کمتر بیان ہوا ہے۔ یہی بات مولا امیر المومنین علیہ السلام کے معجزات وفضائل کے بارے میں ہے جو بیان ہوا ہے وہ جھوٹ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جو بیان ہوا ہے وہ واقعیت سے کمتر بیان کیا گیا ہے۔

علیؑ مولا کے فضائل کے بارے میں

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا کہ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ لوگ آپ کے لئے وہ کہیں جو نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہتے ہیں۔ میں آپؑ کے ایسے فضائل بیان کرتا کہ آپؑ جہاں سے گزرتے لوگ آپ کے پاؤں کی مٹی کو تبرک کے طور پر آنکھوں پر لگاتے۔

خوارزمی نے اس روایت کو مناقب میں بیان کیا ہے یہ روایت خود آپ سے منقول ہے، روایت میں یہ بھی آیا ہے، آئمہ علیہم السلام نے فرمایا:

''ہمیں الوھیت سے نیچے رکھو اور پھر جو مرضی آئے ہمارے بارے میں کہو، ہمارے مراتب ومقامات کے بارے میں جو کچھ بیان کروگے تم ہماری حقیقت کو نہ پاسکو گے''۔ بات اس پر ختم ہے ہرگز اس کو نہیں پاسکتے یعنی یہ کام بہت مشکل ہے ان کے مقامات وفضائل کے بارے میں صحیح اور غلط کی تمیز کرنا بہت مشکل ہے لہٰذا بہتر یہ ہے کہ ہم وہ کہیں جو خود انہوں نے اپنے بارے میں فرمایا ہے۔

سیدالشہداءعلیہ السلام کے حالات بھی اسی طرح ہیں۔

(امام حسین علیہ السلام کے مصائب روایت کرنے کے بارے میں ''مجالس المنتظرین'' کے مؤلف کا خیال ہے کہ واقعات کربلاء تین مراحل سے گزرے۔

(۱) مظالم کرنے والوں نے جب ابن زیاد اور یزید کیلئے مظالم کو بیان کیا تو کچھ بڑھا کر بیان کیا تاکہ زیادہ سے زیادہ انعام لے سکیں۔

(۲) بنی اُمیہ کے خلاف جب بنی عباس اور بنی عباس نے مل کر تحریک چلائی تو اس دوران کربلاء کے واقعات میں بہت کچھ شامل کرکے بیان کیا گیا تاکہ بنی اُمیہ کے خلاف عوام کی نفرت کو بڑھایا جائے اور ان ظالموں سے چھٹکارا حاصل کیا جائے۔

(۳) ایران میں جب بادشاہت قائم ہوئی تو اس دوران مجالس عزاداری پڑھنے کیلئے مخصوص انداز سے مصائب تحریر کئے گئے۔ ''روضۃ الشہداء'' جیسی کتاب اس دوران کی ہے جس کا مصنف اہل سنت سے ہے۔ اس کے بعد فاضل مؤلف لکھتا ہے کہ موجودہ دور پچھلے ادوار سے بہت مختلف ہے۔

سوالات وجوابات

سوال: کیا محبت اہل البیت علیہم السلام اور ان کے دشمنوں سے دشمنی تنہا کافی ہے جبکہ اس کے ساتھ عمل اور عبادت نہ ہو تو کیا یہ انسان کیلئے مفید ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ سے محبت، انبیا اور ان کے اوصیاء سے محبت اور اللہ کے اولیاء سے محبت، اللہ کے دشمنوں سے بغض ونفرت اور ان کے اولیاء سے دشمنی تمام اطاعات کی اصل ہے۔ عبادات ان دو (محبت ونفرت، حب وبغض) پر فرع ہے یہ دو حب اور بغض عقلی اور نفلی واجبات سے ہے ''و ھل الدین الا الحب و البغض''۔ ذوی القربیٰ (اہل البیتؑ) پیغمبرؐ کی مودت تنہا اجر رسالت ہے کہ قرآن مجید میں صراحت کے ساتھ بیان ہوا ہے۔

سوال: ہم کس طرح اپنا رابطہ اہل البیت علیہم السلام بالخصوص صاحب العصر (عج) سے مضبوط کریں؟

جواب: اللہ کی معرفت کے بعد اللہ کی اطاعت کرنا یہ اللہ سے اور جن کو اللہ دوست رکھتا ہے ان سے محبت کا سبب بنتا ہے اللہ کے محبوب ترین انبیاء، اس کے اوصیاء ہیں اور سب میں محبوب ترین حضرت محمدؐ اور ان کی آلؑ ہے اور ان میں سے ہمارے نزدیک جو سب سے زیادہ ہیں وہ صاحب العصر (عج) ہیں۔

سوال: ہم کس طرح اللہ تعالیٰ سے آئمہ اطہار علیہم السلام سے مانوس ہوں؟

جواب: اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ اطہار علیہم السلام کی اطاعت کرنا اور ان کی معصیت کو عقیدہ اور عمل میں ترک کردینا۔

سوال: کافی میں روایات مذکور ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ محبت اہل البیت علیہم السلام

بغیر عمل کے مفید نہیں ہے اللہ کی کسی سے رشتہ داری نہیں ہے، معیار قرب اور بعد میں، ثواب وعذاب میں، اللہ کی اطاعت اور معصیت میں ہے۔ ان روایات کی کس طرح تعبیر فرماتے ہیں؟

جواب: ایک روایت کو دیکھنا اور دوسرے دلائل کو نہ دیکھنا ایسے ہے کہ قاضی کے پاس بغیر ثبوت کے پہنچ جانا۔ محبت اور ولایت اہل البیت علیہم السلام خود ایک عمل ہے اور واجب ہے بلکہ اعظم طاعات اور اعظم واجبات سے ہے اس حد تک کے اس بارے فرمایا گیا کہ کسی امر کے بارے میں اس طرح اہمیت نہیں دی گئی جس طرح ولایت کے بارے میں نداء دی گئی۔ البتہ نماز، روزہ، زکوۃ، فرض، واجب ہیں محبت کا حقدار مرتبہ شدید تر ہوگا اسی قدر اس کا اثر دوسرے اعمال میں بہتر ہوگا۔ قرآن مجید میں سے المودۃ فی القربیٰ، اگر مودت اہل البیت علیہم السلام کے علاوہ کوئی اور چیز لوگوں کیلئے مفید تر ہوتی تو اس کو بیان کیا جاتا لیکن افسوس ہے کہ ہماری ان سے محبت ہے لیکن ہم ان کے راستہ اور مکتب پر نہیں ہیں جس وجہ سے ہم نماز نہیں پڑھتے، حج بجا نہیں لاتے، اسی طرح دوسرے واجبات ادا نہیں کرتے یہ صریح کمزوری ہے۔

☆☆☆☆☆